بو صناع یکمیں مکان فضل خلائق زمین و زمان

دیوان امیر

معروف بہ اسم تاریخی

مرآۃ الغیب

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

[illegible] باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ سنہ ۱۹۲۷ء

بعون صانع کون و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

دیوان امیر

معروف بہ اسم تاریخی

مرآۃ الغیب

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں مزین بہ طبع ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ
۱۹۲۴ء

التماس۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے جسکی فہرست ہر شائق کو چھاپہ خانے سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ سادہ مین کتب کلیات ودواوین اُردو کتب کلیات ودواوین فارسی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانے سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کلیات ودواوین اُردو		مرزا رفیع السودا	عہ ۴/
کلیات انشاء اللہ خان - بہ نتیجہ طبع		کلیات انوری کامل فارسی	۶ ۳/
شاعر نامی میر انشاء اللہ خان	۳/	کلیات تراب - مجموعہ جس مین چند	۹/
انتخاب کلیات ظفر -	۸/	کتاب ہین ۱- دیوان ۲- مثنوی عاشق صنم	
کلیات لقتیہ مجید -	عہ/	۳- ٹھمریان - ۴- شجرۂ قادریہ	۵/
کلیات غلام امام شہید	عہ ۲/	کلیات ناسخ - طبعزاد مشہور نامی	
دیوان وقار -	۱۰/	شیخ امام بخش ناسخ معاصر آتش لکھنوی	عہ/
کلیات صفدر -	عہ ۲/	کلیات تسلیم جس کا نام تاریخی نظم ارجمند	
بہارستان اشعار	۳/	ہے نتیجہ خوش فکری زبان دریاے خیال	
دیوان میر حسن	۸/	منشی امیر اللہ تسلیم شاگرد نسیم دہلوی	عہ/
گلدستۂ حفیظ اللہ خان	عہ ۲/	کلیات میر تقی - استاد مستند مسلم الثبوت کا	عہ
کلیات صنعت -	۱۲/	کلیات ظفر - کلام الملک ملک الکلام	
کلیات سودا قصائد و مثنویات و		چار جلدمین ۱- جلد اول و دوم یکجائی	
دواوین و رباعیات از کلام تاج الشعرا		جلد سوم و چہارم یکجائی -	۴

روبرو دستخطِ خاص کو لایا کاغذ
عرضیان گذرین خلائق کے برآئے مطلب
بعد اخبار کے پرچون کی جو نوبت آئی
کہ ملازم ہین جو سرکار کے دو دانش و فہم
بحث اک بات کی دونون مین پڑی ہے ایسی
حکم عالی یہ ہوا جلد کرو حاضر بزم
حاضر بزم ہوئے وہ تو ہوا یہ ایما
عرض دانش نے یہ کی روز ابد تک قائم
بندۂ خاص نے دیکھے ہین ہزارون انسان
ایک حاکم ہے فلک جاہ خردمند ذکی
نام ہے کلب **علیخان** بہادر جمجاہ
علم مین حلم مین جود و کرم و ہمّت مین
جسمین جو بات ہو کیونکر اُسے کوئی نہ کہے
میرے کہنے کو ذرا وہم نے باور نہ کیا
کہ کمالات کا حصر ایک مین ہو ناممکن
کیسے کیسے نہین گذرے ہین جہان مین نامی
سارے عالم مین ہے سحبان کی فصاحت مشہور
کس کو معلوم فلاطون کی نہین ہے حکمت
چارسو ہمّت حاتم کا ہے آوازہ بلند
تو جو کہتا ہے کہ ان سب سے ہے بڑھ کر کوئی
یہ کہتا ہون مین دعوی مین ہین اپنے صادق
حکمت الدولہ جو تھا منشی یاقوت رقم
لب ہوئے لعل فشان کھل گئے اب[illegible]
نئے مضمون کا اک پرچہ ہوا پیش ا[illegible]
درِ دولت پہ ہے ہنگامہ لڑے ہین باہم
کہ ہم گتھ گئے ہین صورتِ خطِ توام
دیکھین کیا کہتے ہین خود دونون مین ہم ہونگے حَکَم
کیون لڑے کیا سبب جنگ ہے آگاہ ہون ہم
یہ حکومت یہ ایالت یہ شہامت یہ حشم
حکمرانانِ زمانہ رؤسائے عالم
صاحبِ علم و ہنر معدنِ اخلاق و کرم
جسکے خدّام ہین ہم مرتبۂ قیصر و جم
ہے وہ یکتائے زمانہ سرِ اقدس کی قسم
پیشِ انصاف گزین حق کا چھپانا ہے ستم
بلکہ مارا رہِ انکار مین منکر نے قدم
کارخانہ ہے خدا کا نہین خالی عالم
خواجگانِ عربستان و صنادیدِ عجم
سارے آفاق مین کسریٰ کی عدالت ہے علَم
حکمِ نادر ہے عیان جلوہ نما عشرتِ جم
حشمت پر ہے عیان سب سے جری تھا رستم
زعمِ باطل ہے فقط مانتے ہین کب اِسے ہم
ہین دلائل جو ہون گوشِ شنوا گوشِ صمم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ در مدح جناب مستطاب ہلال رکاب انجم خدم نواب محمد کلب علیخان بہادر دام ملکہم و اقبالہم مشتمل بر مناظرۂ دانش و وہم

تخت کاغذ پہ ہوا صدر نشین شاہ قلم
دائرے طبل کی صورت ہین الف شکل علم

ہین جو یہ عرصۂ کاغذ پہ حروف و حرکات
یہی لشکر ہی یہی فوج یہی خیل و خدم

ہو فصاحت جو مصاحب تو بلاغت ہی ندیم
وزرا تبصرۂ و بدیۂ و جاہ و حشم

منتخب ہین جو مضامین تو معانی ہین لطیف
ہین وہی گنج و خزائن وہی دینار و درم

اہل دفتر نے ہو کی کھول کے بستونکو نشست
گردن منشی گردون ہوئی تسلیم کو خم

کبھی منصب کبھی تقسیم مین دین جاگیرین
شقے لکھے گئے ہونے لگے فرمان رقم

وقت دربار ہوا جمع ہوئے مجرائی
عقل و فہم و خرد و ہوش و تدابیر و حکم

سامنے آنے لگے خیر طلب بہر سلام
مرد ہا تھا جو ادب کا وہ پکارا بیہم

روبرو خسرو جمجاہ فلک فر کے نگاہ
تا ابد سلطنت پشت پناہ عالم

ہوئی مجرے سے نجومی جو فراغت حاصل
مسند حکم ہوئی مطلع انوار قدم

اب جو ہین اسلحۂ جنگ یہ آگے تھے کہان
یہ پڑ جائے صفِ فوج عدو مین بھاگڑ
اسمین بھی بند ہوا وہم تو لی اور ہی راہ
بہ تقریر کہ اچھا نہ سہی ذکرِ نبرد
جام جمشید کی پوشیدہ نہین کیفیت
سُن کے دانش نے کہا خوب کہان تجھکو تمیز
فرض کردم کہ مُہیّا ہون سب اسباب نشاط
ب ہی ہین جو نہوا اُسکو ہو حاصل کیا خاک
اگلے لوگونمین کہان تھی یہ تراش اور خراش
پیرہن سنگ چین بوقلمون رنگ برنگ
خوبصورت و حسین ماہ جبین پیش نظر
کبک و طاؤس کی رفتار تو چیتے کی کمر
قصِ وہ جس سے سراسیمہ ہو طاؤس فلک
جام جم سے اگر آئینہ تھا احوالِ جہان
طرح مین وضع مین ترجیح مین ایجادون مین
م کی اسمین بھی تو بولا مجبور
نادر کا فلاطون کی ہی حکمت باقی
کہا دانش نے کہ یہ بات بھی دشوار نہین
وجہ ترجیح کی نادر سے تو یہ حکم مین ہے
آنکھین کس کی نہین نادر نے نکالین بیجُرم
کس کی گردن یہ نہ نادر کی چلی تیغ جفا

نہ یہ توپین نہ یہ گولے تھے نہ یہ سیل نہ بم
سرِ میدان جو ڈکارے صفتِ شیر اجم
رزم سے پھر کے دھرا بزم مین ناچار قدم
کسنے آراستہ کی بزم طرب صورتِ جم
جس سے تھا پیشِ نظر آئنہ حالِ عالم
مست و مدہوش کو کیا ذائقۂ ناز و نعم
مطرب و ساقی و نقلِ می و اصوات نغم
لذّتِ سامعۂ و ذائقہ و قوّتِ شم
یہ نفاست یہ نزاکت یہ لطافت یہ شمیم
زیورون مین وہ چمک نور کا جن مین عالم
خم بخم زُلف رسا آئے زانو و شکم
آنکھین وہ شوخ کہ آہوئے غزالان حرم
کان نے وہ بھی اکڑے وہ مزامیر نغم
راز کونین سے آگاہ یہان دل ہر دم
متاخر ہین سراسر قدما سے اقدم
خیر قائل ہون پرلے فارق انوار و ظلم
فرق انکا بھی سُنون کون سوا کون ہی کم
لائق مدح ہے ممدوح وہ ہین قابل ذم
وہ ہمہ ظلم و ستم تھا یہ ہمہ عدل و کرم
سرمۂ روشنی چشم ہے یان خاک قدم
گردنین سیکڑون احسان سے اسکے ہین خم

کچھ یہ سُنتا نہین انکار پہ باندھے ہے کمر
ہو گیا حکم کہ ہان محکمۂ بحث ہو گرم
وہم بولا کہ مجھے عدل مین پہلے ہے کلام
فی البدیہہ اُسے دانش نے دیا تب یہ جواب
میرے ممدوح کا وہ عدل جو تھا عدلِ رسولؐ
کفر و اسلام کے آئین مین ہی ظاہر تفریق
چپ ہوا وہم کہا خیر یہ مانا مین نے
ہنس کے دانش نے کہا یہ بھی نہین سمجھا تو
وہ ہی دیتا تھا خلایق کو جو دیتا تھا خُدا
بیش ازین نیست کہ دعوت مین کیا کرتا تھا ذبح
میرے ممدوح کی کشور نہ خزائن کی ہی حد
تنے سائل تھے قبیلے مین بنی طۓ کے کہان
روز پاتے ہین زر و گنج ہزارون سائل
کرتے ہین صاحبِ زر ہو کے غنی زر بخشی
بات معقول تھی کچھ وہم کو آیا نہ جواب
بعد کچھ دیر کے بولا کہ رہا اب یہ کلام
نس جوان مرد نے مانا نہین لوہا اُس کا
سُن کے اس بات کو دانش کو ہوا کچھ جو سکوت
شاہنامہ نہین کیا تیری نظر سے گذرا
سیستان مین تھا فقط ایک وہ گمنام سایل
میرے ممدوح کی جرأت تھی بھلا اُسمین کہان

گفتگوے طرفین آپ سُنین ہوے حکم
ایک اک بات کا ہو فیصلہ لا ہو کہ نعم
نام کسریٰ کا ہی انصاف و عدالت مین علم
پایہ بے آب بھی پاتا ہے کہین رتبۂ یم
عدل کسریٰ مین ضلالت کے طریقے منضم
چشم بینا مین کبھی ایک نہین نور و ظلم
کون حاتم سے زیادہ ہے بہ جود و کرم
بادشہ تھا نہ کسی مُلک کا حاکم حاتم
اُسمین جتنے ہون مُیسّر اُسے دینار و درم
گوسفند و بز و میش و شتر و اسپ و غنم
سب وہ حصّہ ہے خلائق کا نہ ہے جود و کرم
جمع اُسکے درِ دولت پہ ہے سارا عالم
ہر تہیدست ہی اب مالک دینار و درم
یہ وہ حاتم ہے کہ ہین اسکے گدا تک حاتم
نطق ہو بند تو مُنھ کھول سکے کیا ابکم
کہ شجاعت مین یہ افضل ہی کہ افضل رُستم
قائلِ جرأت رُستم ہے عرب تا بہ عجم
مین بھی موجود تھا بولا کہ خموشی ہی ستم
آپ کہتا ہے یہ فردوسی اعجاز رقم
شاہنامہ جو کہا مین نے بنایا رستم
رُعب سے اسکے صفین ہوتی ہین درہم برہم

مرکز کاف کی شمشیر سے کٹتا سر میم
درمیان مین جو نہو تا قدم اے کرم
ق وہ مسیحا ہو تو پھر خلق کا مرنا کیسا
کیا عجب روک کے بیٹھے جو قضا راہ عدم
صور سے کہدے تو وہ بھول بھلیان بنجائے
کہ بھٹکتا ہی پھرے اُسمین سرافیل کا دم
فیض سے اُسکے وہ کرتے ہین دو شعلے تقسیم
کملیون کو بھی نہ ملتے تھے جنھین موے غنم
قہر رب کہتے ہین جسکو وہ عتاب اُسکا ہے
آنکھ دکھلائے جسے اُسکا ہو دم عین عدم
صرصر قہر چلے اُس کی تو ہستی کیسی
چار ارکان ہون نگونسار گرین ہفت خیم
ق سود خورہ ہے عدو کیون نہ زمین پر لوٹے
عدم ہضم غذا ہے سبب درد شکم
عہد مین اُسکے یہ بدخواہ کو ملتی ہے سزا
کہ ستم ہے حق معشوق مین عاشق پہ ستم
اثر اُلٹا ہوا بھی خود ہو گرفتار جنون
پڑھے لیلی جو کہے سورۂ جن قیس یہ دم
بُت پرستی کا مٹا عہد مین اُسکے یہ رواج
قابل حد ہوئے اطفال بھی کھیلے جو صنم
بسکہ پابند شریعت ہی وہ مقبول خُدا
اسمین قدر کی ہے شریعت کی بنا مستحکم
کہ کسی راہ کے چلتے مین کسی رہرو کا
سر حد شرع سے باہر نہین پڑتا ہی قدم
آپ عابد ہے وہ کرتا ہے نصیحت سبکو
غافلو راہ عبادت مین نہو سست قدم
تم سے ہوتی ہین شب و روز نمازین جو قضا
دیکھو ماتم مین اُنھین کے ہین سیہ پوش حرم
ق اُٹھ گئے کفر کے آئین ہوئی رونق دین
بند دروازۂ بتخانہ ہے وا باب حرم
ہوتے آذر بھی تو پابند شریعت ہوتے
سجدہ گاہین وہ بناتے جو گھڑتے بھی صنم
تیغ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہے فروغ
خود ہے مشعلۂ طور زرہ رخت حرم
ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہؓ کی سپر
ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دودم
حملہ در فوج عدو پر وہ اگر ہو دم جنگ
باندھ کر چُست کمر کھینچ کے شمشیر دودم
کھیت کشتون کا نہ طیار بھی ہونے پائے
ہو چکے تیغ و قضا مین برضا بیع سلم
تھا سیہ رو جو عدو اُسکو کیا خون مین تر
کیا تماشا ہے کہ اسود کو بنایا ارقم

اور حکمت میں فلاطون کا ہے کیا ذکر کہ وہ
بیٹھکر خم میں ہوا راہی اقلیم عدم
ہے وہ دریا کہ خمِ چرخ جہاں ایک حباب
پھیل کر قطرہ نہ دریا سے کبھی ہو اعظم
طرفہ حکمت کہ نبیؐ کا بھی وہ قائل نہوا
دل صفا سے ہو یہاں مطلعِ انوارِ قدم
کفر و ایمان میں بڑا فرق ہی لازم ہے تمیز
وہ اگر ہاویہ دوزخ تو یہ ہے سروِ ارم
جب سُنے ایسے براہین یہ ہوا وہم کا حال
خم کیا سر کو لیے دوڑسنکے دانش کے قدم
چشمِ الطاف سے دانش نے بھی کی اُسپہ نظر
پھر بتفہیم کہا سُن کہ تو ہے نیک شیم
یہ تو تھے تیرے سوالات کے اے وہم جواب
وصف ممدوح جو ہیں اور وہ اب کہتے ہیں ہم
علم میں حلم میں الطاف میں دانائی میں
ایک ہی فرد ہے یکتا ہے وہ فخرِ عالم
ہر سحر مشغلہ فریاد رسی داد رسی
میہمان سیکڑوں ہر شام سرِ خوانِ گرم
جتنے جس شہر سے آتے ہیں مسافر مہمان
کیمیا کرتی ہے اُنکو نظرِ فیض شیم
اس جگہ چاہیے موزوں ہوں کئی مطلع صاف
گھر میں بیتوں کے لگیں آئنے قدِ آدم

مطلع

وقت رفتار ہے زرریز عجب فیض قدم
نقش پا راہ میں بنجاتے ہیں دینار و درم
درِ دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم
لو لگائے ہوئے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم
ساحتِ لوح نہ سمٹے کہ ہو میدانِ قلم
چشمۂ فیض سے اسکے جو شجر ہوں سیراب
عوض برگ ہر اک شاخ سے پیدا ہوں درم
دلمیں وہ سخت دلونکے بھی جگہ کرتا ہے
سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم
ہے تواضع کا نتیجہ کہ ہے سب پر غالب
کسرِ نفس اُسکو نہ کس طرح کرے فتح سے ضم
عفو ایسا کہ خطاکار سے بھی ہے اغماض
صاف پی جائے جو کھائے کوئی جھوٹی بھی قسم
زائر در جو رہ شوق میں ہوتے ہیں رواں
حسرت آنکھوں کو یہ ہوتی ہے ہوئے ہم نہ قدم
بینی دولتِ والا نے یہ پامال کیا
کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملتا ہے نشان سرم

آخر آخر یہ ہوئی نظم کی قوت پیدا
کر لیا تازہ مضامین کا علاقہ کورٹ

لو سنو گوش توجہ سے ذرا نظم فصیح
وہ مئے صاف نہین نام کو جسمین تلچھٹ

مطلع

شب دو شنبہ جو لی خواب مین مین نے کروٹ
آئی اک حور لقا پاس اُلٹ کر گھونگھٹ

کچھ عجب فتنہ کہ اسکی جو نظر جائے پلٹ
ساتھ ہی چرخ بھی پھر سے لے یہ زمانہ کروٹ

شعلہ رُخسار جفا کار قیامت آفت
شوخ عیار غضب قہر چھلاوا انٹ کھٹ

رحم دکھلائے جو منھ دور سے پھر جائے نگاہ
شرم آجائے تو آنکھین کہین چل دور ہو ہٹ

گر پڑے جان پہ زیور کی چمک سے بجلی
کھینچ لے دل کو وہ پوشاک مین خوشبو کی لپٹ

وہ نگاہین غضب آلودہ وہ مژگان کی صفین
لشکرِ صبر جنھین دیکھ کے کھائے

لے کے انجم کا جو لشکر اُتر آئے مریخ
کھینچکر تیغِ ادا جیت لے میدان چھٹ پٹ

پُختہ کار اُسکو جو دیکھین طمعِ خام کرین
ثمرِ بیش رس حسن مین وہ گدرا ہٹ

طرفہ چہرے کی لطافت وہ سُنہری رنگت
دست افشار طلا سے بھی سوا نرما ہٹ

آپ ہی چھیڑ کرے آپ ہی پھر حد سے بڑھے
توسنِ ناز کو بوئی سے وہ پھینکے سرپٹ

مستی حسن سے گردن مین کبھی ڈالدے ہاتھ
بے چھوے گاہ لجالو کی طرح جائے سمٹ

پتلیان آنکھونکی در پردہ اشارون سے کہین
ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہان کا گھونگھٹ

مانگ سے مانگ دکھا کر کبھی عشاق کے دل
باندھے گاہ گلا کھول کے وہ زلف کی لٹ

رُخ و گیسو پہ مرے اتنے مسلمان ہندو
مقبرے ہو گئے تعمیر بھرے سب مرگھٹ

فتنۂ حشر کو دیکھے تو کہے زُلف سے آنکھ
جھپٹے مین اسے دیر نکر دوڑ جھپٹ

طاق کاکل وہ پھکیتی مین کہ سر کی کوئی چوٹ
ٹک سے مڑکے تو وہ جھک کے لگائے بانٹ

ہاتھ چھو جائے جو گیسو کو تو کھائے یون پیچ
جسطرح کاٹ کے کالا کوئی جاتا ہے پلٹ

دیکھکر ابروے پیوستہ یہ ہوتا تھا گمان
پہلوان دو ہین کہ کشتی مین ہوئے ہین غٹ پٹ

نثر مین نظم مین سب طرح کی رنگینی ہی
کیون نہ عالی سخن اُس کا ہو کہ ہی استعداد
یہ حکومت یہ ریاست یہ ایالت یہ شکوہ
تاج کہتا ہی کہ ہے تاجِ سکندر کیا مال
تاجدارون پہ مین چھایا ہون یہ ہی دعوی چتر
اسپ کا قصد کہ مین عرش کا پایا چھُولون
تیغ کہتی ہے کہ مجھ سے دل مریخ ہی آب
[illegible] راسیر
روک لے روک لے رہوار طبیعت کی عنان

[illegible] ین گلزار تو طاؤس قلم
بیت محکم ہے وہی جس کی بنا ہے محکم
واہ کیا نظم ہے جسکا ہی ثنا خوان عالم
تخت کہتا ہے نہین تختِ سلیمان سے مین کم
سبز بختون سے ہون سرسبز یہ ہے قول علم
فیل کا عزم سپرِ چرخ پہ کھدون مین قدم
نیزہ کہتا ہے کہ مجھ سے سرِ بہرام ہے خم
آتشین ہے یہ رہ سخت تو چوبین ہے قلم
کر دعا حق سے کہ اے خالقِ انوار و ظلم

نورِ اقبال رہے اُس کی جبین سے ساطع
ظلمت بخت سیہ حصۂ اعدائے دژم

ایضاً قصیدۂ مدحیہ

تا کجا کو تہی یدست ہوس کی جھوٹ
جیتنا ہو جو سوارانِ سخن سے میدان
یہی گو ہے یہی میدان یہی معنی یہی لفظ
پی چکے گو کہ میِ صافِ سخن کو مئے نوش
[illegible]
دو قصیدے جو سُنے مُصحفی و انشا کے
سخت بحر سے جو تھے قافیۂ نامانوس
ذائقہ ہے تو فقط گرمی و بیباکی کا
ہمّت فکر نے باندھی جو کمر پھر جواب

پردۂ شرمِ رُخِ شاہدِ معنی سے اُلٹ
پھینکنا چاہیئے رہوار قلم کو سرپٹ
اپنی اپنی ہی دمِ معرکہ پر ڈانٹ ڈپٹ
رہ گئی ساغر و مینا و سبو مین تلچھٹ
کھول مُنھ بھر کے صراحی کو لے پیا غٹ غٹ
واقعی سکۂ رائج ہین و لیکن سلیٹ
کچھ بھی کاٹا نہ گئی تیغ زبان اُن کی اُچٹ
پر فصاحت سے یہ کہتے ہین کہ چل دور ہو ہٹ
وئی گھبراہٹ

ہند سے روم تلک جتنے کہ ہین شہزادے
پانون کتنون کے گھسے مثل سبُو سر پھوڑے
ناطقہ خانۂ دولت ہے مرا نام صفت
ملہم غیب نے بھیجا تو مین آئی ترے پاس
وصف تو کرتا ہی جسکا مین اُسی کی ہون صفت
رائے انور سے اُسی کے مری آنکھون مین ہے نور
صفِ مژگان سے عیان پنجۂ پُرنور کی شکل
اُس کی جو راستیِ طبع وہی قدسیہ
مصحفِ رُخ کو جو دیکھو تو نمایان وہی شان
کون وہ **کلب علیخان** بہادر جمجاہ
حاکمِ خلق نے تحصیل کی خوشبو کی لپیٹ
کیا شگفتہ ہے بہارِ چمنِ نزہتِ طبع
بزم مین زمزمۂ حُسن ہے یا نغمۂ عشق
شمع و پروانہ سے ہر شب وہ سُنا کرتا
طرفہ محفل کہ پئے رقص پریان آتا
واہ کیا قصرِ حکومت ہے رفیع اور وسیع
فیض مقدم سے تونگر فقرا ہوتے ہین
شیخ سید مغل افغان ہین فراہم ہر صبح
جزر و مد اپنا دکھائے جو کبھی قلزمِ لطف
دمِ بخشش اُسے درکار ہین ڈھیرون موتی
کس قدر نام ہے شیرین جو زبان پر آجائے

صبح تا شام ہے اُنکا مرے در پر جمگھٹ
بادۂ وصل کی پائی نہ کسی نے تلچھٹ
مین مکین ہون تو مکان جائے زر و سیم سے پٹ
ہو گران تجھکو جو آنا ابھی جاؤن مین پلٹ
دیکھ اعضا کو ذرا پردۂ غفلت کو اُلٹ
خُلق اُنکا مرے گیسو مین ہے خوشبو کی لپیٹ
عزم اُنکا مری شاہینِ نگہ کی ہے جھپیٹ
دامنِ فیض کا لٹکاؤ مری زُلف کی لٹ
کعبۂ دل کو جو دیکھو تو اُسی کی چوکھٹ
دیتے ہین جسکو ملک عالمِ بالا کی رپٹ
مطلع کرلیا سارے گلستان کا علاقہ کورٹ
سامنے جسکے گل و لالہ ہین کوڑا کرکٹ
اُنھین لوگون کا رہا کرتا ہے اکثر جمگھٹ
لن ترانی کا ترانہ ارِنی کی تروٹ
سر پہ طاؤس چمن رکھے کنھیّا کا مکٹ
جسکے دروازے کے ہین جرأت و ہمت دو بیٹ
بختِ خفتہ کو جگاتی ہے قدم کی آہٹ
کعبہ ان چار مصلّون سے ہے اُسکی چوکھٹ
بڑھکے کوثر چہ زمزم ہو اگر جائے سمٹ
کھونیسان سے کہ بحرین کا لکھ لے پرم
مُنھ مین بیمار کے باقی نہ رہے کڑواہ

جلوہ گر مردم چشم وصف مژگان سے یہ صاف
پھیر کر آنکھ کہے آنکھین ہین نرگس کی پھٹی
چوری چوری چمن رخ مین جو آجائے نگا
وصف لکھے لب شیرین کا جو کوئی کاتب
بڑھ کے گلبرگ سے بھی وہ کف رنگین نازک
آرزو مہر کو مشرق سے نکل کر ہر صبح
استخوان تن مین نہین ایک یہ ہوتا تھا گمان
کس طرح ہو نہ گلا کیف مے حسن سے مست
سینۂ آئنہ شفاف شکم چشمۂ حسن
شور خلخال سنائے جو روان ہو دو گام
غرض اس شکل کی معشوقہ کیا جسکا بیان
شوق دل نے یہ کہا مست ہے یہ سرو سہی
ہاتھ دامن پہ پڑا تھا کہ وہ پیچھے سرکی
چوٹ سی دل پہ لگی ہاتھ گیا جب خالی
ہنس کے ظاہر مین کہا واہ رہی ٹھنڈی گرمی
چپ رہی پہلے کہا تو یہ کہا دیر کے بعد
ہوش مین آؤ ذرا خیر ہے کیسا ہے مزاج
مین وہ ہون جسکی ہوس مین ہین ہزارون نامی
زہرہ بالائے فلک کشتۂ شمشیر نگاہ
مرغ دل سیکڑون شہباز نظر کے ہین شکار
ذوق وصلت مین ہوئے گور کنارے کتنے

حور بیٹھی ہے در خلد پہ کھولے ہوئے پٹ
دہن تنگ ندے منھ کہ ہے غنچہ منھ پھٹ
زلف مشکین کی رسن باندھ لے مشکین جھٹ پٹ
صفحہ سے صفحہ عذوبت کے سبب جائے چمٹ
نیچے لین انگلیونکی کیون نہ بلائین چٹ چٹ
کہیں جوشن کی طرح جاؤن مین بازو سے لپٹ
نرماہٹ
پی ہے نشے مین صراحی کی صراحی غٹ غٹ
موج دریائے لطافت شکم صاف کی بہ
مردے اٹھ بیٹھین تہ خاک یہ ہو گھبراہٹ
نظر آئی تو عجب جی کو ہوئی للچاہٹ
عشق پیچے کی طرح جائیے مستی مین لپٹ
سر قدم تک بھی پہونچا کہ گئی دور وہ ہٹ
تازیانے سے نہین کم وہ پڑے تیغ جو پٹ
آپ ہی لطف و کرم آپ ہی یہ جھنجھلاہٹ
تھی ملاقات کہان کی کہ یہ تیزی جھٹ پٹ
خفقان سے تو طبیعت مین نہین گھبراہٹ
سیکڑون مر گئے تھی جنکو مرے نام کی رٹ
حلق مریخ کو پھانسی ہے مری زلف کی لٹ
خال وہ زاغ سیہ ہے کہ کلیجے کیئے چٹ
شوق دیدار مین کتنون کی گئی آنکھ الٹ

وسعتِ طبع جو وسعت کا سُنائے فرمان
عاجزون کو جو ملے عدل سے تیرے قُوّت
سکۂ شمس و قمر مین جو کہین نقش نہین
تا رہے اُسپہ تری راے منوّر کا چراغ
سب رئیسون سے ریاست ہے تری بالاتر
حُسن وہ جائے اگر قاف مین کھنچکر تصویر
چین آتا نہین جبتک کہ عروسِ دولت
کیون نہ مشتاق زمانہ ہو کہ ہے حُسن شباب
تجھکو ساقی سے مے صاف ملی روز ازل
تھام رکھین نہ اگر تیری اعانت کے ستون
ہین پھسلیتی مین چٹپلے یہ ترے ارض و سما
خلُق سے کیون نہ معطّر ہو زمانے کا دماغ
علم وہ جسکو دقائق ہین کتب کے آسان
ہے یہان تذکرۂ معنی و تفسیر و حدیث
تجھسے ہمسر ترا دُشمن ہو خدا کی قدرت
فیل گردون کرے دونون کو مسلکر پامال
کیا تری تیغ کی تعریف مین ہو تیز زبان
آبداری مین وہ جوہر نظر آتے ہین یون
پر یہ مضمون نہین خوب یہ تشبیہ ہے ٹھیک
کھنچ گئی معرکۂ جنگ مین جب میان سے وہ
یکدم مین صفِ اعدا کو کیا دو ٹکڑے۔

ہو ہر اک قطرے مین دریا سے سوا پھیلاوٹ
شیر کو دُرّے لگائے شلم گاؤ کی بٹ
کر دیا کیا تری چٹکی نے مسل کر سلیٹ
بن کے چوبِ شجر طور سے آئی ڈیوٹ
معتبر جیسے ہے اخبار مین اخبار گزٹ
جتنی پریان ہین وہ لین تیری بلائین چٹ پٹ
دیکھ لیتی نہین یہ چہرہ اُٹھا کر گھونگھٹ
کیا مزہ دیتا ہے میوے مین جو ہو گدراہٹ
آ گئے خسرو جمشید تو پائی تلچھٹ
ہو ابھی حصنِ فلک گر کے زمین پر چوپٹ
سر کی چوٹ اُسے نہ رُکتی ہو نہ اُسے یا لٹ
مُشک نافے سے سوا اسمین ہی خوشبو کی لپٹ
کوئی مُشکل نہین ایسی کہ وہ جاتی نہین کٹ
اہلِ منطق سے کہو لائے کہان کا جھنجھٹ
زاغ بلبل سے مقابل ہو ہُما سے کھوسٹ
سیار سینگی اُسے دے لاکے جو گیدڑ پاکھٹ
خوف ہنگام سخن ہے کہ کہیں جائے نہ کٹ
جسطرح بیٹھ رہے جام مین مے کے تلچھٹ
بُرج آبی مین ستارون نے کیا ہی جمگھٹ
روحین پیاسونکی ہوئین جمع سمجھکر پنگھٹ
سیکڑون بار چلی پر نہ پڑی یہ کبھی پٹ

رزم مین لیتا ہے بندوق کا توتا یہی نام
بزم مین طوطیِ مینا کو اُسی کی ہے رٹ

اسی معجون سے طبیعت نے بشاشت پائی
دل کی اس حرز یمانی سے گئی گھبراہٹ

عدل وہ ہے کہ زمانے مین نہین ہوُے فساد
ہو تہ تنک جو چھلکیتون مین کبھی ہو کھٹ پٹ

در دولت ہے عجب فیض کی چوپڑ کہ جہان
کبھی پڑتا نہین پانسا کسی تقدیر کا پٹ

آگے ہمت کے ہے یہ دولتِ دنیا کیا مال
لعل و گوہر کو سمجھتا ہے وہ کوڑا کرکٹ

دی عجب پنجہ و بازو مین خدا نے طاقت
امتحان چاہے اگر کوئی تو دے کو وہ اُلٹ

کہو رستم سے کہ کیا جان کے مُنھ چڑھتا ہے
یہ ڈھٹائی یہ دلیری یہ کلیجا جیوٹ

نگہ قہر کرے سنگدلون کو جو رنگ
یہ وہ شمشیر نہین جائے جو پتھر پہ اُچٹ

کب عدو کو ہے چھپتی قسمت سے نجات
آنکھین دولاب مین سر اُسکا ہے چکر سے رہٹ

برق جا کر جو جلاتی ہے عدو کے خرمن
لوُٹتا ہے وہین اُس تیغ سے رعد آکے رپٹ

زشت کیا دشمن کافر ہے کہ ہے اُسکی جگھ
زیست میں خانۂ زندان بس مُردن مرگھٹ

اس جگھ سے مین کرون ہو کے مخاطب تعریف
چاہیے شاہد معنی کی بدل دون کروٹ

نمایانہ ہے اگر نصف خطائی بھی ہو نصف
ایک دروازے کی خاطر ہین مناسب دو پٹ

مطلع
ہین ترے باب حکومت کے دو عالم دو پٹ
مل گئے یہ چار کڑی ایک بنی ہے چوکھٹ

تب بہی اس سے ترے خاک قدم کی اکسیر
چرخ نے ماہ کو دو شق کرکے کہا جب سمپٹ

کیا ترے قہر کا وادی ہے تماشے کی جگھ
پیچ کھاتے ہین بگولے کہ قلا کرتے ہین نٹ

ہر کہاری ہے ہوادار کی صورت مین پری
تخت جم لے کے یہ پریون کا چلا ہے جمگھٹ

زیر فرمان رہے ہر دم جو کہے تو وہ کہے
زال دُنیا کو مناسب نہین اب تریاہٹ

حق تو یہ ہے کہ ترے قبضۂ قدرت کے سوا
مال جو غیر کے قبضے مین ہے وہ ہے تلپٹ

جسکا تو دوست ہوا اُس نے خسارا نہ پایا
خط لکھا جسکو اُسی شخص کی ہنڈی گئی پٹ

حکم تنگی دہن تنگ سے جائے جو نکل
سارا آفاق ہو ذرّہ وہ یہ زمین جائے سمٹ

قصیدہ دیگر

فصلِ گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان بڑھکے رضوان سے ہوا افزون دِماغِ باغبان
ہر طرف گلہاے زنگارنگ گلشن مین کھلے جیسے صبح عید یکجا ہون حسینانِ جہان
خم نہین شاخین درختونکی ہوا سے خاک پر کر رہے ہین سجدۂ شکرِ خداے انس و جان
قم باذن اللہ کہتی آئی گلشن مین بہار جی اُٹھے جو ہو گئے تھے مُردہ دل وقتِ خزان
جھُوم کر آیا ہے ابرِ کوہساری باغ مین رقص مین ہین ہر روش طاؤس ہو کر شادمان
لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آ کر دیکھ لین صاف جلوہ ہی چراغِ طوُر کا مجھ سے عیان
جھُومنا مستونکی صورت ہے درختون کا بجا نکہتِ گُل مین بھی ہی کیفِ شرابِ ارغوان
لالۂ احمر نے یاقوتی کی ڈبیا کی درست نرگسِ شہلا نے رکھی مے فروشی کی دُکان
دارِ بستِ تاک مین خوشے نظر آنے لگے جس طرح جھُرمٹ ستارون کا فرازِ آسمان
سیرِ غنچہ کیون نہ بیحد ہو زرِ گلُ بیشمار رکھتی ہے اکسیر کی بوٹی بہارِ بوستان
ہر روش پر بیٹھی ہے بزاز بنکر خرُمی جسطرف دیکھو کھُلی ہے سبز مخمل کی دُکان
فیضِ شبنم نے دیئے اشجار کو آبی لباس بر مین ہے مردم گیا کے جامۂ آبِ روان
نو عروسانِ چمن کو ہے جواہر کا جو شوق بیچنے فیروزہ آیا ہے چمن مین آسمان
یون ہی جنبش مین ہوا سے ہر نہالِ سایہ دار ہو خرامان جسطرح کوئی حسین دامن کشان
ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی ہر چراغِ لالہ جوشِ رنگ سے ہے گلفشان
جان بھی یونہین پڑی زندہ ہوئی خاکِ چمن ہے دمِ جان بخش عیسیٰ یا نسیمِ بوستان
قمریون کا قول ہی ہم ہیں طیورِ باغِ خلدُ سرو کہتا ہی کہ مین ہون طوبیٰ باغِ جنان
صحنِ گلشن مین نزاکت نے جمایا ہی یہ رنگ مُرغِ بُو کا آشیان ہی شاخِ گلبُن پر کہان
ہی بلندی و درازی اسقدر ہر شاخ مین ہے محیطِ مشرق و مغرب برنگِ کہکشان

حسن تن کے پینے ہی چال قیامت اسکی
ایک ٹھوکر مین ہے یہ قلعۂ نہ در چوپٹ
پاٹ کرلاشون سے میدان کو لیتی ہے جو دم
ملک الموت سے کہتی ہے کہ بول آکے رپٹ
جسکو تاکے وہ کبھی جان نہ چھوڑے اُسکی
ہو سپر چشمۂ حیوان تو کہے دُور ہو ہٹ
وصف رہوار سبکرو کا کرے کیا کوئی
چال دُلدُل کی تو ہے رخش کی صورت جوٹ
شب مہتاب سے کم منھ پہ نہیں اندھیاری
بلکہ زیبا ہے اگر کہتے دُلہن کا گھونگھٹ
دامن شاہد کنعاں ہی ہر اک دامن زین
سر پہ کلغی کہ کنہیا کا ہے یہ مُور مُکٹ
شرق سے غرب میں پھر غرب سے آئے سوئے شرق
دم میں سو بار جو راکب اسے پھینکے سرپٹ
وقت رفتار کبھی رہرو خفتہ کی طرح
ہو نہ راکب کو خبر راہ سفر جائے کٹ
ورق گنجفہ سان ساتھ پھرین لیل و نہار
گشت کے وقت کرے یہ جو اُلٹ اور پلٹ
ایک ہی تاپ میں ہو جائیں دو عالم برہم
ملکے چودہ طبق ارض و سما ہون غٹ پٹ
فیل خرطوم میں لیکر جو زمین کو پھینکا
آندھی آجائے سیہ جائے فلک گرد میں اَٹ
دم رفتار اُسے خضر بھی دیکھین تو کہین
دست صرصر سے گیا پردۂ ظلمات سمٹ
زور سا زور ہے کچھ پانوں میں اُسکے جوڑے
عرش آئے ابھی زنجیر کے ہمراہ گھسٹ
کمر کوہ سے کیونکر ہو تحمل اس کا
پانوں رکھدے یہ اگر گاؤ زمیں لے کروٹ
ہے کشادہ دہن اس کا کہ در باغ ارم
دونون دندان ہیں کہ موتی کے ہین گویا دوپٹ
اس جسامت پہ کہ ہے صورت اندیشہ جسیم
چشم سوزن سے نکلجائے اگر جائے سمٹ
لیلۃ القدر رکھا اب نام قصیدے کا امیر
کہہ یہ خامہ سے کہ مصروف دعا ہو جھٹ پٹ
ملک و دولت کی ترقی ہو الٰہی ہر روز
سجدہ گہ سارے زمانے کی رہے یہ چوکھٹ
حل ہون ممدوح کے ہاتھون سے مہمات جہان
در دولت پہ رہے اہل غرض کا جمگھٹ

نفس چند جو باقی ہون مری زیست کے بھی
انہین قدمون کے تلے جائین پڑے لطف سے کٹ

مطلع ثانی

شش جہت مین ہی جو یہ خورشید یکتا ہے جہان
گرد پھر پھر کر فدا ہوتے ہین ساتون آسمان
حبذا وہ چشم ہو جسکو قدمبوسی نصیب
حبذا وہ سر جو ہو صرف سجود آستان
ہی خوشا وہ سرزمین جائین جدہر اُسکے قدم
اے خوشا کشور پھرے جسکی طرف اُسکی عنان
مرحبا اُسکو جو صبح و شام ہے اُسکا مطیع
آفرین اُسکو جو روز و شب ہی اُسکا مدح خوان
ہے وہی دل جسمین ہی اُسکی محبت کا مقام
ہی وہی سینہ ہو جسمین اُسکی اُلفت کا مکان
رستمی مین رشک رستم زور مین افراسیاب
اعالی مین حاتم عدل مین نوشیروان
طفل مکتب ہی ارسطو وہ جہان کے درس علم
روبرو اُسکے فلاطون عامی کج مج زبان
شان دارائی کرے نظارہ دارا سے کہو
شوکت و اقبال کو دیکھے سکندر سے کہان
فی الحقیقت ختم ہے اُس پر رعایا پروری
اقعی ایسا ہنر مندون کا کہان ہے قدردان
دستگیری کی ضعیفون کی تو ہی بازو ہوئے
حق یہ ہے محنت نہین جاتی کسی کی رائگان
شہرۂ بخشش سے خلقت ہے در دولت پہ جمع
جیسے مسجد مین مصلی آتے ہین سنکر اذان
آکے اُسکے سامنے مقصود کو پہونچے وہ پیر
ڈھونڈھتے تھے موسم طفلی سے جو بخت جوان
قلب روشن ہے وہ آئینہ کہ جسمین مثل عکس
صاف آتے ہین نظر اشکال اسرار نہان
شہر گلشن بتکدہ میخانہ مسجد خانقاہ
سب ہین خالی در پہ اُسکے جمع ہو سارا جہان
دامن لطف و کرم جبتک نہ تھا اُسکا دراز
تھا سفینہ آرزوے خلق کا بے بادبان
خاک کو اُسکی نگاہ مہر کر دیتی ہے زر
جیسے نخل تازہ اعجاز نبی سے استوان
عہد نصفت مہد مین سرکش نظر آتے نہین
خوف کہانے ہی آتش سنگ و آہن مین نہان
جسطرف چاہے اُسے پھیرے اُسے ہی اختیار
ابلق ایام کی ہی دست قدرت مین عنان
زور بازو سے توانا سے کبادہ ہو گئی
پہلوانون سے نہ کھنچ سکتی تھی جو مطلق کمان
ہمت عالی سے ہین جو لہائے عالم مطمئن
ہے عصائے پیر حرز طفل شمشیر جوان

پائے گر سورج مکھی کے سایہ مین تھوڑی جگہ
بھول جائے مہر جنبش مثل قطبِ آسمان
چودھوین کا چاند ہی جو چاندنی کا پھول ہے
چادرِ مہتاب ہی فرشِ فضائے بوستان
سیر کو جو آئے اُسکا ناف آہو ہو مشام
گیسوئے مشکین سنبل بسکہ ہے عنبر فشان
دیدۂ بیدار نرگس کا تو کیا مذکور ہے
خواب مین کرتا ہے سبزہ سیر گلزارِ جنان
ہے تبسم غنچۂ گل کا کہ تیغِ آبدار
نوک کی لیتے ہین کانٹے یا چھوتے ہین سنان
جسطرف دیکھو زرِ گل باغ مین انبار ہی
شکل فوارہ اگلتی ہی زمین گنجِ نہان
غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکرِ احسانِ بہار
وہ زبانِ بیدہن ہے یہ دہانِ بیزبان
اسقدر جوشِ طراوت ہی عجب کیا ہے اگر
یاسمین پیدا کرین گر گڑ کر زمین مین استخوان
قطرۂ خون کے عوض نکلین گل و یاقوت و لعل
نشترِ فصاد اگر کھولے رگِ سنگِ گران
ہی عجب فیضِ ہوا پیکان کے غنچے کھل گئے
تر ہے چوبِ خشکِ ناوک بارور شاخِ کمان
مصر کا بازار کہئے باغ کے بازار کو
گل ہی یوسف گرد اُسکے بلبلون کا کاروان
مومن و کافر سے کہدو آئین سب گلزار مین ق
عمر کرتے ہین عبث دیر و حرم مین رائگان
جسکی کرتے ہین پرستش جسکی کرتے ہین طلب
اُن مکانون مین ہی پوشیدہ نہان ہر سو عیان
آئنہ خانہ ہی گلشن آئنہ ہے برگ برگ
جلوہ گر ہے ہر طرف رنگِ بہارِ بیخزان
گرچہ صحن باغ میں ہر سال آتی ہے بہار
اور آتا ہے نظر رنگِ زمین و آسمان
ہی سبب اسکا کہ ان روزون ہوا مسند نشین
سروِ گلزارِ ریاست صاحبِ بخت و جوان
منبعِ جود و سخاوت معدنِ لطف و کرم
ماہِ اوجِ چرخِ قدرت مہرِ اوجِ کن فکان
تخابِ صنعِ حق عالی نسب والا حسب
روحِ جسمِ انس و جان فخرِ زمین و آسمان
نام نامی وہ کہ ہو سب کے نگینِ دل پہ نقش
نامور **کلبِ علیخان** بہادر نوجوان

سُن کے وصفِ پاک کا دل نے ارادہ جب کیا
بے تکلف آگیا مطلع یہ بالائے زبان

ابرو و مژگان سے آگے سرکشی کس کی چلے
جھک گئی ہر تیغ پر خم تیر سے نکلی کمان

دونون آنکھین دیکھ لین جسنے سعادت کی حصول
مشتری و زہرہ کا گویا نظر آیا قران

چاہتا ہے غنچہ توصیفِ دہن پر کیا کرے
نطق ہو سکتا نہین جب پھول جاتی ہے زبان

کیا قد و رخسار سے تیرے مقابل ہو سکین
گُل گریزان مثلِ بُو ہے سرو ہے سرو روان

ساعدِ سیمین کو کوئی شمع سے دے کیا مثال
یہ سراپا مغز ہے اور وہ سراپا استخوان

مہر و مہ کو ہے قدمبوسی کا ایسا اشتیاق
سر جھکاتے ہین زمین پر پانون پڑتا ہے جہان

حسن مین تجھسے سِوا وہ ماہ کنعان کو کہین
کھول کر بیٹھے ہین جو ایمان فروشی کی دکان

تیرے آگے کر سکے کوئی حسین کیونکر کلام
خال لب اسکا ہے خجلت کے سبب مہر دہان

کیا ہوا گر تو زمین پر ہے فلک پر آفتاب
وہ سُبک پلّہ ہے تیری حسن صورت کا گران

کسقدر دریا تری دریادلی کا ہے وسیع
مثلِ نیلوفر نظر آتا ہے جس مین آسمان

کون عالم مین جمالِ پاک پر عاشق نہین
مال و زر منعم فدا کرتے ہین مفلس نقدِ جان

حکم محکم وہ کہ جس سے ملک ہے رونق پذیر
باغ کو آراستہ کرتا ہے جیسے باغبان

رزق تو نے اسقدر سب اہلِ عالم کو دیا
اٹھ گئین ساری نزاعین تھین جو باہم بہرِ نان

تھی جو باہم بہرِ رزق خونریزی کسی جا وہ نہین
آسیا کرتی نہین اب دہر مین کارِ فسان

ہو گئے منعم جلاتے ہین وہ اب مجمر مین عود
تھا غنیمت جن غریبونکو زمستان کا دھوان

کوئی عالی منزلت تجھ سا زمانے مین نہین
چرخ ہفتم ہے ترا ایوان زحل ہے پاسبان

ہے عجب تیری مسیحائی کی مسجد جانفزا
صبح اٹھ کر مرغ بسم اللہ دیتا ہے اذان

خلق پر وہ مہربان ہے خلق تیری خیرخواہ
تجھ مین خلق اللہ مین گویا خدا ہے درمیان

ق
جو ترا دشمن کہ کرتا ہے عداوت بیمزد
مثلِ شیطان ہے وہ مردودِ خدائے انس و جان

کچھ نہین تعزیر کی حاجت کہ دانے کی طرح
پیس ڈالیگی اُسے خود آسیائے آسمان

شامتِ اعمال سے جلتا ہے نارِ قہر مین
تیرہ بختی اسکی ہے اُس کو جہنم کا دھوان

ذکر خط کیا خط پیشانی کو پڑھ لین کم سواد
کیا ہے شمع راے روشن کی تجلی پر
بزم عالی روضۂ جنت سے ہرگز کم نہین
ہو جسے جس چیز کی خواہش ملے اس بزم مین
حکم ہے عالی دماغی کا شبستان مین یہی
ہے رواج شرع ایسا عہد نصفت مہد مین
دست و پا گم کردہ ہیبت سے فقط مطرب نہین
بتکدے تھے جس جگہ اسجا بنی ہین مسجدین
قلزم ہستی سے ایسی رسم ایذا اٹھ گئی
ف گر اسکے تصدق مین نہو ہنگام صبح
دیدۂ انصاف سے دیکھو تو باغ دہر مین
اور اک مطلع سناؤن جسکا مضمون ہے صحیح

بہر کحل چشم لیجائین جو خاک آستان
جب زبان بھی شمع طور کا ہو ہمزبان

رنجہ ا

ڈھونڈھے گر عاشق تو یان معشوق کا پائے دہان
نکہت گل بن کے نکلے شمع محفل کا دھوان
پوست کھنچا جائے می کھینچے اگر پیر مغان
تار باجے ہین تن مین پوست ہو یا استخوان
جسجگہ ناقوس بجتے تھے وہین ہے اب اذان
خار ہین جزو تن ماہی بجاے استخوان
پھر گل خورشید مین ہو کون ساخ زعفران
ہے بہار اسکی عنایت قہر ہے اسکا خزان
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہے یقین کیسا گمان

مطلع ثالث

تیری مرضی کے موافق کیون نہو دور جہان
تابع حکم معلیٰ ہین زمین و آسمان

آستان تیرا ہے اے عالی مکان وہ آستان
بہر سجدہ جس جگہ جھکتا ہے فرق فرقدان

کاتب قدرت نے جب تیرا خط ہستی لکھا
دے لیے انجم کے نقطے جب براے امتحان

کلک قدرت نے کوئی کھینچی نہین ایسی شبیہ
گو کہ تصویرین ہزارون ہین مرقع ہے جہان

آنکھین نرگس سرو قد رخسار گل غنچہ دہن
یہ وہ گلشن ہے کہ خود جسکا خدا ہے باغبان

دیدۂ حق بین ملے ہین تجھکو گوش حق نیوش
دل ہے دریا ظرف عالی طبع صافی نکتہ دان

وصف رخ روشن بیان سے بھی ہو سکتا نہین
شمع کی صورت فقط کہنے کو رکھتے ہین زبان

دونون رخسارون کی لکھین ہم جو کاغذ پر صفت
ایک صفحہ ہو گلستان دوسرا ہو بوستان

اسقدر مست مئ حُسن کہ سر سے سر دوش
آئنہ آتا ہی حضور
شانہ و آئنہ ہین بسکہ مصاحب دونون
آئنہ شانہ سے کہتا ہے کہ سر چڑھ نہ بہت
دیکھ مجھکو کہ جگہ گو کہ ہے زانو پہ مری
مرتبہ جو ہے مرا تجھکو وہ حاصل ہی کہان
کونسی بزم مین ہوتی نہین حاجت میری
آبداری کا مرے سامنے دعوی جو کرے
یُمن ہے اہل جہان کو مرا نظارۂ رُخ
صافیِ قلب سے پایا ہے یہ رتبہ مین نے
آب و نان مجھکو نہین ہی کسی مہمان سے عزیز
نہین کہتا ہون لگی حال بد و نیک مین کچھ
مجھسے بھی عقدۂ نیرنگ جہان کھلتا ہے
بزم عالم مین فقط وجہ سے میری یاتنک
مجلس خاص نبیؐ مین بھی رسائی میری
وہ صفائی مجھے حاصل ہی کہ ہر دل ہون عزیز
ہاتھ سے دامن دولت نہ کسی دم چھوٹا
اہل تنجیم کی آنکھون مین بھی ہی قدر مری
بولتا ہے مری تائید سے طوطی اسکا
خاکساری ہی ان اوصاف پہ مجھ مین ایسی
ایک تو ہے کہ نہین تجھ مین ترا نام کو نور

رہا ڈھلکے دوپٹہ نہین اتنی بھی خبر
بنتے ہین گیسو و رُخ کرتے ہین جو بن پہ نظر
ایک سے ایک نے باندھی ہی رقابت یکسر
مُنھ کی کھائے نہ کہین چاک نہ تیرا ہو جگر
حیرتِ حسن سے ٹھہرے کیطرح ہون ششدر
صاف طینت ہون صفائی کا ہے مجھ مین جوہر
خانہ بر دوش ہون پر دلمین امیرونکے ہے گھر
روبرو صاحبِ انصاف کے جھوٹا ہو اگر
دیکھتے ہین مجھے جب دیکھتے ہین ماہ صفر
چاندی سونے کا دیا ہے مجھے اللہ نے گھر
دشمن و دوست کے مُنھ پر ہے کشادہ مرا در
صاف کہدیتا ہون آتا ہے جو کچھ پیش نظر
جم کو دیتا ہے اگر جام زمانے کی خبر
نام روشن ہے چراغ لحدِ اسکندر
ابتدا سے مرے طالع کا ہے روشن اختر
جتنے اصحابؓ تھے رکھتے تھے مجھے پیش نظر
اہل دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
ہون کبھی مشتری و زہرہ کبھی شمس و قمر
ورنہ طوطی مین کہان ہی کوئی سرخاب کا پر
غازۂ چہرہ نہین اور بجز خاکستر
دل آسا ترے طالع کا سیہ ہے اختر

کون ہی تجھسا دلاور مرد میدان روز جنگ
روح رستم مانگتی ہی آجتک جس سے امان
تیغ تیرے ہاتھ مین وہ برق آتشبار ہے
جسکا لوہا مانتے ہین سب شجاعانِ جہان
چشمِ عزرائیل سے جوہر نہین کچھ اسمین کم
ہی طمانچہ موت کا بیشک یہ تیغِ خونچکان
دشمنون کے سر گراتی ہے تری شمشیر یون
نخل سے جھڑتے ہین پتے جیسے ہنگامِ خزان
رعشہ ہے مریخ کے تن مین رخ خورشید زرد
رنگ دہشت سے بدلتا ہی وہ ترکِ آسمان
حشر برپا جنگ مین جبدم کرے آواز تیغ
صور اسرافیل اور آکر ملاے ہان مین ہان
کسطرح دم مین سر و گردن کا جھگڑا چک نجائے
جب قدم اس تیغ کا مثلِ حکم ہو درمیان
تیر چھوٹا شست سے جب موت کا آیا پیام
ہے درِ ملکِ عدم گویا کہ کھنچنے مین کمان
جانِ دشمن خاک نیزے کی سنان سے بچ رہے
ہے دمِ ہیجا زبانِ اژدرِ آتش فشان
تیزیِ اسپِ سبکرو آئے کیونکر عقل مین
تنگ ہی ہنگام جولان عرصۂ کون و مکان
ہاتھ راکب کا جو ہل جائے یہ ہو صرصر قدم
تازیانے سے نہین کم اس کو تحریکِ عنان
تاہدف پہونچے کمان سے چھوٹکر جبتک کہ تیر
دو کرے یہ ربعِ مسکون ششجہت ہفت آسمان
تا کجا طولِ سخن اب ہے مناسب اختصار
کس سے ہو سکتا ہے اوصافِ معلّیٰ کا بیان
جب تلک روشن رہین افلاک پر خورشید و ماہ
جب تلک گردش کرے روے زمین و آسمان
جب تلک ہو سنگ سے پیدایش یاقوت و لعل
جب تلک شاخون سے غنچے گل ہون غنچون سے عیان
مثلِ گل احباب تیرے اس چمن مین سرخرو
روے دشمن زرد یارب صورت بادِ خزان

قصیدۂ مدحیہ مشتملِ مناظرۂ شانہ و آئینہ

مژدہ اے اہلِ تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر
بزمِ عشرت مین ہوے جمع حسین رشکِ قمر
صرفِ آرایشِ زینت ہین حسینانِ جہان
بدلے جاتے ہین لباس اور مرصع زیور
بدھیان پھولون کی ہین زیب فزاے ہر دوش
دست و پا مین ہے حنا سرمہ ہی منظورِ نظر
کرتیان ہین شکم صاف پہ اونچی اونچی
بند انگیا کے کسے زلف رسا تا بہ کمر

صاحبِ ریش نہ جبتک کہ کرے شانہ کشی
اُسمین بھی نقص ہو شانے کا نہ ہے عز و شرف
تو نہ مانے تو نہ مانے مجھے کیا پروا ہے
سوچ تو دل مین ذرا عیب ہین تجھ مین کتنے
سوجھتا خاک نہین کور دلی سے تجھکو
رو برو اور ترا حال ہی غیبت مین کچھ اور
چشمۂ آب تو ظاہر مین ہے باطن مین سراب
خود نمائی کے سوا تجھ مین نہین کچھ بھی صفت
صاف بین ہی مین الامس کہ شب کور ہی تو
نہ جمے پر نہ جمے شکل جو ہو ذہن نشین
قصہ کوتاہ زیادہ ہوئی دونون مین جو بحث
آئینے کا تو رخِ صاف طرفدار ہوا
لشکرِ روز تو زیرِ علمِ خسرو رخ
اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پرتوِ مہر

[illegible]

پیر گردون نے کہا طرفہ قیامت آئی
بیچ مین پڑ کے کہا خوب نہین ہے یہ فساد
حق مین دونونکے یہ اولی ہے کہ پاس اُسکے چلو
کون وہ **کلب علیخان** بہادر نامی
نقش پا تاج شرفِ مہر سرِ چرخ بلند
فکر کی اسپ معنی مین جو مہمیز دل نے

ہو نہ حاصل شرفِ پیرویِ پیغمبر
جل شانہ ہی جو توصیفِ خدائے اکبر
عیب مین جو ہے اُسے کب نظر آتا ہے ہنر
سادہ [illegible] دریدہ دہن و بدگو ہے
سخت جان تیر درون اصل ہی تیری پتھر
صاف عالم کی دورنگی کا ہے تجھ مین بھی اثر
دعوے کے پیاسونکو دیا کرتا ہے تو شام و سحر
سادہ لوحی کے سوا تجھ مین نہین کوئی ہنر
شبِ تیرہ مین تجھے کچھ نہین آتا ہے نظر
نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل مین اگر
تھے جوان دونون کے حامی انھین بھیجی یہ خبر
باندھلی زلف نے شانے کی حمایت پہ کمر
فوج شب بادشہ گیسوئے پرچین کی سپہ
اک طرف شام ہوئی ایک طرف نورِ سحر
لشکرِ لالہ و گل جانبِ روئے انور
اب کوئی آن مین ہوتا ہے جہان زیر و زبر
صلح اِس جنگ سے ہر ایک طرح ہی بہتر
صاحبِ حکم جو ہے مہرِ عدالت گستر
منبعِ جود و سخا زیب دہِ علم و ہنر
خاک پا سرمۂ بینائیِ چشمِ اختر
تانی کبھی زبان کے اوپر

یادہ چوب جگر چاک دنی بے قیمت
سا بیٹا ہو سیمین کا وہ توڑین
ہا عدو بزم ادب کا بیچ
پنجہ شل سے نکلتا نہین ہر گز
بال یون منھ مین ترے ٹوٹ کے رہجاتا ہے
کرکری تیزی دندان سے ہوئی اور تری
کشمکش نے تری کانٹون مین گھسیٹا ہی مجھے
سوز بانین ہین ترے منھ مین تو حاصل کیا ہی
اس لیاقت پہ یہ دعوی تجھے کیا مال ہی تو
کچھ بھی غیرت ہو تو پانی مین کہین ڈوب مرے
صاف صاف آئینے نے بڑھ کے کیا جب یہ کلام
کھپ گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر
ہمہ تن ہو کے زبان کہنے لگا یون سر دست
رتبہ میرا تجھے معلوم نہین سن مجھ سے
ہے حسینون مین رسائی تری گا ہے گلے ہے
راتدن خندۂ شادی سے عیان میرے دانت
میری ہی شکل سے مقبول دل عالم ہے
کہتے ہین پنجۂ مژگان کو جو شانہ شاعر
ہے جو لبریز عسل شانۂ زنبور عسل
کی ہے تشدید نے پیدا جو شباہت میری
شانۂ عاج کبھی شانۂ شمشاد کبھی

چار پیسے کو جسے مول نہ لین اہل ہنر
دانت دینے لگین ایذا تو شکستہ بہتر
پیش چلنے نہ تری ایک کرین زیر و زبر
خشک ہو شاخ تو اُس سے نہین اُمید ثمر
جسطرح شانۂ ضحاک مین تھا سانپ کا گھر
جسمین دندانے پڑین تیغ ہے وہ بے جوہر
پہلوؤن مین ہین ترے خار ادھر اور ادھر
گنگ کی طرحسے خاموش ہو تو آٹھ پہر
کہ چڑھے لالہ رُخان سمن اندام کے سر
ایسی ذلت سے تو ہے خاک مین ملنا بہتر
غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
موئے تن راست ہوئے تیر کی صورت یکسر
منھ بنا چاہیئے عاقل کو تعلی سے حذر
منحصر ہے صفتِ عقدہ کشائی مجھ پر
کوچۂ زلف مین میری ہے جگہ آٹھ پہر
اپنی تقدیر کو روتا ہے تری آنکھ ہے تر
پنجہ مرجان کا ہو یا پنجۂ خورشید سحر
اُسکو آنکھون پہ جگہ دیتے ہین ارباب نظر
اس عذوبت کا سبب نام کا میرے ہی اثر
لفظ اللہ مین شامل ہے وہ کر خوب نظر
شانہ مین دیکھتے ہین فال تو پاتے ہین ظفر

گوش گل مین ابھی ہو جائے سماعت پیدا
دیدۂ نرگس شہلا کو ہو یارائے نظر
وہی حق بین ہو جسے اُس رخ روشن کی ہو دید
وہی حافظ ہے جسے مصحف رب ہو ازبر
بھول کر دے جو کوئی اُس دُرِ دندان سے مثال
لعل آسا رخ گوہر ہو خوشی سے احمر
سایۂ قد مین ہو آرام سے سب خلق جدا
ہے علمدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر
اُسکی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا مین شامل
تابش برق کی جا ابر سے ہو بارش زر
شست سے تیر جو چھوٹے تو ہون نسرین شکار
نر مریخ جدا ہو جو وہ کھینچے خنجر
اُسکی ہستی سے ہوئی خلق مین پیدائش خلق
کہ چمکتا ہے کہین رنگ عرض بے جوہر
ملک دانش مین ہو کیا جہل کے یاجوج کا دخل
قوت عقل سے کھینچی ہے سد اسکندر
تیغ ایما سے ہوا بند ہر ایک تیغ کا دم
تیر فرمان سے ہوئے قطع ہر اک تیر کے پر
ہو شرر مورد آفت جو جلائے پنبہ
شمع روشن جو بجھائے ہو معاتب صرصر
حال احرام یہ ہے رائے منور کے حضور
جیسے ذرات زمین عاشق مہر انور
بادۂ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے
عمر مے کش کا جو لبریز ہوا ہو ساغر
تیغ وہ تیغ کہ کہتے ہین جسے برق اجل
قتل کفار کا جسمین ہے ازل سے جوہر
جنگ مین کرتی ہے یہ تیغ سپر دو ٹکڑے
جس طرح چرخ پر انگشت پیمبر سے قمر
ہو جو اونچی تو کرے شیر فلک کو جو رنگ
ہو جو نیچی تو کرے گاو زمین دو پیکر
اسطرح جنگ مین سر تن سے گراتی ہے یہ تیغ
نخل سے گرتے ہین جس طرح کہ آندھی مین ثمر
دو ہی چالون مین کیا چار عناصر کو مطیع
چار حملون مین مسخر ہوئے ساتون کشور
تیز وہ صورت خورشید ہو توسن کہ جسے
باختر سے ہے طریق دو قدم تا خاور
دامن زین نہین اُڑتے ہین ہوا سے دم سیہ
کسی طائر نے یہ پرواز کو کھوئے شہپر
تیز تر ماہی دریا سے میان دریا
گرم رو مرغ ہوا سے بھی ہوا کے اندر
آب نرمی مین تو گرمی مین وہ آتش سے سوا
خاک سے اصل مگر تیز ہوا سے بڑھکر

مطلع

حکم اسکا جو کرے بخشش حفاظت کی بہم
عود آتش مین سلامت ہے پانی مین شکر
جس چمن مین نہ ہوا اسکی حفاظت کی پچ
شاخ آرہ ہو درختون کے لیے برگ سبز
پرتو مہر سے اسکے ہو زمین چشمۂ مہر
شعلہ قہر سے اسکے ہو فلک خاکستر
چرخ کہتے ہین جسے ہو در دولت کی زمین
عرش کہتے ہین جسے لوگ وہ ہی کرسی زر
کاہ فربہ اثر لطف سے ہو صورت کوہ
قہر سے کوہ پر کاہ کی صورت لاغر
دست ہمت نے یہ تقسیم کیا مال جہان
لعل کہسار مین باقی ہین نہ دریا مین گہر
پانون جنگاہ مین رکھتے ہی عدو کی ہو شکست
سرو قد روز وغا ہو علم فتح و ظفر
ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ منہ موڑے
دل جو سہراب کا رکھتا ہے تو رستم کا جگر
صاحب علم جو ہین مدرسۂ عالم مین
سب وہ مشتق ہین فقط ذات معلی مصدر
وہ کرے مہر جو فرمان قضا ہو جاری
دستخط اسکے ہین طغرائے منشور ظفر
ذرہ صحرائے عنایت کا ہے ربع مسکون
قطرہ دریائے لطافت کا ہو چرخ اخضر
صاحب تخت جو رکھتا ہے جدائی اس سے
مثل طاؤس جدا سر سے ہے اسکے افسر
ی کرنے لگین دیندار پرستش اسکی
بت جو سنگ در عالی سے تراشے آذر
بخشش عام کی توصیف ہو دریا دریا
ہمت خاص کا آوازہ ہے کشور کشور
فیض کہتے ہین اسے جس نے جو مانگا پایا
گل دیے اس نے زمین کو تو فلک کو اختر
سیکڑون وصف ہین کس کس کا بیان کوئی کرے
ایک شمہ نہو کاتب جو لکھے سو دفتر
رائے روشن نے جہان سایۂ عالی ڈالا
جرم خورشید جہانتاب ہوا حلقۂ در
لوگ کہتے ہین کہ ہے مہر کے پہلو مین ہلال
تیغ ہوتی ہے کسی روز اگر زیب کمر
دست ہمت مرے ممدوح کے ہین دو چشمے
سکو کہتے ہین جو تسنیم تو اسکو کوثر
واہ جان بخش ہے کیا مجلس عالی کی ہوا
رف صحن گلستان ہو اگر اسکا گذر

عجب فرش عجب روشنی عجب شب ماہ
ہر ایک جھاڑ سے فوارہ ہائے نور کا جوش
بزرگ ایک بعز و وقار صدر نشین
ملک خصال فرشتہ جمال و خرقہ پوش
خدا شناس خدا رس ادھر ادھر کچھ لوگ
زبان پہ ذکر خدا دل مین معرفت کا جوش
جو لوگ سامنے بیٹھے تھے سب وہ صاحب علم
وحید عصر فرید زمانہ صاحب ہوش
یہ رنگ دیکھ کے ایسا ہوا مین رعب سے زرد
کہ سمجھے سب کوئی وارد ہی زعفرانی پوش
سلام کرکے ہوا مین شریک صف لیکن
ہوئے حواس سراسیمہ صورت مدہوش
کمال مجھکو پریشان و مضطرب پا کر
کہا یہ مجھ سے مرے ہمنشین نے گوش بگوش
کہ ہے یہ صدر نشین پیر و مرشد عالم
زمین ہی تاج سر آسمان تہ پاپوش
فراخ حوصلہ **عبد الرشید** مولانا
تمام اہل معارف ہین جسکے حلقہ بگوش
یہ اِس چپ جو ہین بیٹھے ہوئے ملک صورت
مرید خاص ہین اسکے شراب عرفان نوش
یہ روبرو جو ہی صف انہین سب ہین اہل کمال
بغور دیکھ ذرا ان مین کھول دیدۂ ہوش
یہ ہین ظہوری و طغرا و عرفی و فیضی
یہ ہین نظامی و جامی جو بیٹھے ہین مدہوش
یہ شیخ سعدی رح ہے جسنے کہ چشم روشن کو
کیا ہی نظم گلستان کی بیت مین خس پوش
منیر و بیدل و آزاد و صائب و شوکت
غنی کلیم سوا انکے اور بھی ذی ہوش
طلب ہوئے ہین جو یہ لوگ اسکی وجہ یہ ہے
زر سخن کسی کامل کا ہو گا زیور گوش
مرید ایک ہے اِن مقتدا کا خاص الخاص
وہ مست بادۂ عرفان یہ پیر بادہ فروش
مہینہ تاجور شہر مصطفے آباد
مطیع شرع نبی متقی عبادت کوش
جناب **کلب علیخان** بہادر ذیجاہ
جو آنکھ اسکی ہی حق بین تو گوش عذر نیوش
سحاب فیض غبار قدم ہے ہاتھ تو کیا
جو کوس فوج ظفر موج ہی وہ رعد خروش
صلاے ضربت شمشیر وہ کہ سنکے جسے
اکھڑسے ہون کان ہزبرونکے صورت خرگوش
بلند مرتبہ ایسا کہ جسکے مطبخ مین
طبق زمین کا ہے خوان آسمان سرپوش

گردش دیدۂ راکب اُسے چلنے مین عنان
تازیانہ دمِ رفتار اُسے تارِ نظر
بس امیر آگے نہ بڑھ روک عنانِ خامہ
عذرِ تقصیر ہے لازم دمِ اظہارِ ہنر
پانون اس راہ مین قاصر ہین سرِ عجز نگون
مدح ممدوح حقیقت مین نہین حدِ بشر
ہاتھ اُٹھا بہرِ دُعا جلد کہ ہے وقتِ دعا
وا فرشتون نے کیے دیر سے ابوابِ اثر
جب تلک لالہ و گل سے ہی گلستان کی بہار
جب تلک چرخ پہ ہے جلوۂ خورشید و قمر

نخلِ امید مین یارب گلِ مقصد پھولین
مہرِ اقبال فروزندہ رہے تا محشر

قصیدہ مشتمل بر تقریر بطرزِ تازہ و روشِ دلپذیر

ہوا جو شاہدِ ماہ آسمان پہ جلوہ فروش
عزیز ہالہ پھرا گرد کھول کر آغوش
سوادِ شب مین نظر آئے اس طرح انجم
ٹے ہون گرد مین جسطرح طفل بازیگوش
وہ چاندنی کہ ہوا قلزمِ ضیا موّاج
بسانِ رعشۂ اندامِ رندِ ساغر نوش
نہ شورِ مردمِ بازار تھا نہ بانگِ درا
کہین کہین جو رہا بھی تو پاسبان کا خروش
جوان و پیر و [illegible] رہ پر
برنگِ صورتِ دیبا پڑے ہوئے خاموش
گلوے ناطقہ مین مرسلِ سکوت کا طوق
عذارِ سامعہ پنہان بزیرِ پردۂ گوش
نماز پڑھ کے عشا کی جو مین نے خواب کیا
تو پچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثلِ سروش
جگا رہا ہے مجھے کہہ رہا ہے مجھ سے یہ بات
شتاب اُٹھ کے روانہ ہو کھول دیدۂ ہوش
ہوئی ہے آج مرتّب وہ بزمِ اہلِ کمال
کہ جسمین جمع ہین سب تیز طبع دریا جوش
حکیم و شاعر و نثّار و عالم و فاضل
صفین درست ہین بیٹھے ہوئے ہین دوش بدوش
طلب سے تیری بھی جلدی ہی دیکھ سُن چلکر
نہ ہے رسائی تقدیرِ چشم و طالع و گوش
یہ مژدہ سُن کے مین خوش خوش اُٹھا روانہ ہوا
قبا عمامہ عبا کرکے زینتِ سر و دوش
ہوا جو داخلِ محفل عجب سمان دیکھا
درِ مکان تھا کہ کھولے ہوئے تھی حور آغوش

جو شر کا ہے مصنف اُسے کرے تفویض
کہ دولت ابدی پاے وہ نیاز فروش

اُٹھا جو نامہ رسان بزم ہو گئی برخاست
یہ واقعہ ہے آمیر اپنے شوق کا سرجوش

خداے پاک رسول کریم کا صدقہ
صحابہ جسکے ہین روح القدس سے دوش بدوش

جہان ہمیشہ رہے اُسکی ذات سے روشن
چراغ دولت علیا کبھی نہو خاموش

رہون رکاب سعادت مین مین بھی فارغ بال
مُدام سر بکف دست و غاشیہ بردوش

قصیدہ مشتملہ مضامین تعزیت

سپاہِ اشک کی آنکھون نے کی ہی تیاری
کہو کہ نیزۂ مژگان کرے علمداری

ہجوم غم کا ہوا نیند ہو گئی پامال
وہ آئی آنکھون مین طالع مین تھی جو بیداری

نگاہ دل مین ہی یون صورت جہان سیاہ
کسی مریض پہ جس طرح رات ہو بھاری

زمانہ آپ کو شاید حسین سمجھتا ہے
کہ جانتا ہے سبب فخر کا دل آزاری

پڑین جو داغ کسی دل مین بوستان سمجھے
کہے کہ نہر روان ہے جو اشک ہون جاری

عدم کو جلتے ہین ہستی سے قافلے کیا کیا
یہ شاہراہ شب و روز رہتی ہے جاری

ہر اِک سوار ہے پا در رکاب عالم مین
سمند عمر مین کتنی ہے تیز رفتاری

جو دن کو مرتے ہین ہر شام اُنکے ماتم مین
پہن کے آتی ہے شب جامۂ عزاداری

اجل سے روح رہے تن مین کسطرح محفوظ
نہین ہے قلعۂ آہن یہ چار دیواری

بجا ہے گرم کچہری جو ایسی موت کی ہے
کیا ہے منشی تقدیر نے قلم جاری

اُمید زال جہان سے عبث ہی اُلفت کی
یہ ہند جانتی ہے شیوۂ جگرخواری

اُٹھا ہے آبِ دم تیغ مرگ کا طوفان
جو ایک ڈوب چکا دوسرے کی ہو باری

اِدھر تو تیر اُدھر تن پہ تیغ پڑتی ہے
امان کہان کی بھلا ہو سکے خبرداری

اِدھر مکان بنا اُس طرف مزار کھدا
اِدھر لباس اُدھر ہے کفن کی تیاری

چمن مین ہر گلِ تر اُسکے فیض سے خندان
فلک پہ ماہ ہی ہالے سے اُس کے حلقہ بگوش
وہ نثر خدمتِ مُرشد مین اُسنے بھیجی ہی
کہ نیش اہل حسد کو ہی منصفون کو ہی نوش
نہین ہی دیر پڑھی جائیگی کوئی دم مین
بنین گے کان جواہر درِ سماعت گوش
سُنایہ حال تو تصویر وار بیٹھا مین
لگاکے تکیۂ دیوار مطمئن خاموش
جوان فصیح بیان ایک ناگہان آیا
لیے ہوئے کئی اجزا ورق ورق گلپوش
ملا جو اذن تو کھولی زبانِ سحر بیان
پڑھی وہ نثر مقفے کہ سب کے اُڑگئے ہوش
گل کے طفلِ مضامین زبانِ قاری سے
درآئے دیدۂ حساد مین مع پاپوش
زبان کا قصد کہ جائے فلک پہ شورِ ثنا
پکارتا تھا یہ سینے مین دل بجوش بجوش
کہا کسی نے خوشی مین کسی سے لانا ہاتھ
جو سر سے سر تو لڑے جھومنے مین دوش سے دوش
اُچھالے دستِ زبان نے سر اُسکے وصف مین پھول
زمین تو کیا قفس آسمان ہوا گل پوش
اُچھل پڑے گلِ مضمون تو یہ فردوسی
اُٹھایہ لطف کہ جامی بھی گر پڑے مدہوش
کہین وہ نثرِ نظامی کے نظم سے بہتر
بیان کے نورنے کی شمع انوری خاموش
بھرے ہوئے تھے ہوا مین جو لوگ نخوت سے
یہ رشک سے ہوئے لاغر کہ گھٹ گیا تن و توش
وہ فربہی نہ رہی سُن کے وہ سخن سرسبز
دوا ودم کی ہے جیسے گیاہِ مرزنجوش
خطا پسند ظہوری خطا مقر طغرا
وحید فرطِ غلط شوکت انکسار فروش
کہان جلالِ جلالا و شان برخوردار
زبان گنگ تھی جو لیے گوش عذر نیوش
قتیل کس مین کہ کھینچے وہ اپنی تیغ زبان
کہ ہے سخن کے قلمرو مین ایک دست فروش
جو نثر ختم ہوئی خوش ہوا وہ صدر نشین
ثنا و مدح مین گویا کیے لبِ خاموش
ہوا خوشی مین جو دریاے مرحمت موّاج
منگائی کشتی خلعت جو تھی جواہر پوش
جو بارچے کوئی پوچھے تو ایک سو اٹھتیس
کہیں قبول کے اعداد جنکو صاحب ہوش
زیادہ اسپہ کیا تحفۂ دعا سرِ دست
دیا وہ حاملِ خط کو کہ جاے مثلِ سروش

مٹا ہے نام یہ علت کا دور مین تیرے
سزا ملے جو کہین ابر کو بھی آذاری

ترا خیال جو مجنون کو دے نہ قوت دل
نہو سکے کبھی لیلےٰ کی ناز برداری

رواج صدق کو مدت گذر گئی اتنی
کہ چرخ بھول گیا شیوہ ہائے عیاری

اُکیا یہ دفع ضرر کو کہ تا بکوچہ زخم
نہ ہو سکا گذر بوئے مشک تاتاری

نگاہ لطف نے قوت یہ دی ہی صحت کو
یہ چھپی ہے دیدۂ نرگس مین جا کے بیماری

وہ رعب ہی جو یہ چھایا رہے قیامت تک
دہان صور سے نکلے صدائے بدشواری

وہ عدل ہی کہ کھنچے دار موئے مژگان پر
کرے جو نرگس محبوب مردم آزاری

بدون مین بھی یہ اثر اب ہی حسن نیکی کا
بکین گناہ تو توبہ کرے خریداری

عدو نے لذت دنیا مین مفت کھوئی جان
مگس کو شہد ہوا باعث گرفتاری

جو وقت نزع بھی پانی ترا عدو مانگے
زبان پہ اسکے ہو پانی کی بوند چنگاری

ق پہونچ کے دیدۂ دشمن مین در دکتا ہی
یہان ہے مجھکو سزاوار مردم آزاری

خوشی یہ اسکو ہے ہولی کے کھیلنے مین فقط
لہو ہے رنگ تو ناسور چشم پچکاری

جو سرکشونکی سزائین یہ ہین عجب کیا ہے
کہ سرو بید سے لے عاریت نگونساری

نہین یہ غار زمین نے جو کی ہے سرتابی
پڑے ہین زخم تری تیغ قہر کے کاری

رہی شدید یوہین مجرمون پہ گر تہدید
یقین ہے چھوڑ دے ابلیس زشت کرداری

کسی دیار مین ہو سدّرہ جو حکم ترا
جگہ سے ہل نہ سکے پھر جو رسم ہو جاری

دہن ہو خانۂ زندان زبان شاعر کو
سخن جو رنگ کو پکڑے سمجھ کے بیکاری

حباب ڈالین ابھی پاے موج پر چھالے
خضر جو اسکی ہو ساحل کو تیز رفتاری

یہ باغ دہر مین تر مردگی ہوئی پامال
خزان بہار تلک آئی تو بنکے زنہاری

بجا ہے مدح جو عارض کی ہو نئی ہر بار
کہ سات طرح سے قرآن کو پڑھتے ہین قاری

لکھے صفت کوئی شاعر جو طبع رنگین
تو بیت بیت ہین پھر خود بخود ہو گلکاری

سحر ہوئی ہی کھلا ہے سرا کا دروازہ
وہ خوشخرام ہوئے خاک جنکے ماتم مین
وہ برق وش ہوے آزار کھینچکر معدوم
لحد مین اُنپہ پڑا بوجھ سیکڑون من کا
زمین نے ایک جہان دام مکر مین کھینچا
کہان وہ تاج فریدون کی تھی جو آرایش
کہان وہ عشق زلیخا کہان وہ شاہی مصر
کہو کہ آئین نہ اسکے فریب مین عاقل
یہی حقیقتِ دُنیا ہے تو ہے کیا دُنیا
ہوئی تھی جنکے لیے خلقت زمین و زمان
مسافر اسمین روانہ ہین آنکھ بند کیئے
رچہ پڑتے ہین دنیا مین حادثے دن رات
مگر ہواے خزان آجکل ہے ایسی گرم
فسردہ ہو گئے دونون گلِ ریاض جہان
یہ اک سال مین دو حادثے پڑے ایسا
جہان مین کون ہی جسکو ہوا نہ یہ ماتم
جگر یہ حضرتِ آقاے نامدار کا تھا
جناب **کلب علیخان** بہادر ذیجاہ
لکھوا

مسافرون سے کہو کوچ کی ہے تیاری
زمین پہ سر کو پٹکتے ہین کبکِ کہساری
کہ جنکی خاک پہ روتا ہے ابرِ آزاری
کسی کی جن سے نہ ہوتی تھی نازبرداری
لحد نہین یہ ہے زنبیل بہرِ عیاری
کہان وہ تخت سلیمان کی تھی جو تیّاری
کہان وہ حضرتِ یوسف کی گرم بازاری
کہ باغ سبز دکھاتا ہے چرخ زنگاری
کسی سے کی نہ کریگی کبھی وفاداری
وہی جہان سے گئے پیش حضرتِ باری
عدم کی راہ مین دیکھو ہے کتنی ہمواری
نشستِ گور ہے آخر اُٹھا کے بیماری
کہ صحن باغ ہوا جامۂ عزاداری
بہارِ عمر کی ایکدم مین مٹ گئی ساری
کہ اشک دیدۂ شمس و قمر ہوے جاری
ہر ایک دل پہ پڑا زخم تیغ غم کاری
کہا یہ داغ اُٹھا کر جو مرضیٔ باری
کہ جس سے امن مین ہے خلقتِ خدا ساری
سُنے جو اُسکو تو نیسان کرے گہر باری

مطلع

یہ تیرے عہد مین رائج ہوئی سبکساری
کہ بُت سے کر نہین سکتا ہے شیخ دل بھاری

واہ رے نشو گل و لالہ اگر عکس پڑے
خونِ لعل آئے رگِ کوہِ بدخشان سے نکل

سخت حیران ہون کہ دیوار کو دون کس سے مثال
کہون آئینہ تو آئینہ مین اتنا نہین دل

دستِ مژگان سے سنبھالے تھین نگہ کو آنکھین
پھر بھی دیوار یہ جب چڑھتی تھی جاتی تھی پھسل

لالہ آتا تھا نظر یون پسِ دیوارِ چمن
جسطرح شیش محل مین کوئی روشن مشعل

خطِ گلزار سے ہر گل پہ یہ مصرع تحریر
نقشِ ثانی ہی یہ فردوس ہے نقشِ اوّل

طوبیٰ و سدرہ کی شاخین پئے تسلیم ہین خم
عرش تک فرش سے ہی بادِ بہاری کا عمل

ہی یہ تاثیرِ نمو ہاتھ جو مجرم کے کسین
صورتِ دستِ حنا آئین نئے سر سے نکل

قوّتِ نامیہ کا تھا یہ تعلّی سے کلام
طارم پست ہی اس باغ مین چرخِ اوّل

سبزہ کاہکشان غنچہ پروین کیسا
خوشۂ تاک رگِ تاک سے آیا ہے نکل

اور شاخون کا تو کیا ذکر یہ ہے فیضِ نمو
نکلے گر پات مین بھی شاخ تو پھوٹے کوپل

خواب مین دیکھے اگر ترکِ فلک یانکی بہار
شب ہی مین گلشنِ انجم کو کرے مستاصل

کچھ بھی دکھلائے اگر بادِ بہاری نیرنگ
گل ہون گلدان مین انگارے درونِ منقل

ٹکڑے بدلی کے نہ تھے ہندوے سوسن کے لیے
بھر کے آیا تھا وہان چھاگلون مین گنگا جل

نوجوانانِ چمن دھوپ سے کیا کمھلاتے
چتر کھولے ہوئے پھرتے تھے ہوا پر بادل

ہر روش سبزے پہ وان عکسِ گل و لالہ نہ تھا
سیج تھی پھولون کی بالاے بساطِ مخمل

مور تھے رقص مین مصروف برنگِ بطِ
جھومتے پھرتے تھے مستونکی طرح سے بادل

سینے تانے ہوئے پھرتے تھے چمن مین طاؤس
اس تمنا مین کہ لگجائے گلے سے بادل

لڑکھڑاتا تھا جو مستی مین کہین پائے نسیم
غنچہ کہتا تھا چٹک کر کہ خبردار سنبھل

چمن دل مین جو عارف کے چلی وانکی نسیم
گل صدبرگ بنے غنچۂ اسرارِ ازل

سوئے بتخانہ جو پہونچی تھی ہوائے جان بخش
کلمہ توحید کا پڑھنے لگے عزّ و جل

کیا عجب دانۂ اسپند ہو جلکر پھر سبز
کہ دھوان اٹھتے ہی بنتا ہی ہوابر بادل

ہوائے فیض سے تیرے ہو گلستان رِ گلخن
بنے وہ کرمکِ شب تاب اُڑے جو چنگاری

علوِ مرتبہ ایسا تجھے خدا نے دیا
کہ فخر ہے شہ خاور کو کفش برداری

وہ خلق نکہتِ خوش جس سے عاریت لیکر
صبا نے باغ مین رکھی دُکانِ عطاری

لباسِ خاص گنہگار کی خطا پوشی
طعامِ خاص ہے خلقِ خدا کی غمخواری

پڑے جو عکس تری شان عیب پوشی کا
دکھائے جوہرِ آئینہ شانِ ستاری

گہرفشان ہے خلائق پہ بسکہ دستِ کرم
برس رہا ہے عجب ابرِ رحمتِ باری

جو دامِ عشق مین تیرے ہین ہونگے دولتمند
یہ قید حضرتِ یوسفؑ کی ہے گرفتاری

ہوا ہے بسکہ زمانہ ملازمِ سرکار
عدم مین خانہ نشین ہو گئی ہے بیکاری

نہین ہے باغ مین ہر شاخ پر شگوفۂ گل
نکل نکل کے ہوئے ہین یہ جمع درباری

امیر مدحتِ ممدوح ہو سکے کیونکر
نہین ہین ہوش بجا فکر کی ہے بیماری

ترا یہ حال ہے اب تو کہ آسمان تجھسے
کرے جو عیش کا وعدہ تو سہو ہو طاری

گلہ عبث ہے دعا کر کہ ہے یہ وقتِ دعا
اُٹھا کے ہاتھ بدرگاہِ حضرتِ باری

رہے یہ دولت و اقبال حشر تک قائم
ہر اک مہم مین پیمبرؐ کرین مددگاری

بشر کا ذکر ہے کیا بلکہ جن مسخّر ہون
مطیع حکم ملئے ہون خاکی و ناری

قصیدہ در مدح جناب مستطاب معلی القاب آیۂ رحمت ولی نعمت دام اقبالہ

عالمِ خواب مین پہونچا مین عجب باغ مین کل
شجرِ طور کو جس باغ کی کہیئے کوپل

خواب مین سبزۂ خوابیدہ جو وانکا دیکھے
خواب ہو طالعِ خوابیدہ کا خوابِ مخمل

سامنے اُسکے کسی اور چمن کا کیا ذکر
گلشنِ خلد بھی مجھکو نظر آیا جنگل

اک شگوفہ تھا اُسی باغ کا باغِ عشرت
ایک غنچہ اُسی گلزار کا گلزارِ امل

ساغرِ عشرتِ کونین وہین کے دو پھول
میوۂ مقصدِ دارین وہین کے دو پھل

طرفۃ العین مین وہ روشنی پہونچی جو قریب
کھل گیا دیکھتے ہی اُسکو مرے دل کا کنول
دیکھتا کیا ہون کہ ہے بیچ مین اک حور لقا
کچھ حسین گرد ہین آگے ہے فروزان مشعل
گل کھلا فیضِ طراوت سے ہوا کے تازہ
پھول سوسن کا بنا اُٹھتے ہی دودِ مشعل
حور وہ حور جسے دیکھے تو فردوس سے حور
مضطرب نعرہ زنان خاک بسر آئے نکل
فرق سے تا بقدم پیکرِ انداز و ادا
غمزہ و ناز سے ڈالے دلِ عاشق کو مسل
گرمیِ حسن سے رُخسار بھبھوکا ایسا
شمع کی طرح جسے دیکھ کے دل جائے پگھل
چال وہ چال کہ بھونچال ہو جس سے لرزان
چرخ پر مثلِ زمین جس سے پڑے اِک ہلچل
ہو زمانہ تہ و بالا جو وہ ہو تند خرام
ہے یقین جائے زمین پانوُنکے نیچے سے نکل
چھاگلون کے یہی دو حکم تھے وقتِ رفتار
زندہ مرجائین پڑین مُردۂ صدسالہ اُچھل
چوکڑی آہوئے مشکین کو ختن مین بھولے
بال کھولے جو حلب مین وہ دکھائے جھل بل
قطرے کہتے تھے پسینے کے رُخِ گلگون پر
جوش کھاکر نہ حسن آئی ہی چہرے پہ اُبل
ب نازک پہ جمائی تھی بلا کی مستی
اور آنکھونمین لگا یا تھا غضب کا کاجل
ہائے رے ناز لچکتی تھی نزاکت سے کمر
کچھ جو کاندھے سے دوپٹے کا ڈھلا تھا آنچل
پتلیون کا جو اُن آنکھون کی تماشا دیکھا
دلِ نادان مرے پہلو مین گیا اور مچل
تیر پر تیر پڑے دل پہ نگاہین جو لڑین
نیمجان پانوُن پہ اُسکے مین گرا سر کے بل
اور کی عرض کہ اے عشوہ گر و غمزہ فروش
رحم کر رحم بس آئے دلِ مضطر کو نہ چھل
رُخ روشن کی طرح آئنہ تو مجھکو کیا
اپنے گیسو کی طرح کر مرے عقدونکو بھی حل
کونسا باغ ہی یہ کون ہی تو مین ہون کہان
تجھسے وحشت نہین یہ اور ہی حیرت کا محل
متبسم ہوا پہلے تو وہ سرمایۂ ناز
پھر اک انداز سے بولا یہ دکھا کر کس بل
سر اُٹھا پانوُن سے یہ بے ادبی خوب نہین
اچھی صورت پہ گیا دیکھتے ہی خوب پھسل
ہوش مین آ نہین یہ قسم نباتات سے باغ
ہی سراپا چمنِ صنعتِ خلّاق ازل

طرفۃ العین مین وہ روشنی آبجو بھی قریب
نخل مومی کو بھی لے آتے تو لے آتا پھل
قوت نامیہ کے جوش سے آب نکلنے مین
کیا عجب سبزۂ زنگار سے گل آئے نکل
تخم تخم اُس کا شجر بنکے نیا پھل دیتا
ٹوٹ جاتا جو کہین گر کے زمین پر کوئی پھل
پانی دیتا صفتِ دامنِ تر وقتِ فشار
تھا یہ ترسایۂ دیوارِ چمن کا کمل
گردِ گلزار کے ہوتا تھا تصدق خورشید
چاہتا تھا کہ کرے لالے سے دستار بدل
نقش پا تھا صفتِ جام لبالب مے سے
رنگ پھولون سے ٹپکتا تھا کہ آیا تھا اُبل
گلِ نسرین پہ تھا یون عکسِ شعاعِ خورشید
جیسے سونے کو کرین ساغرِ الماس مین حل
غنچۂ لب کا تو کیا ذکر ہے گل ہے کھلتا
عقدۂ گیسوے خوبان جو وہان ہوتا حل
ایکدم بلبلِ سرمست جو ہوتی تھی خموش
جامِ منقار سے آتی تھی مے نغمہ اُبل
دل سے کلفت کو مٹایا یہ صفاے گل نے
زنگ آئینے کا جسطرح مٹا دے صیقل
آگیا گل کی صفائی کا جو بلبل کو خیال
سر بھی بیضے سے نہ نکلا کہ گیا پانون پھسل
آبدار ایسی تھین نہرین کہ مقابل ہو اگر
مین چشمۂ خورشید کے آجائے خلل
نکہتِ گل سے ہر اک موج جوابِ رگِ گل
پرتوِ گل سے حبابِ لب جو رنگ محل
شہد کی نہر روان مثلِ جنان ہوتی تھی
پھول پر بیٹھ کے اُڑتی تھی جو زنبورِ عسل
ہو گیا لوٹ مین سامان یہ آیا جو نظر
پانون کسطرح سنبھلتا کہ گیا دل ہی پھسل
لے اُڑی ہوش مرے حیرتِ نظارۂ باغ
آگیا غش [illegible] غش گرا سر کے بھل
متحیر تھا کہ یارب سے ہے یہ کیسا گلزار
غنچہ ہے تنگ دہن کس سے معما ہو یہ حل
گوشِ گل مین ہے ہولے طرب انگیز بھری
کون سنتا ہے جو پوچھون مین کہ کیا ہے یہ محل
قمریون کو نہین کو کو سے مجالِ گفتا
بلبلون کو نہین نغمون سے کسی شاخ پہ کل
تھا اسی فکر سے دریاے تحیر مین غرق
کہہ رہا تھا کہ زہے صنعتِ صناعِ ازل
ناگہان مجھکو چمن مین نظر آیا اک نور
آنکھ نے دل سے کہا دیکھ کے اُسکو کہ سنبھل

تازہ تر ہونے کا باعث ہی یہ اس گلشن کے   شجر عیش کی پھوٹی ہو نئی اک کوپل
خلعت خاص پنھانے کو ترے آقا کے   آج کلکتے سے آئے ہیں گورنر جنرل
ہوئی افزایش ملک اور بڑھے منصب بھی   جشن کا روز ہے غافل نہین حیرت کا محل
سر اٹھا خواب تغافل سے ذرا ہوش مین آ   حل ہوے جتنے کہ عقدے تھے ترے لاینحل
تہنیت مین تجھے لازم ہے قصیدہ کہنا   آیا مین تیری مدد کے لیے قصۂ فیصل
پڑھ کے دربار گہربار مین اشعار مدیح   صلہ مدح سے ممدوح کے بھر جیب و بغل
الغرض کان مین میرے جو یہ مژدہ پہونچا   کھل گئی آنکھ ہوئے جمع حواس مختل
مستعد ہو کے لکھا مطلع روشن ایسا   جسسے خورشید کے مطلع مین بھی آجائے خلل

مطلع

عدل کا تیرے زمانے مین یہ بیٹھا ہے عمل   بچۂ آہو کا ہے اور شیر نیستان کی بغل
ناخن کبک نبنے سیخ کباب دل باز   صید گہ مین یہ ترے عدل کا بیٹھا ہی عمل

قطعہ

عام ہے فیض ترے حفظ کا یہ عالم مین   امن آباد ہے اب شہر کی صورت جنگل
شب تاریک مین پھرتے ہین ہرن بے کھٹکے   دیدۂ شیر کے ہے سامنے روشن مشعل
چارسو امن رعایا ہے تری شکر گزار   نام باقی نہین شکوے کا جہانتک ہی عمل
مل گئے زخم کے مانند شگاف در کوہ   نرہا چاک گریبان کو وہان بھی مدخل
پھنک اٹھے دشت مین ہر جادہ فتیلے کیطرح   پرتو افگن ہو اگر تیرے غضب کی مشعل
رخش گردونکی طرح گاوزمین چل نکلے   منھ سے تیرے کہین اتنا جو نکلجائے کہ چل
موجۂ حلم کا پائے تری ایما گر سیل   الٹے پانون سوے کہسار پھرے سر کے بل
پر ہے منھسے نکلنے کی نہین تو سر قاف   گردسے شہپر عنقا کے ہو تیار محل
تیر ہو چلہ نشین جاکے کمان کے گھر مین   دم پیکار اگر حکم ہو تیرا کہ نہ چل
شکل منقار ہون دونون لب سوفار بہم   حرف لا منھ سے ترے جائے جو دو بار نکل

اُنس کچھ آج نیا تجھکو نہین ہی مجھ سے
نہ پری ہون مین نہ انسان نہ غلمان ہون نہ حور
باغ نقشہ ہے صفاتِ حسنہ کا اُسکی
ہاتھ پھیلائے ہین نرگس نے جو کاسہ لیکر
ہے یہ نکتہ کہ فقیرانِ جہاں کی صورت
ہاتھ پھیلائے جو شاخین زرِ گل دیتی ہین
شرفی کے جو گلون کا ہی چمن مین انبار
مز یہ ہے کہ پھلے پھولے ہین نخلِ اُمید
نظر آتی ہی جھکتی ہوئی طوطی جو تجھے
یہ اشارہ ہے کہ ہر عضوِ بدن حضرت کا
بار ور آتے ہین تجھکو جو نظر یہ اشجار
جوشِ رحمت کا ہی اُس بحرِ کرم کے شمہ
دیکھتا ہے جو روان نہر مین پانی شفّاف
پوچھتا ہے جو حقیقت کو مری ای نادان
مین زلیخا ہون وہ ہی یوسفِ کنعانِ کمال
نازنین ہین جو مرے گرد ادھر اور اُدھر
جسکو سب کہتے ہین واسوخت شرارت ہی مری
شجرِ سیب و انار و چمنِ خلدِ برین
اک ادا مین دلِ عالم کو مین چھل جاتا ہون
تربیت تیری ہے در پردہ مجھے مدِ نظر
ہے مجھ عالمِ برزخ کی مبارک تجھکو

کھا چکا چوٹ مرے حسن کی تو روزِ ازل
پر لطافت مین نزاکت مین ہون اُنسے افضل
حسن فطرت مین جو یوسف سے کہین ہی اکمل
اور کاسہ ہے کہ سونا ہے کیا اس مین حل
سائل اُسکے درِ دولت پہ ہین اربابِ دول
ہے یہ مطلب کہ دہش مین ہی وہ بیمثل و بدل
یہ اشارہ ہی کہ دولت مین ہی وہ ضربِ مثل
پھول کر لائے ہین اس باغ مین اشجار جو پھل
قطعہ ذوقِ مستی مین عنادل سے جو سنتا ہی غزل
ہے نوا سنج سپاسِ کرمِ عزّ و جل
پہونچے ہین اپنی مرادون کو یہ سب نخلِ امل
اس گلستان مین جو برساتا ہی پانی بادل
چشمۂ فیض یہ اُسکا ہے نہین گنگا جل
طبعِ نازک ترے آقا کی ہون ای عبدِ اقل
ہم ہے آٹھ پہر شاہدِ مضمون سے بغل
یہ قصیدہ وہ مخمس یہ قطعہ اور وہ غزل
مثنوی سمجھے ہین جسکو ہی مری اک چھل بل
ہین مری لذتِ گفتار کے آگے حنظل
آہوئے چین و ختن مین یہ کہان ہی چھل بل
روز سنتا ہی مرے فیض سے تو تازہ غزل
ہوئی تقدیر رسا دن گئے کلفت کے نکل

دور ہے عقل سے تشبیہ سکون و سرعت   سحر و اعجاز کی نسبت سے ہوا یہان مین خلل
سبقت اندیش ہے ہر عضو سے عضو آخر   پیچھے رہجانے کے باعث سے ہوا داغ کفل
وصف مین گرمی رفتار کے شاعر جو لکھے   قطعه   کرے موزون کوئی قطعہ کہ قصیدہ کہ غزل
لفظ کیا نقطے بھی دیوان سے یون اُڑ جائین   دانے اسپند کے مجمر سے گئے جیسے نکل
لالے کے پھول کو آغوش صبا مین دیکھا   نظر آیا جسے رفتار مین وہ داغ کفل
آئینہ نعل کا اُسکے ہو جو بن کر تیار   قطعه   ور آنکھ اُس سے مقابل ہو تو دیکھے جھل بل
حشر تک نور نظر عکس کے پیچھے دوڑے   در ناکام ہی آخر کو گرے ہو کر شل
جسنے اوصاف ہین گھوڑے کے وہ اُن سب مین ہی فرد   [illegible] نرم دُم آگندہ سرین ہین کفل
فیلخانے مین ہین سرکار کے ہاتھی بیحد   عظمت و قدر مین ہر ایک سے ہر اک افضل
ایک ہتھنی مگر اُن سب مین جو سب سے ہی بلند   اُسکی تعریف کرون نام ہے اُسکا چنچل
فیل گردون بھی جو دیکھے تو جگر جائے دہل   دانت پائے کی جگہ اُسکے ہین خرطوم زحل
اور تشبیہ نئی اک مجھے سوجھی ہے ابھی   مار خرطوم ہے دندان ہین درخت صندل
پا بزنجیر   ہر چند مگر ہے آزاد   نالے کیطرح سلاسل سے وہ جاتی ہے نکل
عظمت و شان و جلالت کا ہو کیا اُسکی بیان   متشکل ہوئی ہے قدرت خلاق ازل
ہی در قلعۂ گردون کی کلید اُسکی کجک   فیلبان اُسپہ کہ سیمرغ ہے بالائے جبل
سُبکی طرفہ ہے رفتار مین باینہمہ شان   غیر ممکن کہ سر مور کہین جائے کچل
بس امیر آگے نہ بڑھ روک عنان فطرت   ہمنے مانا کہ نہین پانون قلم کا ترے شل
پر کہان ذرہ کہان پایۂ مدح خورشید   اگر زبان بند نہین ہو یہ تعلّی کا محل
شکر شکر کہ مداح ہوا تو اُس کا   خُلق ذاتی سے چھپا دیگا خطایا و زلل
قدردان سخن و اہل سخن ہے ممدوح   ہاتھ اُٹھا بہر دعا پیش خداوند اجل
اور یہ کر عرض بصد عجز خلوص و زاری   کہ خدایا بحق آل نبی مرسل

زلفِ لیلیٰ سے بہے قیس کا دلِ خون ہو کر
شحنۂ نہی اگر آنکھ دکھائے بہ مثل

اگر ترے مرکبِ اقبال و سعادت کا ہو قصد
کہ مٹادے بجے کواکب سے نحوست کا خلل

جسطرح لالے کی آنکھونمین چمن ہے مشہد
یون ہی مریخ کی آنکھون مین فلک ہو مقتل

جسطرح داغ ہی آغوش مین لالے کے یونہین
ڈر کے مریخ کے سینے سے لپٹ جائے زحل

تیغ سے شق ہو سرِ خانۂ فولاد کی طرح
سایہ افگن ہو تری تیغ جو بالائے جبل

ہے یقیں شاخ سرِ گاوِ زمین پر ٹھہرے
کہین دھوکے مین پڑے میان سے تیرے جو اگل

جانِ غمگین ترے دشمن کی بدن سے نکلے
نالہ جیسے دلِ پُر درد سے آتا ہے نکل

پھل نہ پائے ترا حاسد کبھی بٹھلا کے درخت
اور بالفرض جو پائے بھی تو تلوار کا پھل

جیسے گر جاتی ہے دستار سرِ سرکش سے
کاسۂ سر سے ترے خصم کے مغز آئے نکل

لشت دل مین جو مخالف کی ترے جا نکلے
جوہرِ تیغ ملے مور کو دانے کے بدل

نگ اُڑ کر رخِ دشمن سے پرِ ناوک ہو
گر اشارہ ہو ترا ناوک بنے پر کو کہ چل

چشمِ بد دور سرِ مردمکِ دیدۂ فتح
چشمِ دشمن مین جسے دیکھ کے آجائے سبل

کیا عجب دائرے کے گرد جو مرکز ہو محیط
وسعتِ خلق کا یہ دور مین تیرے ہے عمل

پانون مین خار کرے ناخنِ تدبیر کا کام
چاہیے لطف ترا پھر تو ہین سب عقدے حل

ڈالدے ہاتھ سے نیزے کو سماکِ رامح
تجکو پائے جو طرفدار سماکِ اعزل

گر تری عزم کی توصیف مین شاعر لکھے
پر نکالے صفتِ مور رہ اک حرفِ ازل

گرد اُڑ کر جو سواری کی ترے جاتی ہی
زہرہ آنکھون مین لگاتی ہی سمجھکر کاجل

زلف جوزا کو ہے جاروب کشی کی خدمت
ہے اک آزاد غلامِ حبشی تیرا زحل

فیض سے تیرے مہندس صفتِ مہرِ فلک
ایک ہی اینٹ سے چاہے تو ہو تعمیرِ محل

رگِ گل بنتا ہی لب تک ترے آتا ہی جو شعر
بوے گل بنکے معانی دہین آتے ہین نکل

برق صرصر سے جو توسن کو ترے دون تمثیل
جتنے عاقل ہین کہین ہوش ہین اسکے مختل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفتر قصور کا
عنوانِ نامہ نام ہے ربِّ غفور کا

کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا

ہمت ہے شرط راہ خدا ہے کھلی ہوئی
پہونچا وہ جسنے قصد کیا راہِ دور کا

محروم اسکے خوانِ تجلی سے کون ہے
حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا

کہتے ہی یا کریم اِدھر سے اُدھر گئے
لطف و غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا

میں خاک بھی ہوا تو ہوا اُسکی خاکِ در
چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامن غرور کا

وہ صاف دل ہوں مردمکِ چشم کی طرح
میرے سیاہ خانے میں عالم ہے نور کا

ہو اعتقاد صاف کی اِس میں مئے مدام
مینائے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا

زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغِ زہد
جھونکا نہ آنے پائے ہوائے غرور کا

دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوقِ دید
درپیش مرحلہ ہے شہود و ظہور کا

اسُ خرورنگ سع

حسُن کو ناز رہے عشق کو جبتک کہ نیا
جب تلک مہر سے پُر نور رہے سارا عالم
پرتو مہ سے کتان کا ہے جگر جبتک چاک
جب تلک شہد کے حصّے مین رہے شیرینی
نیش اور نوش کے باقی رہین جبتک آثار
وے گرد کرے فاختہ جب تلک کوکو
ست جبتک ہین فدا ساقی دریادل پر
جتنی اُمیدین ہین برآئین مرے آقا کی

رو سیہ داغ نحوست سے ہی جبتک کہ زحل
ہے معشوق کا جبتک دلِ عاشق مین عمل
جب تلک ماہ کی روشن ہی فلک پر مشعل
گرمیِ مہر سے تا موم کا دل جائے پگھل
تلخکامی رہے جبتک کہ نصیبِ حنظل
لے مزہ بیٹھ کے ہر پھول پہ زنبورِ عسل
گل کے آگے پڑھے تا بُلبُل شوریدہ غزل
شور طاؤس کرے دیکھ کے جبتک بادل
خلد کیطرح سے شاداب رہے باغِ امل

ملک واقبال کو یارب ہو ترقی گھڑیون
یہ کٹھر تو ہے کیا ہند میں ہوجائے عمل

راستہ تھا اولِ منزل جو ناہموار پیش
رفتہ رفتہ نردبانِ بامِ رفعت ہو گیا
قصر یاقوت و زمرد کی ہوئی آسان خرید
باغ جنت کا قبالہ داغِ محنت ہو گیا
تشنگی مین کوثر و تسنیم کے چشمون پہ ہم
اسطرح پہونچے کہ رضوان غرق حیرت ہو گیا
صبح محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیر
مہر کیا چمکا کہ تابان نجم قسمت ہو گیا

نہ سمجھو واقعہ یوسف کو اُسکے دورِ دامان کا
گدا دریں بھی ہو کوچہ چاکِ گریبان کا
مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسنِ شعلہ رویان کا
تماشا دیکھ پروانون کی آنکھون سے چراغان کا
یہ تیری تیغ سے دو کا ہوا کا شہرِ امکان کا
اُچھالا ہے قضا کے ہاتھ پر خونِ شہیدان کا
دلِ پُرداغ مین یہ حسرتون کا خون ہوا ہے
لہو بنکر ٹپک جاتا ہے رنگ اپنے گلستان کا
زبانِ حال سے کہتا ہے خنجر میان سے نکلو
کہ گھر بیٹھے بنتا ہے کوئی کب مردِ میدان کا
مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا
مجھی سے پیچ گلا تھا مرے چاکِ گریبان کا
تکلف حسن کا ہر موے خطِ یار مین پایا
نظر آیا مجھے ہر مور مین جلوہ سلیمان کا
بہارِ تازہ دل دیکھ اگر شوق تماشا ہے
بہشت اک پھول مرجھایا ہوا ہے اس گلستان کا
نہ بگڑیگا جبتک نقدِ جان باقی ہو قالب مین
سخی کے گھر کا دروازہ ہے چاک اپنے گریبان کا
بہارِ کہکشان انجم و افلاک کیا دیکھون
نہ بیل ہے نہ بوٹا خوشنما ہے اس گلستان کا
لکھے یکدست یہ مضمون ترے دستِ حنائی کے
مخمس جو مرے دیوان مین ہے پنجہ ہے مرجان کا
نہ گھبرا اے دلِ وحشی سوادِ شامِ فرقت سے
کہ یہ سایہ بھی سایہ ہے اُسی زلفِ پریشان کا
خیالِ عیش کر لیتے ہیں فلک نے گو سمجھا ہے
تصور قید ہو سکتا نہین ہے اہلِ زندان کا
ہمارا بھی قفس لے ساتھ جانا ہو جو گلشن کو
اکیلا سیر کرنا ضعف کیا دیگا گلستان کا
معاف اے شیخ دھوکے مین اُلٹ دین دھجیان مین نے
ترے خرقے پہ شک مجھکو ہوا اپنے گریبان کا
اُچھلتا ہے کلیجہ ڈوبتا ہے دل خدا حافظ
سمندر پیرنا ہے جھیلنا شبہاے ہجران کا

حاضر مرے جنازے پہ ہوں سب ملائکہ
سایہ ہو سر پہ مثلِ سلیمان طیور کا

کیا ڈر جو قصرِ عفو مقامِ بلند ہے
زینہ لگا کے پہونچونگا عذرِ قصور کا

دیدار کا تو وعدہ وفا ہو گا حشر کو
ارشاد ہو علاجِ دلِ ناصبور کا

عاشق کیا ہو شوق نے تیرے حبیب پر
یارب امیدوار ہوں عفوِ قصور کا

دیکھا نہیں ہے تجھکو مگر شوقِ دید ہے
مشتاق غائبانہ ہوں تیرے حضور کا

مر کر ملے نجات لحد کے فشار سے ق
صدقہ اکابر و شہدا کے قبور کا

پھیلا کے پاؤں چین سے سوؤں مزار میں
تکیہ نصیب سر کو ہو زانوے حور کا

یارب اکیلے رہنے کی عادت نہیں مجھے
صحبت رہے مزار میں غلمان و حور کا

محشر کے روز ساقیِ کوثر کا واسطہ
اک جام تشنگی میں شرابِ طہور کا

عریاں اٹھوں تو دامنِ رحمت بڑھیگا
ڈھکجائے اسطرح سے بدن تیرے نور کا

الفت امیر آلِ محمد کی فرض ہے
مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

نامِ عاصی داخلِ فردِ شفاعت ہو گیا
خاتمہ با خیر احمد کی بدولت ہو گیا

مرغِ عصیاں اڑ کے صیدِ بازِ رحمت ہو گیا
دونگاہ شاہینِ ترازوے عدالت ہو گیا

زرد رو تھا وقتِ پرسش نامۂ سرسبز میں
پرسشِ [illegible] مجھے دن قیامت ہو گیا

گرمیِ خورشیدِ محشر سے ہوئی حاصل نجات
شامیانہ سر پہ میرے ابرِ رحمت ہو گیا

آلِ احمد کی محبت کا چبھا تھا دل میں خار
بڑھ کے محشر میں کلیدِ بابِ جنت ہو گیا

جم گیا تھا دل میں جو عشقِ معاصی سے غبار
سرمہ بہرِ دیدۂ عینِ عنایت ہو گیا

واہری رحمت جو رکھا پاؤں بالاے صراط
دستگیری اسنے کی خوف رخصت ہو گیا

جس علم نے نیچے پائی فیضِ احمد سے جگہ
یہ دو انگشتِ شہادت ہو گیا

دفعتاً صورت بدل کر بن گئی امید یاس
خارزارِ رنج و غم خوابِ راحت ہو گیا

وہ دیوانے ہین آنکھونکے ذرا ایما اگر کر دین
نکالے تیر پر آنکھین غزال اپنے بیابان کا
جسے سارا زمانہ آفتابِ حشر کہتا ہے
وہ اِک اُترا ہوا بھالا ہے اپنے داغِ ہجران کا
نئی تقریب پریون کے بُلانے کی ہے دیوانو
ی صحرا مین عُرس اکدن کرین چلکر سلیمان کا
ہوئی ہین بسکہ آنکھین لوٹ اُسکی جامہ زیبی پر
نگاہین کھیلتی ہین گیند اُس گوے گریبان کا
وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکتا گر نمک قاتل
ہان زخم سے ہم چوم لیتے منھ نمکدان کا

نادان ہین جو لوگ ڈرتے ہین امیر اُس سے
اجل تو نام ہے اک زندگانی کے نگہبان کا

بنون ہی مجھکو اک پردہ نشین کے دُرِ دامان کا
گلا کاٹون جو پردہ فاش ہو چاکِ گریبان کا
نظر آتا ہے دلمین رنگ کیا کیا حُسنِ خوبان کا
تماشا دیکھتا ہون ایک غنچے مین گلُستان کا
چھپا ہے عیب عریانی سے رختِ جسمِ انسان کا
مرا داغِ جنون پیوند ہے میرے گریبان کا
کہین ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہین
لبِ خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ پنہان کا
صدائے قلقلِ مینا سے میخانے مین آتی ہے
کہ بختِ سبز اک طوطی ہے مستونکے گلُستان کا
مگر اُڑتی ہوئی پریان پھسانے کا ارادہ ہے
ہوا پر جال پھیلایا ہے کیون زلفِ پریشان کا
جنونکے گل کھلاتی یون صبا کو کیا سلیقہ تھا
چمن مین ہے گلِ صد برگ نام اپنے گریبان کا
کیا اظہارِ دردِ دل تو کھینچا میان سے خنجر
نیا نسخہ نکالا آپ نے یہ دردِ ہجران کا
خیالِ طرہ بندھ جائے نہ کیونکر چور کی صورت
طلایہ پھر رہا ہے آنکھ مین خوابِ پریشان کا
عدم کو چلدیا خاموش جو عاشق ہوا اسپر
دہانِ یار دروازہ ہے کیا شہرِ خموشان کا
تمھارا پنجۂ رنگین چڑھا جب سے نگاہون پر
جما یا رنگ اُترا دل سے اپنے پنجۂ مرجان کا
ترا ممنون ہون اے ضعف پردہ رہگیا میرا
چھڑایا تو نے دامن دستِ وحشت سے گریبان کا
ملایا خاک مین انکو جہان کی بیوفائی نے
کتابہ خطِ کوفی مین لکھو گورِ غریبان کا
تعجب کیا کمالِ شوق مین لپٹا جو مین اُس سے
دیا شمشیر نے دھوکا کسی کے جسمِ عُریان کا

مجھے کیا ملول محشر ہم سے غمنا کو نکلی آنکھون نہین
ازل سے تا ابد پہلا پہر ہے روز ہجران کا
ہان گور سے آواز یہ کانون مین آتی ہے
نہین ہے کام اس گھر مین کسی ناخواندہ مہمان کا
تڑپ کر دم نکل جائے مگر کھلنا نہین ممکن
تری دل کی گرہ ٹانکا ہے میرے زخم پنہان کا
جگر کو دون کہ دل کو دون بتا اے ناوک قاتل
کہ دو پیاسون مین ہے یہ ایک قطرہ آب پیکان کا

امیر اپنے کے کیا لیا ہم رو راتون کو چھپ چھپ کر
نیا انداز ہو گا میرے مدفن پر چراغان کا

اگر درکار ہے رنگین تمھین تکمہ گریبان کا
لگا دو لعل اپنے قطرۂ خون شہیدان کا
سپر عشق ہو کر زمزمہ سن طائر جان کا
چہکتا ہے قفس مین جا کے بلبل اس گلستان کا
کنارہ مرے ہاتھ آیا ہے ہمکو گمانِ ایمان کا
بڑی مشکل سے دروازہ ملا شہر خموشان کا
تمھارے بانکپن کی شان کچھ اس مین نکلتی ہے
کھنچے تو دوڑ کر منھ چوم لون شمشیر بران کا
دھوان اٹھتا ہے داغ آتشین سینہ سے ایسا
کہ چھپ جاتا ہے بدلی مین ہلال اپنے گریبان کا
خیال خط مین ہر گل جا نکلتا ہون جو گلشن مین
لگاتا ہے ہزارون برچھیان سبزہ گلستان کا
نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے زلف کی وحشت
اٹھائی اس نے چلمن رہ گیا پردہ گریبان کا
جہان معشوق ہو عاشق دکھا دیتا ہے رنگ اپنا
شبیہ طوق قمری ہے دھوان سرو چراغان کا
یقین ہے ہنستے ہنستے ہو لیا لب خون حسرت سے
اگر کاسہ بنائین کاسہ گر خون شہیدان کا
نہ پوچھو حال دل کا میرے آہ بے ا
درخت بے ثمر ہے یہ اسی اجڑے گلستان کا
دل گشتہ سیر دیکھ کر یون وہ پری بولا
یہ دل کا ہے کہ ہے کوئی بگولا ہے بیابان کا
کہان سامان تھا وحشت مین کہ نامہ یار کو لکھتا
دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا
قدم بڑھتے ہی ہاتھون بڑھ گیا دل میدان کا
کرم رحم اس پری سے دی جو گردش نے دامن کو
مری آنکھون مین عالم پھر گیا چتر سلیمان کا
تعلق رکھتی ہے سرگشتگی نخوت فروشی پر
کہین دامن سے ہوتا ہے مقام اونچا گریبان کا

گھٹائیں غم کی چھا جاتی ہین پر تیرہ بختون کے
بلا ہے رُخ پہ کھلنا آپ کی زلفِ پریشان کا
ملایا چاہتا تھا ہاتھ سے اُس گل کے ہاتھ اپنا
یہ باعث ہے کہ شل ہو کے بنا پنجہ مرجان کا
اُترتا ہی نہین غصہ کسی دم چشم و ابرو سے
پریرویون پہ کیا غصا ہے سرکارِ سلیمان کا
خیالِ زلف و رُخ ہی رات دن آنکھون مین پھرتا ہے
اُجالا صبحِ وصلت کا اندھیرا شامِ ہجران کا
مرے غم مین رواں آنسو ہین آنکھون سے حسینون کی
کہ ماتم ہو رہا ہے گھر مین پریون کے سلیمان کا
انا الحق بولتی ہین قمریان حق شرہ کیسا
جسے کہتے ہین دار اک سرو ہے اپنے گلستان کا

کتابِ لوحِ محفوظ اے امیر اک ہے دیباچہ
سوادِ خامۂ کن خاتمہ ہے اپنے دیوان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو گیا
ہونا جو تھا وہ اے بتِ عیار ہو چکا
ترغیب دی شراب کے پینے کی کیون اُسے
حق تو یہ ہے مین [illegible] ہو چکا
اٹکھیلی کی چلے نہ چلے چال اب وہ شوخ
فتنہ جو سو رہا تھا وہ بیدار ہو چکا
بالین پہ میری کس لیے آیا ہوا ہے طبیب
تجھ سے علاجِ دردِ دلِ زار ہو چکا
آیا نہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح
سو بار مین فریب [illegible] بیمار ہو چکا
زنجیر پا ہے ضعف سے ہر موجِ بوریا
شاہون کا مجھ فقیر سے دربار ہو چکا
افسوس آنکھ خوابِ تغافل سے تب کھلی
جب آفتابِ حشر نمودار ہو چکا
اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہے
اُمیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا
جب آستانِ یار پہ حاضر ہوئے ہین ہم
دربان سے یہ سُنا ہے کہ دربار ہو چکا
باقی ہزار شوق خطِ شوق ناتمام
قاصد کمر کو باندھ کے تیار ہو چکا
کافی ہے زلف جال بچھاتا ہے کس لیے
صیاد سے کہو مین گرفتار ہو چکا
دُنیا مین کون غم ہے نہین جسکے بعد عیش
آئی بہار خشک جو گلزار ہو چکا
دل راہ چلتے چھین لیا مجھ سے یار نے
یوسف کا فیصلہ سرِ بازار ہو چکا

اسے کہتے ہین پاس راز الفت دیکھ اے قاتل
سیا ہے منھ ترے تار کمر سے زخم پنہان کا
زنخدان پر جو انگشت حنائی یار نے رکھی
تو مین سمجھا کہ ہے سیب ذقن پھل شاخ مرجان کا
مزاج آگے تو دیوانون سے یون برہم نہ رہتا تھا
اثر ہے اے پری یہ صحبت زلف پریشان کا
کہان جائینگے اڑ کر یہ پریرو میری چالون سے
مجاور مین بنونگا جا کے درگاہ سلیمان کا
نصیب دشمنان قاتل کو سکتا ہو گیا شاید
کہ بسمل آئنہ دکھلا رہے ہین چشم حیران کا
ہوئے زلفین اک جوڑے سودا یہ چمکا ہے
بیاض صبح جبہ ہو سواد اپنے بیابان کا

امیر اپنا شگفتہ ہے ہجوم داغ سے پہلو
کہ ہر ناسور دل رخنہ ہے دیوار گلستان کا

دکھانا چاہیے کچھ بانکپن سودائے مژگان کا
بہت اب نوک کی لیتا ہے ہر کانٹا بیابان کا
نہ چھوڑا تار باقی دست وحشت نے گریبان کا
دیا ہر چند مین نے واسطہ یوسف کے دامان کا
جواب روضۂ رضوان ہے تختہ کوئے جانان کا
قضا خنجر کا ؤ کرتی پھرتی ہے خون شہیدان کا
ستمگر نے نہین کنگھے مین اپنے گوکھرو ٹانکا
نکل آیا ہے جوہر صاف شمشیر گریبان کا
بنا آئنہ پریون کو یون خودبین نہ کرنا تھا
سکندر کچھ تو تجھکو پاس لازم تھا سلیمان کا
زمین ہے ایک مشت خاک صحرائے محبت کی
فلک چھوٹا سا اک میدان ہے دل کے بیابان کا
تردد کیا ہے تمکو یہ تو دو ٹانکون مین سیا ہو
عدو کا زخم دل کیا چاک ہے میرے گریبان کا
دبستان جنون مین جو سبق تھا ذہن مین میرے
وہ اے مجنون برآوردہ ورق ہے میرے دیوان کا
نہ چھوٹے آپکو چھوٹے جو دنیا کو تو کیا چھوٹے
یہ منت ہو اگر پوری تو بھر دے طاق نسیان کا
کسی عارض کا آئینہ ہے بنیاد دیدۂ حیرت
دل صد چاک شانہ ہے کسی زلف پریشان کا
ڈرا پائینگے [illegible] دیدۂ خورشید محشر تک
اگر تو تھا اڑا ذرہ کوئی اپنے بیابان کا
[illegible] سایہ پری سے بال کیا جھڑکے ستائے
اٹھا کر ابر کے پردے کو گویا برق نے جھانکا
اسی چھیڑ مین کیون بھوت بنتے ہو تم اے جناو
اسے چھیڑتا ہے تمکو ہر کانٹا بیابان کا

خلوت میں جسکے آنے کی تھی گھر مین آرز
یہ حوصلہ بھی گور و کفن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دلکو نہ ای درد کر تلاش
مُدّت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا
مُرغانِ باغ تمکو مبارک ہو سیرِ گُل
کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
کیا رنگ تیری زلف کی بُو نے اُڑا دیا
کافور ہو کے مشکِ ختن سے نکل گیا
پیاسا ہون اسقدر کہ مرا دل جو گر پڑا
پانی اُبل کے چاہِ ذقن سے نکل گیا
سارا جہان نام کے پیچھے تباہ ہے
انسان کیا عقیق یمن سے نکل گیا
کانٹون نے بھی نہ دامنِ گلچین پکڑ لیا
بُلبُل کو ذبح کرکے چمن سے نکل گیا
کیا شوق تھا جو یادِ سگِ یار نے کیا
ہر استخوان تڑپ کے بدن سے نکل گیا
ہے سبزہ رنگ خط بھی بنا ابتو بوسہ دے
بیگانہ تھا جو سبزہ چمن سے نکل گیا
منظور عشق کو جو ہوا اوجِ حسن پر
قمری کا نالہ سروِ چمن سے نکل گیا
مدِ نظر رہی ہمین ایسی رضاے دوست
کاٹی زبان جو شکوہ دہن سے نکل گیا
طاؤس نے دکھلائے جو اپنے بدن کے داغ
روتا ہوا سحاب چمن سے نکل گیا
صحرا مین جب ہوئی مجھے خوش چشمونکی تلاش
کوسون مین آہوانِ ختن سے نکل گیا
خنجر کھنچا جو میان سے چمکا میانِ صف
جوہر کھلے جو مرد وطن سے نکل گیا

مین شعر پڑھ کے بزم سے کیا اُٹھ گیا اسیر
بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

وعدہ نہین ہے حشر کے دن کس سے دید کا
حصہ ابھی سے بانٹ رہے ہین وہ عید کا
اللہ رے انقلاب جہانِ پلید کا
خونِ حسینؑ غازہ ہے روے یزید کا
قاتل کے کان تک نہین پہونچی ابھی فغان
کیون تیغ نے گلے کو دیا خط رسید کا
کچھ لیگئے ہین زاغ و زغن کچھ سگ و ہما
لاش اپنی بعدِ مرگ ہے توشہ فرید کا
کہدے کوئی حسینون سے دل بیچتا ہون مین
آئے جسے جسے ہو ارادہ خرید کا

میرا سوال سن کے جو خاموش ہو رہے
مین خوش ہوا کہ وصل کا اقرار ہو چکا

اب لب پہ لائین کیا ارنی صورت کلیم
محشر کے روز وعدۂ دیدار ہو چکا

باقی ہے کس کو حوصلہ اخفاے عشق کا
رسوا امیر کوچہ و بازار ہو چکا

واعظو حشر کا ہر مرتبہ چرچا کیسا
روز کا تمنے نکالا ہے یہ جھگڑا کیسا

دیکھین حورین بھی تو بیہوش ہون مجھے روتے
سیر کیسی ترے کشتے کو تماشا کیسا

مے پیو شوق سے خالق ہے رحیم اور کریم
میکشو خیر ہے اندیشۂ فردا کیسا

آشنا ذکر سے رہتی ہی فقط اپنی زبان
دوستانہ بھی کبھی دوست سے شکوا کیسا

جائے آرام نہ دیکھی کبھی اس عالم مین
نہین معلوم کہ ہے عالم بالا کیسا

نبض دیکھی تو حرارت سے جلے دست مسیح
ترے بیمار محبت کا مداوا کیسا

نام چاہے تو نہان ہو نظر عالم سے
گوشہ گیری سے ہوا شہرۂ عنقا کیسا

آبلہ پائی و بیتابی و سرگردانی
اے جنون گھر مین یہ سامان ہو تو صحرا کیسا

کبھی دیوانۂ الفت نہ تمھارا سمجھا
لوگ سمجھانے کو سمجھا چکے کیسا کیسا

شک نہین اسمین کہ ہو مصرع موزون قد یار
پر کمر بیچ سے غائب ہے یہ سکتا کیسا

جوش وحشت ہین اس دشت مین ایسا کہ جہان
آہوے قیس نہین ناقۂ لیلےٰ کیسا

کہتے ہین نعت مسلسل کی لکھو تو تعریف
دیکھین اس فن مین ہے تمکو ید طولا کیسا

تیری تصویر خیالی بھی نہ آئی مرے پاس
رہ گیا کھول کے آغوش تمنا کیسا

میرے لب تک نہین آیا ابھی نالہ بھی امیر
زلزلے سے ہے یہ عالم تہ و بالا کیسا

پوچھا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا
بیکار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا

ٹھہرین کبھی کجون مین نہ دم بھر بھی راستو
یا کمان مین تیر تو سن سے نکل گیا

عکسِ شبیہ مین کھینچی رُخسارِ یار کی
یہ بھی تو چھاپہ نسل ہے کلامِ مجید کا
ہم منتظر کہ لائے وہان سے جوابِ خط
بھیجا ہے نامہ بر نے خط اپنی رسید کا
اس غمکدے مین کٹ گئی یون اپنی زندگی
قیدی پہ جیسے روز گذر جائے عید کا
پوچھو نہ کچھ مرے دلِ زخمی کا مجھ سے حال
نشا قتیل کی ہے یہ دیوان شہید کا

کس دن نہین ہین چار گدا چار میہمان
رزق اپنا اے امیر ہے توشہ فرید کا

مجھکو محب سمجھ کے حسینؑ شہید کا
کرتا ہے تنگ قافیہ تاک بھی یزید کا
یہ شوق ہے جو خلق کو قاتل کی دید کا
جائے شہاب خون ٹپکے گا شہید کا
ہوتے ہین تر پسینے سے آغوش مین حسین
پھولون سے مجکو ڈھب ہے عرق کی کشید کا
اتراتے ہین جو لوگ پہن کر لباسِ نو
ہنستا ہے چاک پیرہنِ صبحِ عید کا
بُت بن کے وقتِ نزع نہ بالین پہ میری بیٹھ
ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا
ثابت ہوا عدم کو مُسافر پہونچ گیا
تعویذ قبر پر نہین خط ہے رسید کا
کرتا ہے مثلِ چرخ زمانہ بھی پائمال
مَسلک جو پیر کا وہ چلن ہے مُرید کا
گردن تو کیا نہیں مرے اعضا کو خوفِ تیغ
بل ایک ایک رگ کو ہے حبل الورید کا
کھولین گے لات مار کے ہم میکدے کا در
پاپوش اپنی کام کرے گی کلید کا
کیسا جواب خط کہ ہُوا نامہ بر کا خون
کاغذ پکارتا ہے یہ خط کی رسید کا
نازک ہے دل مین وعظ کی مجلس مین جاؤن کیا
ڈر رہتا ہے مجھکو ذکرِ عذابِ شدید کا
پیرِ مغان نے مجھکو سنبھالا تو کیا ہوا
ہر پیر دستگیر ہے اپنے مُرید کا
باطن مین غم ہے عشرتِ دنیا ہے ظاہری
پہنے ہوئے لباس محرم ہے عید کا
مہندی کی ٹٹیان نہین پر میرے باغبان
کیون اپنا ہاتھ صاف ہے قطع و بُرید کا
فاقے سے ہون تو صاحبِ غیرت نہ رُخ کرین
دعوت خلیل کی ہو کہ توشہ فرید کا

ہان اے کلید دارِ قضا کھول قفل بخت کچھ اس مین گھس نہ جائے گا ناخن کلید کا
کشتون کا کھیت کاٹ کے کہتی ہے تیغ یار جامہ بھی یہ قطع ہے قطع و برید کا
کیا جانتا ہے کوئی فقیری کا مرتبہ دل نام پیر عرش لقب ہے مُرید کا
پوچھو نہ حال خلق رقیبِ سیاہ رو بگڑا ہوا خمیر ہے خاکِ یزید کا
کیا جانئے مُردونکا ہوا کیا عدم مین حال اب تک تو ایک نے نہ لکھا خط رسید کا
اے ترک تیرے رُعب نے ایسا دبا دیا اُچھلا نہ خون حشر کے دن بھی شہید کا
دوزخ مین ڈالے جائین گے جس دم بُت پرست ناقوس غُل مچائے گا ہل من مزید کا
دل میرا اُس کے روئے مخطط نے چھین کر جھوٹا بنا لیا ہے قبالہ خرید کا
اب کی بہار سے مجھے آتی ہے بوے خون آیا ہے لالہ بھیس بدل کر شہید کا

کیونکر کھنچون نہ مین طرفِ قربِ حق امیر
پھندا مرے گلے مین ہے حبل الورید کا

آئے جسے ہو شوق تجلّی کی دید کا ہے کوہ طور ڈھیر تمھارے شہید کا
آنکھین ہین اور لطف ہے اب اُسکی دید کا برسون جو آفتاب رہا چاند عید کا
دودہ شبِ فراق کا نقاش مجھ سے لے
مسجد سے سوئے میکدہ اے شیخ یون نہ دیکھ بالائے طاق ہو نہ عقیدہ مُرید کا
ایسی بنی کہ رُعب سے قاتل کے روبرو نالہ گلے مین پھنس کے نہ نکلا شہید کا
کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتل نے شام تک تکبیر کہتے کہتے کٹا روز عید کا
آنے تو دو بہار یہ دونون ہین رہن مے خرقہ نہ پیر کا ہے نہ جبّہ مُرید کا
حیرت نے کر دیا ہمین تصویر پیش یار اُٹھا ذرا نہ ذائقہ گفت و شنید کا
وہ یادِ ابن ساقی کوثر مین مے پیون شامی کباب بھن کے جگر ہو یزید کا
پیری مین مجھ سے خنجرِ قاتل گلے ملا دیکھا ہے چاند تیسری تاریخ عید کا

کرتی ہین دل کو خون اُن آنکھون کی پتلیان
اِن مُغبچون کو ذوق ہے مَے کی کشید کا
کیونکر نہ مثلِ قفل کھُلے گا دہانِ یار
م یہ پشتِ کلید کا
تخفیف دردِ دل کا کرونگا جو مین سوال
نکلے گا آبلہ جگر مین ہل من مزید کا
ہوا اُس سے بوسہ لبِ شیرین کی کیا اُمید
شربت یہ فاتحہ بھی نہ دے جو شہید کا
خطِ عذارِ یار کا کیا وصف کیجئے
نو روز کا یہ زائچہ خطبہ ہے عید کا
باتین مری سُنین تو یہ منھ پھیر کر کہا
تار اِس کمند مین نہین دل کی کشید کا
صحرا کو وہ کشتۂ اُلفت کہان نہین
ہر لالہ ہے چراغ مزارِ شہید کا
لیتی ہے بوسے عارضِ محبوب کے وہ زُلف
کافر کو بھی ادب ہے کلامِ مجید کا
حجام میرے دل کا دکھا دے جو آئینہ
اُن سے زیادہ دُون اُسے انعام عید کا
کُندن سا رنگ یار دکھلائے جو رُخ ہو زرد
زر سے ارادہ چاہیئے زر کی کشید کا
کتنا ہے سخت قلبِ رقیبِ سیاہ رو
نطفہ یہ شمر کا ہے کہ بچہ یزید کا

مقتل سے کم نہین ہے قلمدان مرا امیر
ہر کلک ہے گلوے بُریدہ شہید کا

خطِ عارض نے دلِ اہلِ رقم توڑ دیا
بیت ابرو نے ہلالی کا قلم توڑ دیا
اس کڑی کا متحمل تھا کہان شیشۂ دل
وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا
اہلِ محشر پہ ہے احسان ترے دیوانے کا
سر کو ٹکرا کے درِ باغِ ارم توڑ دیا
باندھتے غیر کو جوڑا ترا ہم دیکھ سکین
لعت کا ترے توڑ دیا
ل نے اک آہ مین نابود کیا انجم کو
ب جتھا کھینچ کے شمشیر دو دم توڑ دیا
حکم ہے یہ کہ نہ آئے کوئی دروازے پر
نسرالو نے غریبون کا صنم توڑ دیا

صفحۂ دہر پہ صورت گرِ قدرت نے امیر
اُسکی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا

اُٹھ اُٹھ کے بیٹھنے سے ہوئے کشتہ ہم امیر
خنجر پھرا گلے پہ ملاقاتِ عید کا

ہے دل کو شوق اُس بُتِ قاتل کی دید کا
ہولی کا رنگ جسکو لہو ہے شہید کا

مُژدہ ہو میکشو کہ ہوا چا
محتاج قفلِ میکدہ تھا اِس کلید کا

یارب ہے وہ چاہِ ذقن خط سے حفظ مین
گھیرے نہ اِس فُرات کو لشکر یزید کا

سا چاہے جس حسین کا وہ ہم سے جنسِ دل
سرمایۂ کریم ہے توشہ فرید کا

دُنیا پرست کیا رہِ عقبیٰ کرینگے طے
نکلے گا خاک گھر سے قدم زن مُرید کا

وہ مست ہوں کہ مین نے شبِ قدر کی دعا
روزے تمام ہون کہیں دن آئے عید کا

بس گلبدن نے ہاتھ سرِ رہ لگا دیا
پھولون کی سیج ہے جو جنازہ شہید کا

ہونے نہ پائے غیر بغلگیر یار سے
اللہ یون ہی روز گذر جائے عید کا

اپنی کہین کہ اُسکی سُنین وقتِ نزع ہم
دا کہ وقت تنگ ہے گفت و شنید کا

سارا حساب ختم ہوا حشر ہو چکا
پوچھا گیا نہ حال تمہارے شہید کا

باب بک کے روز کھاتے ہین واعظ مرا دماغ
سمجھے ہین شاید اِسکو بھی توشہ فرید کا

لُوٹے گی لذّتِ لبِ شیرین مری زبان
قفلِ دہن پر اُسکے ہے دانت اِس کلید کا

شیطان کبھی رقیب سے ہوتا نہین جُدا
اُلٹی ہے بات پیر ہے پیرو مُرید کا

ضائع نہ جائے دل پہ جو کھایا ہے داغِ غم
یارب چراغ ہو کبھی قبرِ شہید کا

جا کر سفر مین بھول گئے ہمکو وہ امیر
یان اور دوستون نے لکھا خط رسید کا

اللہ رے مکر صاحبِ بخلِ شدید کا
گلہٹے تو زر مزار بنائے شہید کا

گردن کو تیغ سے نہین رشتہ بعید کا
ڈورا جو بارہ کا ہے وہ حبل الورید کا

اُس کوچے کے گدائے تہیدست ہین وہ ہم
رضوان سے ہے ارادہ جنان کی خرید کا

چالاکیان تو دیکھو مجھے قتل کرکے خود
اوروں سے پوچھتے ہین یہ کیا ماجرا ہوا

زائل ہوئی نہ بھیس بدلنے سے بوئے عشق
تصویر مین بھی رنگ ہے رُخ سے اُڑا ہوا

ہے دل کا سرد مہری معشوق سے یہ حال
جیسے درخت برف سے کوئی جلا ہوا

مرنے کے بعد کیسے پریشان ہین عضو تن
کیا کیا ورق کتاب سے اپنے جُدا ہوا

یاد کمر مین بھول گئی دل کو طرز آہ
کاسے مین اپنے بال پڑا بے صدا ہوا

جب سامنا ہوا دلِ عشاق کھنچ گئے
گیسو کا حلقہ بھی دہنِ اژدہا ہوا

یہ ضعف سے سبک ہون کہ نقش قدم مرا
پڑتا تو ہے زمین پہ لیکن مٹا ہوا

آئینہ اُسکو کسنے دکھایا غضب کیا
جلاد خلق ایک تو تھا دوسرا ہوا

بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بُت
قدرت خدا کی تمکو بھی یہ حوصلا ہوا

خالی قدح دکھائے مجھے کیون نہ دور سے
ساقی کا دل ہے میری طرف سے بھرا ہوا

شاید خط اُس ہتھیلی کے حلقے تھے جال کے
آتے ہی قید طائر رنگ حنا ہوا

ڈھونڈھا نہ کب بہانہ مرے دل نے بہر رنج
ماتم کیا اگر کوئی روزہ قضا ہوا

چاہِ ذقن کو چاہِ مہِ مصر کیا کہون
مضمون ہے یہ میری نظر سے گرا ہوا

ایسا نہو کہ کوئی تجھے چھپ کے دیکھ لے
آئینہ دیکھ چار طرف دیکھتا ہوا

قاتل ستم ہے رشتۂ اُلفت کا توڑنا
یون قتل کر کہ کچھ رہے تسمہ لگا ہوا

کشتے کی اپنے تجکو ہے اے ترک کچھ خبر
آتا ہے ساتھ ساتھ ترے لوٹتا ہوا

آٹھون پہر ہے جلوۂ معشوق سامنے
ہے مدتون سے بیچ کا پردہ اُٹھا ہوا

انسان کی مرگ و زیست نہین ہے کسی کے ہاتھ
آئے تو کیا جو آپ نہ آئے تو کیا ہوا

نامہ دیا تو اُس گُلِ گلزار حسن تک
دم مین پہونچ گیا مرا قاصد ہوا ہوا

حور آگئی نظر کہ پری کوئی دیکھ لی
سودا سا ہے امیر کو کیا جانے کیا ہوا

ہمسرِ زلف قدِ حور شمائل ٹھہرا
لام کا خوب الف مدِّ مقابل ٹھہرا
دیدۂ تر سے جو دامن مین گرا دل ٹھہرا
بہتے بہتے یہ سفینہ لبِ ساحل ٹھہرا
کی نظر روے کتابی پہ تو کچھ دل ٹھہرا
مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
نکہتِ گل سے پریشان ہوا اُسکا دماغ
خندۂ گل نہ ہوا شورِ عنادل ٹھہرا
نجد سے قیس جو آیا مرے زندان کی طرف
دیر تک گوش بر آوازِ سلاسل ٹھہرا
حسن جبین طفل کا چمکا وہ ہوا باعثِ قتل
جسنے تلوار سنبھالی مرا قاتل ٹھہرا
خط جو نکلا رخِ جانان پہ ملا بوسۂ خال
یہی دانہ فقط اِس کشت کا حاصل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا ای جوشِ جنون
غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
دور جبتک تھے تڑپتا تھا مین کیسا کیسا
پاس آکر جو وہ ٹھہرے تو مرا دل ٹھہرا
کثرتِ داغ سے گلدستہ بنا دل تو کیا
زینتِ باغ نہ آرایشِ محفل ٹھہرا
دوڑتا قیس بھی آتا ہے نہایت ہی قریب
اک ذرا ناقے کو لے صاحبِ محمل ٹھہرا
دم جو بیتاب تھا مدت سے مرے سینے مین
تیغِ قاتل کے تلے کچھ دمِ بسمل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی یہ حال
گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہے صدا تربتِ لیلےٰ سے امیر
ساربان اب تو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

بیگانہ ہو کے سارے جہان سے جدا ہوا
اے عالم آشنا جو ترا آشنا ہوا
سمجھے کفن نصیب جو بعدِ فنا ہوا
سرکارِ عشق سے ہمین خلعت عطا ہوا
دریاے معرفت سے جو دل آشنا ہوا
ترکِ خودی سفینۂ اہلِ فنا ہوا
بختِ سیہ نہ ضعف مین ہم سے جدا ہوا
قدِ خمیدہ حلقۂ زلفِ دوتا ہوا
مین ہٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ ہٹ گیا
سایے سے خوب حقِ رفاقت ادا ہوا
پچھتا رہے ہین خون مرا کر کے کیون حضور
بس اب یہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا

مین اک پردہ نشینِ صاحبِ عصمت کا زخمی ہون
مرے زخمون مین لازم صوف ہی یوسف کے دامن کا

دھڑی مسّی کی ہونٹون پر جمی ہی خیر ہو یارب
اگر نکلے سیر گلشن رنگ اُڑے گا آج سوسن کا

تہ شمشیرِ قاتل کیطرف حسرت سے تکتا ہون
وہ بسمل ہون خبر سر کی نہ مجھکو ہوش گردن کا

ملون کفّار مین جاکر شکستِ کفر کی خاطر
بتون کو توڑنا ہی بھیس بدلون مین برہمن کا

تردد کیون ہی یارونکو کہان گاڑین کہان تو بین
جہان وہ پانٔون رکھدین ہی ٹھکانا میرے مدفن کا

نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے
تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا

لب جان بخش پر مسّی نہین اُسنے جمائی ہے
ہوا ہے چشمۂ حیوان مین پیدا پھول سوسن کا

ہلال و بدر دونون مین امیر اُسکی تجلی ہی
یہ خاکہ ہے جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کھڑا ہوتا ہون رستہ روک کر اُس شوخِ پُر فن کا
وہ رہرو ہون کہ آگا باندھتا ہون جاکے رہزن کا

خیال آیا جو ساقی اُس صراحی دار گردن کا
بڑا پھندا گلے مین گر گئی مے ڈھل گیا مینکا

موے پر شرمِ عصیان حرز بازو ہو گئی مجکو
سمٹ کر گنبدِ مدفن ہوا تعویذ مدفن کا

قدم یان پھونک کر رکھتی ہی بجلی بھی جو آتی ہے
ہنسی سمجھا ہے گلچین پھونکنا میرے نشیمن کا

اُٹھاؤن سختیان لاکھون کڑی بات اُٹھ نہین سکتی
مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا

بہاے تیغ بُران نقد جانِ اہلِ جرأت ہے
بہت ہی تیز بازار اجل مین نرخ آہن کا

وہ مشتاق شہادت ہون کمی جلاد اگر کرتا
لگاتا تازیانہ بڑھ کے تسمہ میری گردن کا

تصور سے سمن رویون کے یہ خالی نہین رہتا
ہمارا دل ہی یا کمرہ ہی کوئی کُنج گلشن کا

مسی مالیدہ لب سے کی ہی کلی جس جگہ اُس نے
قیامت تک اُگے گا اُس زمین سے پھول سوسن کا

وہ محو درد الفت ہون کہ مجکو سیر گلشن مین
چٹکنے مین ہی غنچون کے مزہ بلبل کے شیون کا

کرم فرما جو ہو ابر کرم میری زراعت پر
لے نے برقِ تجلی دانہ دانہ میرے خرمن کا

یہ کس گریان کا ساقی میکدے مین دورِ آخر ہے
کہ غل ہے میکشون مین خاتمہ ہی آج ساون کا

فراقِ یار نے بیچین مجھکو را
ادھر رکھا
شکستِ دل کا باقی ہمنے غربت مین اثر رکھا
ہل وطن کو خط تو اک گوشہ کتر رکھا
برابر آئینے کے بھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی
اسے زیر قدم رکھا اُسے پیشِ نظر رکھا
مٹائے دیدۂ و دل دونون میرے اشکِ خونین نے
عجب یہ طفلِ ابتر تھا نہ گھر رکھا نہ در رکھا
تمھارے سنگِ در کا ایک ٹکڑا بھی جو ہاتھ آیا
عزیز ایسا کیا مرکر اُسے چھاتی پہ دھر رکھا
جنان مین ساتھ اپنے کیون نہ لیجاؤنگا ناصح کو
سلوک ایسا ہی میرے ساتھ ہی حضرت نے کر رکھا
نہ کی کسنے سفارش میری وقتِ قتل قا
ن نے ہاتھ جوڑے تیغ نے قدمون پہ سر رکھا
غضب سے وہ میرے آتے ہی معلوم ہوتا
جگہ خالی جو پائی یار کو غیرون نے بھر رکھا
بڑا احسان ہی میرے سر پہ اُسکی لغزشِ پا کا
اُسنے بے تحاشا ہاتھ میرے دوش پر رکھا
زمین مین دانۂ گندم صدف مین ہم ہوے گوہر
ہمارے عجز نے ہر معرکہ مین ہمکو ور رکھا
ترے ہر نقشِ پا کو رہگذر مین سجدہ کر بیٹھے
جہان تو نے قدم رکھا وہان ہمنے بھی سر رکھا

امیر اچھا شگونِ مے کیا ساقی کی فرقت مین
جو برسا ابرِ رحمت جاے مے شیشون مین بھر رکھا

جلانا چاہتی ہی جب کسی سرسبز گلشن کا
تو بجلی طوف کر جاتی ہی پہلے میرے خرمن کا
وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہی مجھکو گلشن کا
ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بو لنارن کا
ترا خنجر گلے پر غیر کے کیونکر نہ رُک جائے
یہ غمزہ تو اہی سفاک حق ہی میری گردن کا
نہ پوچھو دیکھنے کا حال ہمنے کچھ نہین دیکھا
یا نرگس کی آنکھون سے تماشا سارے گلشن کا
بہار آئی ہی اے دستِ جنون یا عید آئی ہی
یبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا
کبھی خورشید تاکے گا کبھی مہتاب جھانکے گا
رہنا نہین اچھا ترے کمرے کے روزن کا
بصیرت ہو تو انسان مر سمجھے چشم و مژگان کی
لیے ہین پتلیان آنکھون پہ پردہ تیری چلمن کا
کبھی کعبہ کبھی بتخانے مین دیکھا جو تھا مجھکو
ہوا مجمع مرے تابوت پر شیخ و برہمن کا

کیا قبول نہ گل نے مرے گریبان کو
کبھی نہ خار کو دامن مرا پسند ہوا
تمھاری آنکھ کے ڈورے نے دل مرا کھینچا
نہال تاک کا ریشہ لسے کمند ہوا
جھٹک کے آئے وہ زلفِ سیاہ پرافشان
شب وصال ستارہ مرا بلند ہوا
نہ پوچھ اُلفت خالِ سیاہ کا باعث
پسند اپنی ہے مجھکو یہی پسند ہوا
کوئی حسین نظر آیا بنا مین عاشقِ زار
جو گرم ناز ہوا مین نیاز مند ہوا
مزہ ملا سگِ جانان کو استخوان کھاکر
ہزار شکر کہ ہدیہ مرا پسند ہوا
برنگِ شمع جلایا یہ سوز اُلفت نے
کہ شعلہ آگ کا سر سے مرے بلند ہوا
کھُلا جو یار کا جوڑا تو دل کھنچا میرا
بڑھا جو گیسوے جانان مجھے کمند ہوا
لکھا تھا خط مین جو حال اپنی چشم حیران کا
ہزار بند لفافہ کیا نہ ب
امیر پا۔
کبھی نہ ہاتھ سوے اغنیا بلند ہوا

نکالیں گے یہ شمشیر بُرّان حوصلہ دِل کا
ہان زخم سے ہم چوم لین گے ہاتھ قاتل کا
تڑپنے مین دکھا جاتی ہے کچھ انداز بسمل کا
مگر کھایا ہے چرکا برق نے بھی تیغ قاتل کا
عجب کیا ہی اگر دو دن تہیدستون سے کھنچتا ہی
محلہ چھوڑ دے مُمسک جو ہمسایہ ہو سائل کا
سفر مین یاد اُسکے مُصحفِ عارض کی ایسی ہے
کہ ہر منزل پہ دُھوکا ہی مجھے قرآن کی منزل کا
بھرا کشتون سے کیونکر دامنِ مقتل مین حیران ہون
نہین نکلا ابھی تک آستین سے ہاتھ قاتل کا
یقین ہی دیکھتا عالم یہین سے شکل حورونکی
درِ جنت مین آئینہ اگر ہوتا مرے دل کا
کیا تو آب و دانہ ترک راہِ عشق مین لیکن
بہت دشوار روزہ رکھ کے طی کرنا ہی منزل کا
فساد اُس ترک کو عشاق مین مدِ نظر ٹھہرا
نئی سُوجھی گلا بسمل سے کٹواتا ہے بسمل کا
بھلا کر مانگ کی اُلفت کیا برباد آنکھون نے
ٹھگون نے مجھکو مارا راستہ بھٹکا کے منزل کا
نہو جبتک کہ حکم اُسکا کرے وہ قتل کیا ممکن
کہ عزرائیل اک جلاد ہے سرکارِ قاتل کا

پھلے پھولے چمن مین دفن کرنا چاہیے مجھکو
کہ ہون مارا ہوا اک نوجوان گلرو کے جوبن کا

امیر آیا نظر جب چودھوین کا چاند سمجھے ہم
کسی نقاش نے کھینچا ہے نقشہ اُس کے جوبن کا

سیر اگر میرے سیہ خانے کی موسیٰ کرتا
جل کے خاموش چراغِ یدِ بیضا کرتا
آبرو گردِ یتیمی مین جو پیدا کرتا
گوہرِ اشک کو مین آنکھ کا تارا کرتا
ہاتھ رکھے مین اُٹھا زخمِ گلو پر دمِ حشر
مجھ سے ہوتا کہ مین جلّاد کو رُسوا کرتا
تو وہ بُت ہے تری نخوت سے جو ہوتا آگاہ
کبھی فرعون خدائی کا نہ دعویٰ کرتا
جب تلک گنبدِ دوّار کا ہوتا اِک
گردشین لاکھ ترا بادیہ پیما کرتا
نور آنکھون مین نہین نام کو نرگس کیطرح
خاک اِس گلشنِ ہستی کا تماشا کرتا
خطِ پشتِ لبِ جان بخش نہین جائے عجب
خضرؑ سے کیون نہ ملاقات مسیحا کرتا
اے اجل دِن ترے آنے کا جو ہوتا معلوم
کچھ مین سامان تری دعوت کا مہیّا کرتا
غم اُٹھانے کو بہت تھے ترے بندے یارب
اِک مجھکو نہ

وہ جو امیدِ برآری پہ امیر آ جاتے
پہلے مین ترکِ تمنا کی تمنا کرتا

غُبار اُس کے لبِ بام تک بلند ہوا
تمند کا جھونکا ہے مجھے کمند ہوا
جہان کسی کا دُکھا دل مین دردمند ہوا
جلا مین آگ پہ نالان اگر سپند ہوا
کھلا ہے بابِ اجابت دعا تو کر غافل
درِ کریم سُنا ہے کبھی کہ بند ہوا
برنگِ اشکِ ندامت گرا جو آنکھ سے مین
خدا کے سامنے رتبہ مرا بلند ہوا
گلا وہ ہے جو تری تیغ کو ہوا مقبول
جگر وہ ہے جو ترے تیر کو پسند ہوا
کیا وفورِ معاصی نے حوصلے کو پست
کبھی نہ شرم سے دستِ دعا بلند ہوا
دل مرا ہے کہ جسمین خیالِ یار ہے نقش
کبھی سُنا ہے کہ عکس آئنے مین بت

تی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر
سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا
وہ ہی خونریز عالم تو جو رکھدے ناز سے انگلی
تو عالم مرغ بسم اللہ مین ہو مرغ بسمل کا
لڑی اتنی مگر رسوا کریگی کیا قیامت مین
کہین ای سخت جانی ہاتھ چھوٹا ہو نہ قاتل کا
الٰہی اشک بھرتے تھے انکی سرد آہون پر
تڑپنا کسطرح دیکھا گیا انسے مرے دل کا
نئی معراج پائی ہی غبار گور مجنون نے
بگولہ جو اٹھا قبہ بنا لیلے کے محمل کا

امیر اتنا ہوا ثابت کشاکش سے محبت کے
مسافر کو لیے جاتا ہے کھینچے شوق منزل کا

اسکی چلمن سے نہ عاشق کو جدا رہنا تھا
زد پہ تیر نگہ ناز کے آ رہنا تھا
سرخروئی تھی جو منظور تو مانند حنا
دل کو اس شوخ کے قدمون سے لگا رہنا تھا
ہو گیا بند در میکدہ کیا قہر ہوا
باب توبہ کی طرح اس کو کھلا رہنا تھا
شوق پابوس حسینان جو تجھے تھا اے دل
نقش پا بن کے سر راہ پڑا رہنا تھا
چشم نرگس نہ ملی دیدۂ آہو نہ ملا
اے حیا تجکو نہین آنکھون مین کیا رہنا تھا
پھولنا تھا نہ بہار چمن ہستی پر
رنگ سے بو کی طرح گل کو جدا رہنا تھا
آئے بتخانے سے کعبے کو تو کیا پھر پایا
جا پڑے تھے تو وہین ہم کو پڑا رہنا تھا
ل کے عالم سے ہوا اور رہی عالم اپنا
اپنے عالم مین ہمین سب سے جدا رہنا تھا
تھی اگر برق تجلی کو نمائش منظور
بنکے شوخی تری چتون مین بنا رہنا تھا
کیون گیا کوچۂ گیسو مین جو آفت مین پھنسا
میرے دلکو مری چھاتی سے لگا رہنا تھا
تیغ اسکی جو ہے مجھسے کشیدہ تو رہے
دامن یار کو مجھ سے نہ کھنچا رہنا تھا
شاید اس ترک کے توسن ہی کو رحم آجاتا
نیم جانون کو سر راہ پڑا رہنا تھا
لن ترانی ارنی گو کو بھی کہنا تھا ضرور
عشق کو حسن کے پردے مین چھپا رہنا تھا
تھا اگر فتنۂ محشر کو دو بالا ہونا
قامت یار کے سائے مین پڑا رہنا تھا

سینون کا گھٹایا رتبہ ایسا حسن نے تیرے
اثر ہی ناتوانی کا یہانتک بعد مرنیکے
لگا خنجر جو سینے پر ہوے کیا کیا رہا قیدی
مدا ہی سخت جانی ذبح کرنیکو وہ بیٹھا ہے
رہِ اُلفت مین بے آبی ذقن کی لکو آفت ہی

گمان مجنون کو ہوا بے خیمۂ لیلی پہ محمل کا
کہ رستم بنتے بنتے زال بنجائے مری گِل کا
ہزارون حسرتین نکلین جو دروازہ کھلا دل کا
کوئی دم اور چھاتی سے لگا لون پائون قاتل کا
ضاہی جاہ اگر ہو خشک منزل

امیر ایسا کیا بیتاب شوق قتل نے میرے
ہے اُس ترک کے خنجر پہ عالم مرغ بسمل کا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرتہاے بسمل کا
نشان اُنکا نامہ بر کیا پوچھتا ہے قصر قاتل کا
فرشتون پر عیان ہی سحر اُس زہرہ شمائل کا
مزاج ایسا تڑپنے سے ہی برہم میرے قاتل کا
عجب کیا تن پہ میرے زخم دامن دار کا ہونا
نکیرین اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا
الگ یارون سے بٹھلاؤ بُلایا ہی جو غیرونکو
زبان پر تذکرہ اُس تیغ ابرو کا جو ہے ہردم
ضعیف ایسا کیا ہے سختی راہ محبت۔
وہ گریان ہون رہے بے آب خود دلبر زبانی سے
راز غفلت سفر
الٰہی بعد مُردن بھی رہے مشق ستم مجھ پر
آسی لیے نقطۂ رخ بے نقطہ کب عالم مین دا
جو پھیری آنکھ غیرون سے تو اُٹھا لطف یارونکو

نگاہِ یاس پس کر دل بھر آتا ہے قاتل کا
لگا ہے آئنہ ہر ایک در مین چشم بسمل کا
خطِ چاہِ ذقن ہے یا دھوان ہی چاہِ بابل کا
چھری دیکر پکڑ رکھتا ہے بازو مرغ بسمل کا
اُڑایا ڈھنگ چاکِ آستین نے دستِ قاتل کا
ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا
جُدا دفتر سے رہنا چاہیئے افرادِ باطل کا
صدا میری کہ نالہ ہے گلوے مرغ بسمل کا
کہ چلنا دو قدم کرتا ہے طی دو لاکھ منزل کا
بنائین کاسہ گر کاسہ اگر کوئی مری گِل کا
مسافر راہ سے کرتا ہے سامان دن کی منزل کا
لگائین تیر جب تو وہ بنائین وہ مری گِل کا

رنگ محفل کا

گوئی دم پیکان نہ ٹھہرا دل مین تیرے تیر کا
ہگیا کیا کیا پھڑک کر دم ترے نخچیر کا
وقت صید آیا تصور جب قضا کے تیر کا
چلدیا صیاد تجھسا چھوڑ کر نخچیر کا
زخم دل ہمکو بتا دیتے ہین تیرے تیر کا
ام ہے نقش قدم بھاگے ہوئے نخچیر کا
مجھ سے وحشی کا کھنچے مانی سے نقشہ دخل کیا
رنگ صفحے پر نہین جمتا مری تصویر کا
ہون وہ مجنون جھاڑتا ہون اٹھکے مین ہر ایک صبح
رستہ جاروب مژہ سے کوچۂ زنجیر کا
جب تھکا گردون مرے دل نے اٹھایا بار عشق
بوجھ سر پر رکھ لیا اس نوجوان نے پیر کا
ہون وہ مشتاق شہادت دیکھکر میری تڑپ
صورت بسمل پھڑک جاتا ہی دم شمشیر کا
رات دن پہلو مین ہی کوئی نہ کوئی سیم تن
جذب دل اپنا بھی نسخہ ہے کوئی اکسیر کا
دشت وحشت مین چبھے ہین خار ایسے ہر قدم
پانون شانہ بنگیا ہی گیسوئے زنجیر کا
جو وسیلہ غیر کا ڈھونڈھے نہ ہو کیونکر خراب
حال ہوتا ہے پریشان خاک دامنگیر کا
اہل دولت نے سوا ہے صاحب جرأت کی قدر
سیم و زر سے تیز ہے نرخ آہن و شمشیر کا
حشر مین پائیگا خوش چشمونکی ایذا سے سزا
پوست کھنچا جائے گا صیاد آہو گیر کا
پھونکتی ہی مجکو اس گیسو کی افشان کی چمک
دل ہے پروانہ چراغ خانۂ زنجیر کا
تو وہ ہے ناوک فگن تیرا بہک جائے جو ہاتھ
آپ اڑ کر تھام لے نخچیر پلہ تیر کا
حلقۂ گیسو مین پائی نقد دل دیکر جگہ
دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

کس پری کی زلف سے تشبیہ اسکو ہے امیر
سلسلہ پہونچا کہان جاکر مری زنجیر کا

ظالمون کو بھی ہوا ماتم ترے نخچیر کا
روتی ہے منھ پر کمان رکھ رکھ کے پلہ تیر کا
عارض تابان ہی شعلہ نالۂ شبگیر کا
گیسوے پیچان دھوان ہی خانۂ زنجیر کا
آئنہ سکتے مین آجاتا ہی مجھکو دیکھ کر
منھ تکا کرتی ہے حیرانی مری تصویر کا
سینہ مجروح مژہ ہی دل ہی ابرو سے دو نیم
وار مجھپر تیر سے بڑھ کر پڑا شمشیر کا

محتسب شہر کے یار
ساقی مین صراحی کا گلا رہنا تھا

ساز تھا مجھ سے جو آہِ دلِ سوزان کو اسیر
برغم بنکے مرِی گور پہ چھا رہنا تھا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیونکر ہوا
ا دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر
شکارا رازِ حسن کبریا کیونکر ہوا
ہ کے سو پردون مین عالم آشنا کیونکر ہوا
ے مسیحا میرے دشمن ہون شفا سے نا امید
تو سلامت درد میرا لا دوا کیونکر ہوا
جہ حیرت اہلِ دنیا مین ہے اپنا حالِ دل
ایسے بیدردون مین یہ درد آشنا کیونکر ہ
وش مین آبد حواس اتنا نہ روتا ہی کیون
قصہ بیان کر کیا ہوا کیونکر ہ
ینا بندہ بھی بجے کہتا ہے پھر محتاج بھی
تجھ سے شاہنشاہ کا بندہ گدا کیونکر ا
ازا ٹھائے مین نے پالا مین نے حضرت کون ہین
دل اگر میرا نہین ہے آپ کا کیونکر ہوا
پوچھ لے قاتل زبان تیغ سے سب سرگذشت
کشتے کس منھ سے بتائین کیا ہوا کیونکر ہوا
چھتے جی برسون مین تڑپا تب نہ لی تمنے خبر
مرگئے پر پوچھتے ہو کیا ہوا کیونکر ہوا
مین نہ مانونگا کہ دی اغیار نے ترغیب قتل
دشمنون سے دوستی کا حق ادا کیونکر ہ
خط لکھا تھا مین نے سیرے ہاتھ کرنے تھے قلم
نامہ بر میرا سزاوارِ سزا کیونکر ہ
لوٹنا دیکھا نہین جاتا بنے ہو نرم دل
ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیونکر ہو
دل اگر ہو صاف کچھ مشکل نہین دیدار یار
دیکھ تو آئینہ صورت آشنا کیونکر ہوا
مین نہ مانونگا یہ آئینے کا ہے سارا قصور
خود بخود وہ خود پسند و خودنما کیونکر ہو
اسنے کھینچی تیغ یان سر جھک گیا قصہ مٹا
خلق یہ کیون پوچھتی ہے ماجرا کیون
چاٹتی ہے کیون زبانِ تیغ قاتل بار بار
بے نمک چھڑکے یہ زخمون مین مزا کیونکا
داورِ محشر کو بھائی میری اسکی یہ جھاڑ
چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیونکر ہوا
وبلا تھی مر گیا پھنسکر ا
ے برا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا
روکے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا
شل مکتوب نہ کہنے مین ہے کیا کیا کہنا
اور تھوڑی سی شب وصل بڑھا دے یارب
بچھاڑ کھاتا ہے جو غیرونکو جھپٹ کر سگِ یار
ہر بنِ موئے مژہ مین ہین نہان سو طوفان
وصف رُخ مین جو سُنے شعر وہ ہنسکر بولے
لاسکوگے نہ ذرا جلوۂ دیدار کی تاب
لیا عہد کبھی کچھ نہ کہین گے منھ سے
خاک مین ضد سے ملاؤ نہ مرے آنسو کو
بیے نادان ہین جو لچھے کو برا کہتے ہین
بتو یادِ خدا کرنے دو
پڑھتے ہین دیکھکے اُس بت کو فرشتے بھی درود
ی بتو تم جو ادا آکے کرو مسجد مین
ان حسینونکی جو تعریف کرو چڑھتے ہین
شوق کعبے لیے
ساری محفل کو اشارونمین لٹادو ایجان
گھٹتے گھٹتے مین رہا عشق کمر مین آدھ
مین تو آنکھون سے بجا لاتا ہون ارشاد حضو

بات کہنا بھی تمھارا ہے معمّا کہنا
ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرف تمنّا کہنا
نہ مری طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
صبح نزدیک ہمین اُنسے ہے کیا کیا کہنا
مین یہ کہتا ہون مرے شیر ترا کیا کہنا
عین غفلت ہی مری آنکھ کو دریا کہنا
شعر ہین نور کے ہے نور کا تیرا کہنا
ارنی منھ سے نہ لے حضرتِ موسیٰ کہنا
اب اگ
سچے موتی تو سب ہین جو
ہو بُرا بھی تو اُسے چاہیئے اچھا کہنا
زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
مرحبا صلّ علےٰ صلّ علےٰ کیا کہنا
لب محراب سے کہے نام خدا کیا کہنا
سچ تو یہ ہے کہ بُرا ہے انھین اچھا کہنا
میرے اللہ بجا لاؤن مین کس کا کہنا
لطیفا کہنا
جامۂ تن کو مرے چاہیئے نیما کہنا
آپ سنتے نہین کانون سے بھی میرا کہنا

جستی طبع سے اُستاد کا ہے قول امیر
ہنوز مین سست مگر چاہیے اچھ

طوق مجنون کی گرانی کیا لگا ہون پر چڑھے
ایک حلقہ ہو مری اُتری ہوئی زنجیر کا
توڑ کر سینے کو کاٹا ہے تری مژگان نے دل
توڑ اسمین تیر کا ہے کاٹ ہے شمشیر کا
کیا حقیقت دو جہان کی وسعتِ دل کے حضور
لامکان اک مختصر گوشہ ہے اِس تعمیر کا
کچھ دمِ آخر نہ اُٹھا سخت جانی کا مزہ
یاس مجھکو آگیا قاتل تری شمشیر کا
کیون ہجوم خلق ہوگا حشر مین حیران ہون
کیا جنازہ آئیگا وان عاشقِ دلگیر کا
رنگ لایا جوشِ وحشت عشقِ چشمِ یار مین
نرگسِ شہلا ہے ہر حلقہ مری زنجیر کا
یاد دلواتی ہے کیا کیا ہاے بجلی کی تڑپ
بے تکلف وہ اُگل پڑنا تری شمشیر کا
اسقدر لکھی مری تقدیر کی برگشتگی
گھس کے اُلٹا ہو گیا قط خامۂ تقدیر کا
گرم بازار تجلیٰ تیری باتون سے ہوا
لو ہے شمعِ طور کی شعلہ تری تقدیر کا
مر گیا دیوانہ کل تو حسرت نے کہا
آج کیا ویران نظر آتا ہے گھر زنجیر کا
تھا کسی کی ابروے خمدار کا یہ انتظار
دیدۂ جوہر مین اٹکا آکے دم شمشیر کا
گرد باد آسا ازل سے ہون مین وہ وحشی امیرؔ
خاک غربت سے بنا خاکا مری تصویر کا

جوہر کی طرح تیغ سے بسمل لپٹ گیا
میرے گلے سے دوڑ کے قاتل لپٹ گیا
وحشی وہ ہون چلا جو مین زندان کو دشت سے
قدمون سے جادہ مثلِ سلاسل لپٹ گیا
اُس ترک کی مژہ کا تصور بندھا اگر
کانٹون سے جا کے آبلۂ دل لپٹ گیا
غنچون کی شکل ہو گئے فصلِ خزا مین پھول
مکتوب اشتیاق عنادل لپٹ گیا
وحشی ترا گیا لبِ دریا جو پانون سے
زنجیر بنکے دامنِ ساحل لپٹ گیا
چمکی یہ کس غریب کی صحرا مین برقِ آہ
رہزن سے ڈر کے رہروِ منزل لپٹ گیا
لیلیٰ تو محملِ دلِ مجنون مین تھی مکین
دیوانہ تھا جو دیکھ کے محمل لپٹ گیا
پروا نے ننگ و عار نکر عشق مین امیرؔ
پروانہ شمع سے سرِ محفل لپٹ گیا

قدم حضور کے آئے مرے نصیب کھلے
قصر سلیمان غریب خانہ ہوا
ترے جمال نے زہرہ کو دور دکھلایا
ر جلال سے مریخ کا زمانہ ہوا
کوئی گیا درِ جانان پہ ہم ہوئے پامال
ہمارا سر نہ ہوا سنگِ آستانہ ہوا
فروغِ دل کا سبب ہو گئی بجھی جو ہوس
شرارِ شستہ سے روشن چ [illegible] نہ ہوا
جب آئی جوش پہ میرے کریم کی رحمت
گرا جو آنکھ سے آنسو دُرِ یگانہ ہوا
حسد سے زہر تن آسمان میں پھیل گیا
جو اپنی کشت میں سرسبز کوئی دانہ ہوا
چنے مہینون ہی تنکے غریب بلبل نے
مگر نصیب نہ دو روز آشیانہ ہوا
خیالِ زلف میں چھائی یہ تیرگی شبِ ہجر
کہ خالِ چہرۂ زنگی چراغ خانہ ہوا
جوشِ گریہ ہوا میرے صید ہونے پر
کہ چشمِ دام کے آنسو سے سبز دانہ ہوا
نہ پوچھ ناز و نیاز اُسکے میرے کب سے ہیں
یہ حسن و عشق تو اب ہو اُسے زمانہ ہوا
ٹھائے صدمے پہ صدمے تو آبرو پائی
امیر ٹوٹ کے دل گوہرِ یگانہ ہوا

کس ترنگ سے دھیان آیا اُس رخِ پر نور کا
آگے آگے سیکڑون اُنکا تھا مجمع طور کا
مل گیا بوسہ جو اُس کے عارضِ پُرنور کا
ہم یہ سمجھے پھول ہاتھ آیا نہالِ طور کا
رنگ داغون میں سے پیدا ہوا ناسور کا
ب کلیجا ہو گا ٹھنڈا مرہم کافور کا
رفتہ رفتہ راہ پر لاتا ہے واعظ کو ضرور
پھلون شربت بناکر نذر کو انگور کا
آؤن کیا فردوس کو خدا نہین نازک طبع ہون
ناز اٹھین گے نہ غلمان کے نہ غمزہ حور کا
ہر قدم پر وادیٔ وحشت میں کہتا ہے دل
المدد اے شوق منزل ہے ارادہ دور کا
کسقدر کھینچی مشقت کوہکن نے عشق مین
کچھ نہ سے شیرین بڑھا [illegible] دل تو [illegible] دور کا
ای حسین کیا منھ ہی پریونکا جو تیرے منھ چڑھین
دیکھکر تجھکو اُتر جاتا ہے چہرہ حور کا
بارگاہِ حق سے ہر طاعت کی ملتی ہے جزا
ہے بڑی سرکار حق رہتا نہیں مزدور کا

قدوم قاصدِ جانان سے فخر خانہ ہوا
قدم رسول مرا سنگِ آستانہ ہوا

حسد سے طرّۂ مضمون مرا یگانہ ہوا
عدو کے خندۂ دندان نما سے شانہ ہوا

بہانہ جو ہے خدائے غفور کی رحمت
بہے جو نزع مین آنسو اُسے بہانہ ہوا

ریاضِ دہر مین پوچھو نہ میری بربادی
برنگِ بُو اِدھر آیا اُدھر روانہ ہوا

کمانِ حسن نہ تھی آشنائے تیر ادا
کہ ناوکِ غمِ اُلفت کا مین نشانہ ہوا

خدا کی راہ مین دیتا ہے گھر کا بھر لینا
اِدھر دیا کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

ہوا نہ غیر کا احسان پسِ فنا صد شکر
غبار اُڑ کے سرِ قبر شامیانہ ہوا

پڑا جو سایۂ گیسو تو وہ کمر لچکی
ڈھلا جو کاندھے سے آنچل تو دردِ شانہ ہوا

نشانِ غیر کہان صیدگاہ وحدت مین
پڑا ہدف پہ بھی تو تیر ہی نشانہ ہوا

جنون کا جوش گھٹا تھا کہ بوئے گل آئی
سمندِ ہوش رُکا تھا کہ تازیانہ ہوا

گھڑی بھر ایک طرح پر اسے قرار نہین
مزاجِ یار بھی حق مین مرے زمانہ ہوا

ہجوم رنج ہے دینارِ داغ ملتے ہین
جگر کا چاک نہ ٹھہرا درِ خزانہ ہوا

یہ بدحواس کیا شوقِ جبہہ سائی نے
کہ سنگِ راہ بھی مجھے سنگِ آستانہ ہوا

زمین اُٹھائی یہ نالون نے سرِ وقتِ سجود
بلند بام سے وہ سنگِ آستانہ ہوا

پتہ امیر کا منزل مین گور کے بھی نہین
یہان سے آگے الٰہی کدھر روانہ ہوا

امیر لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا
وہ بُت وفا پہ نہ آیا مین بے وفا نہ ہوا

سرِ نیاز کو تیرا ہی آستانہ ہوا
شراب خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا

ہوا فروغ جو مجھکو غمِ زمانہ ہوا
پڑا جو داغ جگر مین چراغِ خانہ ہوا

اُمید جا کے نہین اُس گلی سے آنیکی
برنگِ عمر مرا نامہ بر روانہ ہوا

ہزار شکر نہ ضائع ہوئی مری کھیتی
کہ برق و سیل مین تقسیم دانہ دانہ ہوا

جلوۂ حسن الٰہی اور پتھر ای کلیہ
آپ کی گرمی نے چمکایا ستارہ طور کا
گور بھی ہے گورکن
کون سے گھر مین گذر ہوتا نہین مزدور کا
آدمی کا منہ ہے جو دعوی خدائی کا کرے
بولتے ہین آپ حضرت نام ہے منصور کا
ہم وہ میکش ہین کہا پیر مغان نے بعد مرگ
ہو مزار انگور کے سایے مین اس مغفور کا
تو نہ لے یار تو جنت جہنم ہے مجھے
تجھکو دکھلا کر نہ دکھلائے خدا منہ حور کا

غیرت اہل دول منظور ہے مجھکو
بھیک بھی مانگون تو کاسہ لون فغفور کا

جب سے باندھا ہے تصور اس رخ پرنور کا
سارے گھر مین نور پھیلا ہی چراغ طور کا
بخت واژون سے جلے کیون دل نہ مجھ محرور کا
مرہم کافور سے منہ آگیا ناسور کا
اسقدر مشتاق ہون زاہد خدا کے نور کا
بت بھی بنوایا کبھی مین نے تو سنگ طور کا
تجھکو لائے گھر مین جنت کو جلایا رشک سے
ہم بغل تجھ سے ہوئے پہلو دبایا حور کا
گور کافر کس لیے ہی تیرہ و تار اس قدر
پڑ گیا سایہ مگر میری شب دیجور کا
حسن یوسف اور تیرے حسن مین اتنا ہی فرق
چوٹ یہ نزدیک کی ہی وار تھا وہ دور کا
قصر تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی
گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
چہرۂ جانان سے شرما کر چھپایا خلد مین
خامۂ تقدیر نے کھینچا جو نقشہ حور کا
حاجت مشاطہ کیا رخسار روشن کے لیے
دیکھ لو گل کا شعلہ ہے کون شمع طور کا
زلف در روئے یار سے نیرنگ قدرت ہی عیان
مہر کے نیچے مین ہی دامن شب دیجور کا
خاکساری کر جو ہو منظور آنکھون مین جگہ
خاک ہو کر سرمہ بنجاتا ہی پتھر طور کا
غافلون کے کان کب کھلتے ہین سنکر شور حشر
سونے والونکو جگا سکتا نہین غل دور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہل عدم
بیٹھ لینے دو ذرا آتا ہون اُٹھا دور کا
عجز کرتے ہین عوض جان سے بھی خاصان حق
جھک گیا سر آگے پاے دار پر منصور کا

ہون وہ میکش باغبان فوراً مجھے پرچہ لگا
ایک پتا بھی گرا جب شاخ سے انگور کا
بار دُنیا جسکے سر پر ہے اُسے راحت کہان
چور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا
چاہیے دینی ہوائین اُس کو آہِ سرد کی
جوش خونِ گرم سے آیا ہے مُنھ ناسور کا
کب کی آ چکتی قیامت یہ مرا احسان ہی
بند ہو دم میرے نالون کی بدولت صور کا
وادیِ ایمن مین تھی برقِ تجلّی بے حجاب
حیرتِ موسیٰ تھی پردہ جلوہ گاہِ طور کا
روزِ خلقت سے وہین ہی باہر آسکتی نہین
کہتے ہین جنت جسے ہی قید خانہ حور کا
خیر جاری کا جو ہی اے حضرتِ واعظ خیال
وقف کر دو مول لیکر باغ اک انگور کا

سائبان اپنے سیہ خانے کا بنواتا امیر
ہاتھ آجاتا اگر دامن شبِ دیجور کا

کیا تڑپ رکھتا ہی شعلہ عارضِ پُر نور کا
ٹنا آنکھون مین پھر جاتا ہی برقِ طور کا
غ سینہ جل اُٹھے منھ چھُٹ گیا ناسور کا
ھیان بھی آیا جو دل مین مرہم کافور کا
کاش وہ بُت ہو جو صحبت دو گھڑی
چٹکیان لے لے کے زانو لال کر دے حور کا
بیٹھتا ہون وصف لکھنے اُسکے حسنِ صاف کے
شمع کافوری سے روشن ہو کنول بلور کا
در دمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی
رو دیا مین دل بھر آیا سُن کے نالہ صور کا
ن پہلے مجکو دے ساقی شراب
دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مردِ بے مقدور کا
ہی پئین گے آج ہم ساقی تکلّف ہی ضرور
جام ہیرے کا ہو خُم ترشا ہوا بلّور کا
عمر گندی ہی کہ دا بھر کو کہین جاتی نہین
گھر مرا کیا قید خانہ ہے شبِ دیجور کا
عاشقِ مژگان ہون مجکو نوش سے بڑھکر ہی نیش
لُطف اُٹھاتا ہون مین چھتّا چھیڑ کر زنبور کا
تم مزے سے حُسن کے واقف نہین کچھ زاہدو
نام ہی سنتے ہو مُنھ دیکھا ہے کس دن حور کا
جب بلندی پر پڑے دیکھے کہین مینے پھُول
ڈھیر سمجھے ہم کسی بادہ کش مغفور کا
اہی خضر زندہ تمکو کچھ مشکل نہین عمر درا
آبِ حیوان گر نہین شیرہ تو ہے انگور کا

حصار امن ہے ہم سے سیاہ کارون کو
ہر ایک حلقہ ترے گیسوے معنبر کا
عیان ہے رجعتِ خورشید اور شقِ قمر
بشر ہے علیؑ کا تو وہ پیمبر کا
جو صاف دل ہین انھین جور چرخ سے ہو ملال
پسا نہ دانہ کبھی آسیا مین گوہر کا
صفاے دل کا رہے کچھ نشان مرگ کے بعد
ہمارے روضے مین ہو فرش سنگِ مرمر کا
ہوا یہ کس قدِ موزون کا باغ مین جلوہ
کہ تنگ قافیہ ہے مصرعِ صنوبر کا
عبث ہے ناز تموّل پر ان امیرون کو
اٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا
شتاب کوچۂ جانان کو ہو روان قاصد
زیادہ دیر نہ کر واسطہ پیمبر کا
زبان پہ نالہ ہے جبتک ہین اشک بھی جاری
علم گرا تو نہ ٹھہرے گا پانون لشکر کا
جو کام آئے پس مرگ بھی کسی کا ہنر
چراغِ آئنہ ہو مرقدِ سکندر کا
حصول کیا جو ملا اختیار دولت پر
ہمیشہ حال پریشان ہے کیمیاگر کا
بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن
مقامِ خوف نہین شیر ہو جو پتھر کا
جمال جنکے سراپا تھے نور کی صوا
نہ پانون کی خبر انکو نہ ہوش ہے سر کا
عزیز کر کے فلک کر رہا ہے مجھکو ذلیل
خلاف رسم بناتا ہے قطرہ گوہر کا
کہان یہ سختیِ عالم کہان دلِ نازک
غضب ہے شیشہ اٹھائے جو بوجھ پتھر کا

نہ آسمان سے غرض ہے نہ آفتاب سے کام
امیر شیشے کا محتاج ہے نہ ساغر کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا
سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
جس غنچہ لب کو چھیڑ دیا خندہ زن ہوا
جس گل پہ ہم نے رنگ جمایا چمن ہوا
اخگر کی طرح نیست بتدریج تن ہوا
تن پیرہن تو پیرہن اپنا کفن ہوا
یہ موشگافیون سے ہوا شاعرون کی تنگ
علمِ خدا مین جا کے نہان وہ دہن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تمنے کی
تم آئے اپنے گھر مین غریب الوطن ہوا

موت کیا آئی تپ فرقت سے صحت ہو گئی
م نکلنے سے بدن ٹھنڈا ہوا رنجور کا

موذیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہے
بارش بالان سے گھر گرتا نہین زنبور کا

چشم ساغر بے سبب ہر دم لہو روتی نہین
منجون سے ساتیا دل پھٹ گیا انگور

جاتے ہین میخانۂ عالم سے ہم سوے عدم
کہدو از خود رفتگی سے ہی ارادہ دور کا

کی نظر جسپر کدورت سے رہا خاموش وہ
ہے اثر گردِ نگاہِ یار مین سیندور کا

جلوۂ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہو اگر
کرمکِ شب تاب مین عالم ہی شمع طور کا

مر کے یارانِ عدم کے پاس پہونچونگا اسیر
یہ چلتے چلتے جان جا اگر سفر ہے

یارب شبِ وصال یہ کیسا گجر بجا
اگلے پہر کے ساتھ ہی پچھلا پہر بجا

آواز صور سُن کے کہا دل نے قبر مین
کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا

کہتے ہین آسمان جو تمہارے مکان کو ہم
کہتا ہے آفتاب درست اور قمر بجا

جاگو نہین یہ خواب کا موقع مسافرو
نقارہ تک بھی کوچ کا وقتِ سحر بجا

تعمیر مقبرے کی ہے لازم بجاے قصر
زرداروں سے کہو کہ کرین صرفِ زر بجا

ہین ہم تو شادمان کہ ہے خط مین پیامِ وصل
بغلین خوشی سے تو بھی تو اے نامہ بر بجا

مجھکو نہین جو انس محبت کہان مجھے
تالی نہ ایک ہاتھ سے اے بیخبر بجا

نفرت ہے یہ خوشی سے کہ اشک اپنے گر پڑے
ہمراہ تعزیے کے بھی باجا اگر بجا

ہوا یہ جوشش شبِ ہجر دیدۂ تر کا
چراغ دیدۂ ماہی بنا مرے گھر کا

لکھون مین حال جو اپنے خطِ مقدر کا
ورق سیاہ کرون آفتاب محشر کا

یہ کسکی یاد مین رویا کہ آبرو پائی
خزانہ دیدۂ گریان ہے حوضِ کوثر کا

اب سیرِ باغ وصل کہان اور ہم کہان
گولر کا پھول یار کا سیبِ ذقن ہوا
رکھنا تھا پاک پرسشِ روزِ حساب سے
اسواسطے عطا نہ بتون کو دہن ہوا
چھانی ہی بھاڑ بھاڑ کے اسمین شرابِ ناب
کیا صرفِ کارِ خیر مرا پیرہن ہوا
عالب کو تیرے جلوے نے مطلوب کر دیا
نظارۂ جمال سے بُت برہمن ہوا
ِ نگاہ و تار زلف م
تب چار گز کسی کو میسّر کفن ہوا
ر وئین لپٹ کے خوب مرے دل کی حسرتیں
غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
اعظ کا تھا لحاظ تو فصلِ خزان تلک
لو آگئی بہار مین توبہ شکن ہوا
ہل عدم سب آئے تماشے کو آپ سے
ہم آئے کیا سفر مین کہ خالی وطن ہوا

خلوت مین تھا تو شاہدِ معنی تھا مین امیر
خلوت سے انجمن مین جو آیا سخن ہوا

اب سے مین مست بہارِ چمن ہوا
جو گل بنا تو جامِ شرابِ کہن ہوا
باہم جو ذکرِ زلف شکن در شکن ہوا
برہم تمام سلسلۂ انجمن ہوا
آئی بہار پھر سے مجھے شوقِ چمن ہوا
برگِ شگوفہ پنبۂ داغِ کہن ہوا
کس سبزہ رنگ پردہ نشین کا تھا شیفتہ
کھایا جو زہر بھی تو نہ نیلا بدن ہوا
کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو
تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا
رہتا ہمیشہ خلوت و جلوت مین ہم بغل
افسوس ہے کہ مین نہ ترا پیرہن ہوا
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھونگا پھر وطن
یون تو مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
غرت ہوئی فراق مین ایسی شراب سے
زاہد کہا کیا مین نہ توبہ شکن ہوا
یعقوب وار کھل گئین آنکھین فراق مین
یوسف کا پیرہن مرے حق مین کفن ہوا
اللہ رے پاسِ خاطرِ غربت تڑپ گیا
منھ وقتِ واپسین بھی جو سوے وطن ہوا
ر سپہر سے ہمہ تن ہے یہ داغِ دل
بیدرد جانتے ہین شگفتہ چمن ہوا

دُنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا
جھپکی پلک کہ آنکھ سے غائب وطن ہوا
احوالِ گور و حشر وہین مجھ پہ کھُل گیا
خلوت سے جب روان طرف انجمن ہوا
دکھلادے ای بُت آج تو بہر خدا وہ شان
شیخ حرم پکارے کہ مین برہمن ہوا
رخصت کے وقت روے یہ اُس مُنھ پہ کہ کے مُنھ
دریا چھلک چھلک کے وہ چاہِ ذقن ہوا
غیرونکو ساتھ لیکے جو آئے وہ گور پر
اک حسرتون کی پوٹ ہمارا کفن ہوا
صدشکر قوّت اتنی تو مجھکو فلک نے دی
ہاتھون سے میرے چاک مرا پیرہن ہوا
خلوت کدہ تھا دل مگر اب شکلِ آئنہ
مہمان انجمن جو ہوا انجمن ہوا
کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا مین غریب
پھر دیکھنا نصیب نہ مجکو وطن ہوا
پہلی نگاہ یاس مین تو کانپنے لگا
ای ترک آج کیا وہ ترا بانکپن ہوا
صیاد ہم کہان وہ تماشاے گل کہان
روئی لہو نگاہ جو ذکرِ چمن ہوا
افشاے راز تا نہ ہو زنّاد پر کہین
رندون مین دخت رز کا لقب جانمن ہوا

نعم البدل دیا مجھے اللہ نے امیر
دل ہو گیا جو خون تو رنگین سخن ہوا

وہ مست ہون نصیب مجھے تب کفن ہوا
جب رہن مے فروش کے گھر پیرہن ہوا
چھیڑا جو مین نے یار کو گرمِ سخن ہوا
پیدا مرے زبان سے اُسکا دہن ہوا
کافر بدل کے بھیس سوا راہزن ہوا
پتھر بنا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا
شکلِ وطن نہ صورتِ اہلِ وطن ہے یاد
مدت ہوئی کہ وادیِ غربت وطن ہوا
مجھ مست کی ہو ہاتھ ترے یارب آبرو
تجھکو کریم جان کے توبہ شکن ہوا
لالچ تھا واسطے ہی سے ذوقِ سخن سے ملے
اس سے مین ہم سخن سے ترے ہم سخن ہوا
سو عکس آئنے مین پڑے اور مٹ گئے
اس گھر مین جو گیا وہ غریب الوطن ہوا
مستی نے جام پی کے اُڑائے جہانکے ہوش
پتھر ہوا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا

ساکنِ مسجد ہوا جاکر جھکا جو سرو قد
عشقِ عارض کر رہا ہے حسنِ عارض کو تباہ

سچ مثل مشہور ہے سیدھا ہے گھر اللہ کا
لوٹتا ہے لشکرِ شاہی اثاثہ شاہ کا
بات وہ کہیئے بھلا ہو جسمین خلق اللہ کا
حیف ہے پیاسا جو رہ جائے کبوتر چاہ کا
بن گیا سرو کنارِ جو الف اللہ کا
تہ کو جب پہونچے تو مضمون ہاتھ آیا جاہ کا

پیاس [illegible] بجھانا چاہیے
آنسوؤں کا جوش یہ ذکرِ الٰہی مین ہوا
گوہرِ مقصد ملا بحرِ سخن مین ڈوب کر

نور ایسا دیدۂ دل کو خدا بخشے امیر
سامنے روضہ نظر آئے رسولُ اللہ کا

ن مژہ ترسے ہو گیا
دکشورِ عدم مین خدا جانے سیر کیا
اب بلبلین چمن مین کہان آگئی خزان
آیا عرق تو اور بڑھائی صفائے جسم
آخر ہوئی خیالِ خطِ سبز مین جو عمر
بچتا شرارِ آتشِ گل سے نہ ایک خس
پیری مین آئی موت جوانی گذر گئی
تم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا

تھوڑی سی آبرو تھی سو وہ بھی ڈبو گیا
آیا نہ پھر کے منزلِ ہستی سے جو گیا
تھی دھوم چار دن کی وہ ہنگامہ ہو گیا
اُس گل کے بال بال مین موتی پرو گیا
سمجھا یہ مین خضر مری کشتی ڈبو گیا
پر ابر آشیانۂ بلبل بھگو گیا
جاگا تمام شب مین دمِ صبح سو گیا
ابر آ کے خاکِ گور پہ ہر سال رو گیا

حوال جسمین تھا دلِ گم گشتہ کا امیر
رستے مین نامہ بر سے وہ مکتوب کھو گیا

صل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا
عمرِ رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
جمع کسدن نہ ہوئے موسمِ گل مین میکش

حوصلہ دل کا جو تھا دل مین بدستور رہا
لیکن اک دم کی تلافی کا نہ مقدور رہا
روزِ ہنگامہ تہِ سایۂ انگور رہا

ممنون ہون مین زمین کا بھی آسمان کا بھی
حاصل یہان سے گور وہان سے کفن ہوا
احباب اپنے اپنے گھرون مین ہین محو عیش
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا
صیاد قید مین مجھے کیا خواہش چمن
جھاڑے جو بال و پر تو قفس بھی چمن ہوا
لیلی کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز
سینے مین لوٹ کر دل مجنون ہرن ہوا
لکنت نہین فراق ترا ناگوار ہے
لب پر رکا جدا جو زبان سے سخن ہوا
مسی ملی جو اس نے ہوا بدگمان مین
بوسے لیے یہ کس نے کہ نیلا بدن ہوا
راتون کو کی امیر یہ ذکر خفی کی مشق
دل بن گیا زبان تو سینہ دہن ہوا

مر کر علو قدر سے عریان بدن ہوا
حورون مین قدسیون مین تبرک کفن ہوا
دل عشق مین یہ جاذب رنج و محن ہوا
مانند داغ درد یہی جزو بدن ہوا
کس کا رخ صبیح یہ پرتو فگن ہوا
آئینہ وار مالک نہر لبن ہوا
دشت شکار مین جو وہ ناوک فگن ہوا
جن کیا فرشتہ بھیس بدل کر ہرن ہوا
چارہ غم فراق کا کیا ہے سوائے صبر
ٹھہری زبان جدا جو زبان سے سخن ہوا
ممنون چارہ گر نہ ہوا مین ہزار شکر
ہر داغ تازہ مرہم داغ کہن ہوا
اللہ ری صفائے طبیعت کہ بعد مرگ
گرد نگاہ خلق سے میلا کفن ہوا
آخر کیا یہ عشق دہان و کمر نے گم
پنہان نظر سے روح کی صورت بدن ہوا
یاد تجلی رخ روشن جو دل مین تھی
فانوس شمع طور ہمارا کفن ہوا
ایسا ہوا ہے اب تو زمانے کا خون سفید
آیا جو لعل ہاتھ مین در عدن ہوا
افشائے راز وجہ جنون ہی برنگ گل
بو پھوٹنے سے چاک مرا پیرہن ہوا
پوچھو وہ کیا سمجھ کے بدلنے لگے لباس
میلا ابھی تلک نہین میرا کفن ہوا
نالے بدن کو توڑ کے نکلے برنگ نے
منہ بند کیا ہوا مین سراپا دہن ہوا

ہو رہی ہے تری رفتار سے پامال جو خلق
تو نے سیکھا چلن اے کبک خراماں کسکا
اہلِ آفاق جو کرتے ہین فلک کا شکوہ
یہ تو سمجھین کہ یہ ہے تابع فرمان کسکا
بُنِ دندان سے ذرا کر چمنِ حسن کی سیر
پھر ہے خرملے لب و سیبِ زنخدان کسکا

اِس زمانے مین نہین نام سخاوت کا امیر
کون محسن ہے اُٹھائے کوئی احسان کسکا

جب تلک ہست تھی دشوار تھا پانا تیرا
مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا
نہ جہت تیرے لیے ہی نہ کوئی جسم ہے تو
چشمِ ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا
شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال
رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا
صاف اس جنگ مین آتی ہی ہمین صلح کی بو
دل ملاتا ہے یہ آنکھون کا لڑانا تیرا
دے سزا مجھ سے طلب کر نہ صفائی کے گواہ
کوئی میرا نہین ہی سارا زمانا تیرا
نہین بچنے کا ترے تیرِ مژہ سے دلِ زار
بال باندھا ہے یہ اے ترک نشانا تیرا
دستِ نازک سے اُٹھا تیغ نہ بھاری قاتل
ہاتھ جھولے گا اُتر جائے گا شانا تیرا
اب تو پیری مین نہین پوچھنے والا کوئی
کبھی اے حسنِ جوانی تھا زمانا تیرا
اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اکدن
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا
منھدی ملتی ہی جو مشاطہ تو کہتا ہے وہ شوخ
خوب ہم جانتے ہین آگ لگانا تیرا
دلِ عاشق کبھی ہوتا نہین مژگان سے جدا
ہے ترے تیر کے نزدیک نشانا تیرا
دردِ سر ہونے لگا بس کیجئے نالے کب تک
مشکل اے طالعِ خفتہ ہے جگانا تیرا
کوے قاتل کو تو ہوتا ہی روان تو قاصد
جان سے دم بھی عدم کو ہے روانا تیرا
اجل آئیگی تو لیجائیگی ہمراہ ضرور
بیٹھ جائیگا نہین کوئی بہانا تیرا
کیون تجھے ہم سے عداوت ہوا اے نفسِ شقی
ہمنے کہنا کبھی جھوٹون بھی نہ مانا تیرا

دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر
ابتو ہے ملکِ معانی مین زمانا تیرا

گردشِ بخت کہان سے ہمین لائی ہو کہان
منزلون وادیٔ غربت سے وطن دور رہا
راستبازی کر اگر ناموری ہے درکار
دار سے خلق مین آوازۂ منصور رہا
وہ تو ہے چرخ چہارم پہ یہ پنج محلے پر
سچ ہے عیسیٰ سے بھی بالا ترا مزدور رہا
فصلِ گُل آئی گئی صحن چمن مین سو بار
اپنے سر مین تھا جو سودا وہ بدستور رہا
جلوۂ برق تجلیّ نظر آیا نہ کبھی
مدتون جا کے مین زیرِ شجرِ طور رہا
زلف و رُخ دونون ہین جانیسے جوانی کے خراب
مشک وہ مشک نہ کافور وہ کافور رہا
غُولِ صحرا نے مرا ساتھ نہ چھوڑا شب بھر
لیکے مشعل کبھی نزدیک کبھی دُور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفلِ جانان مین امیر
رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیرِ زمین اے تنِ بیجان کسکا
شہر بیگانہ ہے یان کون ہی پُرسان کسکا
نہ تو یہ حور کا طالب نہ پری پر مائل
نہین معلوم مرے دل کو ہے ارمان کسکا
حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر
پھر تو یہ کوہ ہے کسکا یہ بیابان کسکا
غیر کا حال سُنون مین یہ مجھے تاب بھی ہو
ذکر کرتے ہو مرے سامنے جانان کسکا
دانت ہر وقت ہمارا بھی ہو اغیار کا بھی
دیکھیے حصّہ ہے وہ سیبِ زنخدان کسکا
جامۂ گُل کو جو کرتی ہے معطر ہر صبح
چھُو کے آئی ہے صبا گوشۂ دامان کسکا
کنگھی چوٹی سے کسی دم انھین فرصت ہی نہین
کیا خبر ہے کہ ہوا حال پریشان کسکا
غنچۂ گُل جو چٹکتے ہین یہ آتی ہے صدا
عندلیبون کے سوا ہے یہ گلستان کسکا
صورتِ گل جو شگفتہ ہین مرے زخم جگر
یاد آیا ہے مجھے چہرۂ خندان کسکا
منچلے کھول کے دل رکھ نہین سکتے ہین قدم
کوے اُلفت مین ہی باندھا ہوا میدان کسکا
داغ حاصل نہو کیونکر تجھے بدنامی کا
سامنا تونے کیا اے مہِ تابان کسکا
منحرف ہین رُخِ بلقیس سے پریان کیسی
آج منھ دیکھ کے اُٹھا ہے سلیمان کسکا

ہوا وصال تو صدمہ ہوا جُدائی کا
شکستگی نے کیا کام مومیائی کا

کسی گنہ پہ کوئی قتل ہو مین کہتا ہون
کہ اس سے جرم ہوا ہوگا آشنائی کا

مین آفتاب قیامت کو دیکھکر سمجھا
کہ ہے یہ کوئی ستارہ شبِ جُدائی کا

بہار آئی ہے پھر خیر ہو خُداوندا
جنون کے ہاتھ مین دامن ہے پارسائی کا

نگین آیتِ سجدہ ہوئی ہے پیشانی
اثر ہے یہ تری چوکھٹ پہ جبہ سائی کا

لپٹ گیا سگِ جانان ہمارے دامن سے
لحاظ آہی گیا آخر آشنائی کا

وہ آزمایشِ شمشیر ناز کرتے ہین
یہ خوب وقت ہے تقدیر آزمائی کا

ہمارے دلمین وہین گدگدی ہوئی پیدا
جہان کسی کو سُنا ذوق دلربائی کا

اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا
کہ تو بھی داغ مجھے دیگا کیا جُدائی کا

گہرکے گرد یتیمی ہے میرے دل کا ملال
غُبار مین بھی ہے عالم وہی صفائی کا

حیا تو اُسکو بٹھائے ہزار پردے مین
مگر جو بیٹھنے دے شوق خود نمائی کا

پہونچ سکا نہ وہان نامہ بر تو دل نے کہا
کہ اور شکوہ لکھو خط مین نارسائی کا

یہان ہو ذوق اسیری مین مجھ پہ حالتِ وجد
وہ جانتا ہے کہ مشتاق ہے رہائی کا

کسیطرح نہ کٹا کوہکن کے کاٹے سے
کہین پہاڑ سے ہے سخت دن جُدائی کا

اُٹھو امیر نہین ملنے کی وحشتِ دل
یہ عذر لنگ تمہاری شکستہ پائی کا

کیا تھا کس سے گلہ مین نے کج ادائی کا
تجھے تو شوق ہے اے جنگجو لڑائی کا

دکھاؤ جلوہ جو دعویٰ ہے خودنمائی کا
مجھے یقین نہین آتا سُنی سُنائی کا

کمال حُسن نے بے پردہ کردیا اُنکو
نکل پڑے یہ ہوا ذوق خودنمائی کا

ہماری آہ رسا لامکان مین دم لیتی
مگر نصیب مین تھا داغ نارسائی کا

خدا کے گھر مین کرون جا کے شکر کے سجدے
ملے جو اِذن درِ بُت پہ جبہ سائی کا

پکارتا ہے یہ ناز اُس کی کبریائی کا
کہ لے اُڑا ہے مجھے شوق کبریائی کا

قلق ہوا مجھے صیّاد کی جُدائی کا
یہ پوچھے نہین افسوس ہے رہائی کا

عزیز کیون نہو داغ اُسکی بیوفائی کا
کہ ہے حوصلہ یہی مدت کی آشنائی کا

مین طولِ روزِ قیامت کو سُنکے ڈرتا ہون
کہ دن نہو وہ کہین یار کی جُدائی کا

بغیر پہنچے ہوے یار تک نہین رہتا
مین مٹ کے نام مٹا دونگا نارسائی کا

ہٹاؤ آئنہ ہمکو بھی دیکھنے دوگے
کہ خود ہی دیکھوگے حسُن اپنی خودنمائی کا

خدا کرے کہین جلد آئے روزِ شادیِ وصل
لباس ماتمی اُترے شبِ جدُائی کا

تمام عمر ہوئی ڈھونڈھتے پتہ نہ لگا
ترا دہن بھی ہے کیا حرف آشنائی کا

نہ پوچھ جام مین زاہد کے کیا ہے اے زاہد
بھرا ہے اسمین لہو تیری پارسائی کا

ابھی تو فیصلہ ہوتا ہے سارے جھگڑون کا
زبان تیغ سے پیغام دو صفائی کا

ہزار بار قیامت جہان مین آئے گی
چڑھا ہے چار گھڑی دن ابھی جدُائی کا

شناورانِ محبت تو سیکڑون ہین مگر
جو ڈوب جائے وہ پورا ہے آشنائی کا

جچے ہماری نگاہون مین کیا درازیِ حشر
کہ طول دیکھے ہوے ہین شبِ جدُائی کا

برے نصیب یہ کہتے ہین میرے نالون سے
رہے خیال ہماری بھی نارسائی کا

خدُا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا
بتون نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا

رقیب طنز سے کہتا ہے آپ جائین وہان
یقین ہے یہ اُسے ہے میری نارسائی کا

کھنچی وہ تیغ تو خوش ہو کے مجھسے دل نے کہا
دیکھو گھاٹ ہے دریاے آشنائی کا

بدن مین روح کو آنے سے کام کیا تھا امیر
چلن دکھانے کو آئی تھی بے وفائی کا

گلہ زبان یہ نہ لانا تھا بے وفائی کا
امیر ڈوب گیا نام آشنائی کا

فریفتہ ہون اس انداز دلربائی کا
کہ دل لیا تو دیا ذوق آشنائی کا

نہین ہے مُہر لفافہ پہ خط کے ای قاصد
یہ داغ ہے مری قسمت کی نارسائی کا
نقاب ڈال کے ای آفتاب حشر نکل
خدا سے ڈر یہ کہین دن ہی خود نمائی کا
نہین قرار گھڑی بھر کسی کے پہلو مین
یہ ذوق ہی ترے ناوک کو دلربائی کا
مری طرف سے کوئی جاکے کوہکن سے کہے
نہین نہین یہ محل زور آزمائی کا
کہا جو مین نے کہ مین خاک راہ ہون ترا
تو بولے ہے ابھی پندار خود نمائی کا
جنون جو میری طرف ہو وہ جست وخیز کرون
کہ دل ہو لوٹ کے ٹکڑے شکستہ پائی کا

روئیے اپنے نصیب کو ایسا
کہ ہو سپید سیہ ابر نارسائی کا

تنگی دل سے تری فرقت مین ایسا جبر تھا
ہر نفس کو میرے سینے پر گمانِ قبر تھا
کیون ہوا عاشق جفا پر گر نہ تجکو صبر تھا
اے دل بیتاب کیا تجھپر کسی کا جبر تھا
نازنین کیونکر نہ جانے میکشی کو باغ مین
ننھی ننھی بوندیان تھین ہلکا ہلکا ابر تھا
تابع بُت تھا ہمین دل نے بڑا دھوکا دیا
ہم مسلمان اسکو سمجھے تھے یہ کافر گبر تھا
گلرخانِ دہر پر سو سو جگہ مر مر گیا
جو کھلا گُل باغ مین میرا چراغِ قبر تھا
ب محبوب سے پالا پڑا
یہ مرے دل کے پھپھولے تھے یہ میرا صبر تھا

بار بار اسکی گلی مین کیون نہ جاتا ای امیر
کیا کرون بے اختیاری تھی کہ دل بے صبر تھا

ظاہر یہ اتحاد سے رنگِ اثر ہوا
اُس گُل نے پی شراب تو مین بیخبر ہوا
سُرمے کیطرح چشم بتان مین نہ گھر ہوا
مین مثل میل سُرمہ عبث در بدر ہوا
اے ترک تیری تیغ ہمارا گلا کہان
اک یہ بھی اتفاق قضا و قدر ہوا
راہ دراز کوچۂ جلاد قطع کی
قصہ ہماری زیست کا یون مختصر ہوا
فرصت ملی نہ گردش پست و بلند سے
سوئے کبھی جو پانؤن تو دوران سر ہوا

عجب طرح کی دراندازہی خزان ظالم
کہ رنگ و بو مین پڑا تفرقہ جدائی کا
ہنسے جو زخم تو بولا بگڑ کے خنجر یار
لہو رلائے گا ہنسنا یہ بیحیائی کا
نقاب یار لے اُلٹی ہے حضرت ناصح
یقین ہے فاش ہو بے پردہ پارسائی کا
تڑپ تڑپ کے گیا اُس کے آستانے پر
کٹا جو سر تو بڑھا شوق جبہ سائی کا
چلی تو ہی ہمین صحرا کو لیکے اے وحشت
مگر خیال ہے لازم شکستہ پائی کا
سنبھل کے دیکھو اگر دیکھتے ہو آئینہ
پھسل نہ جائے کہین پانٔون خود نمائی کا
مین درد دل بھی شب وصل کہہ نہین سکتا
کہ ہاتھ آئے گا پہلو اُسے جدائی کا
کہین سے ہاتھ شراب آئی ہے کہین سے گزک
مزہ ہے کوے خرابات مین گدائی کا
چلون نہ چال رہِ عشق مین کہ خار تو کیا
سُراغ پائین نہ چھالے برہنہ پائی کا
وفا کے ذوق مین ہی بیخودی یہ ڈرتا ہون
گلہ نہ منھ سے نکلجائے بے وفائی کا

گذر نہین ہی حرم مین تو دیر کو چلیئے
امیر کام کہین بند ہے خدائی کا

نہ بیوفائی کا ڈر تھا نہ غم جدائی کا
مزہ مین کیا کہون آغاز آشنائی کا
کہان نہین ہے تماشا تری خدائی کا
جو دیکھنے دے رُعب کبریائی کا
وہ ناتوان ہون اگر نبض کو ہوئی جنبش
تو صاف جوڑ جدا ہو گیا کلائی کا
شب وصال بہت کم ہی آسمان سے کہو
کہ جوڑدے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا
یہ جوش حُسن سے تنگ آئی ہی قبا اُنکی
کہ بند بند ہے خواہان گرہ کشائی کا
کمان ہاتھ سے رکھ صید گاہ عرفان مین
کہ تیر صید ہے یان دام نارسائی کا
وہ بدنصیب ہون یار آئے میرے گھر تو بنے
ستم کے وصل کی شب تل رُخ جدائی کا
ہزارون کافر و مومن پڑے ہین سجدہ مین
بتون کے گھر مین بھی سامان ہے خدائی کا
تمام ہو گئے ہم پہلے ہی نگاہ مین حیف
نہ رات وصل کی دیکھی نہ دن جدائی کا

اُسنے جب تیوری چڑھائی کر لیا مجکو شکار
گوشۂ ابرو کمانِ تیرِ مژگان ہوگیا
وجہ رُسوائی نہ تھا دلمین نہ تھا جبتک کہ عشق
آکے مضمون لفظ کے جامے سے عُریان ہوگیا
ہوش میخوارونکا بھی شاید کوئی سیماب تھا
آتشِ تر سے جو اے ساقی گریزان ہوگیا
اوج ہمت ہے بقدرِ بے سروپائی یہان
جسنے کی برباد خاک اپنی سُلیمان ہوگیا
سوزِ غم مین کچھ نہ پوچھو جلدِ تن کا مجھ سے حال
جل کے یہ کاغذ شرارون سے چراغان ہوگیا
اے جنون کہتے ہین اسکو اتحادِ حُسن و عشق
جب کھُلا جوڑا وہان یان دل پریشان ہوگیا
قید مین آنے لگے جب لختِ دل اُنکو نکے ساتھ
خانۂ زنجیر مین روشن چراغان ہوگیا

تیر لاکھون کھائے میدانِ محبت مین امیر
دل تو تھا ہی تیر سے سینہ اب نیستان ہوگیا

اوج دولت اُس پری کا سوزِ ہجران ہوگیا
داغ سر پر خاتمِ دستِ سُلیمان ہوگیا
خط جو نکلا بوسۂ رُخسار آسان ہوگیا
کاروان آنے سے نرخِ حُسن ارزان ہوگیا
اب کہانتک میرے تڑپانیکو چھیڑیگا نمک
ہر دہانِ زخم اے قاتل نمکدان ہوگیا
میری چشمِ تر سے ہمچشمی کا رکھتا تھا خیال
پانی پانی یہ ہوا بادل کہ باران ہوگیا
تم کھُلے بالون جو آ نکلے کبھی گلگشت کو
تختۂ نرگس چمن مین سُنبلستان ہوگیا
جب بہار آئی جنون کے ہاتھ سے مانندِ گُل
ٹکڑے دامن ہوگیا پُرزے گریبان ہوگیا
دیکھ قاتل اپنے دیوانیکا جذبِ شوقِ قتل
جب گلے سے مل گیا خنجر گریبان ہوگیا
وحشتِ گیسو مین جا نکلے سوئے صحرا جو ہم
پیچ کھاکر جادۂ رہ مارِ پیچان ہوگیا
تھا مسلمان جبتلک مشتاق کافر تھا وہ بُت
یہ ہوا کافر تو وہ ضد سے مسلمان ہوگیا
رہزنی پر مجکو کانٹون نے بٹھایا دشت مین
شامیانہ سایۂ نخلِ مغیلان ہوگیا
بنگئی اُنکی بناوٹ سے ہماری جان پر
پانچون مین گوکھرو ٹانکا تو پیکان ہوگیا
خوبرویون سے نہین خالی زمانہ اکدم
مہر پیدا ہوگیا جب ماہ پنہان ہوگیا

اللہ ری نزاکت جانان کہ شعر مین
مضمون بندھا کمر کا تو درد کمر ہوا
کچھ خاک ہو گئی جو مجھ آوارہ کی شریک
چاک اک طرف کلال کو دوران سر ہوا
سختی سے کر جو ساز تو حاصل ہو سوز عشق
پتھر نے کھائی چوٹ تو پیدا شرر ہوا
پیسا کسی کی آنکھ کی گردش نے اسقدر
مین خاک ہو کے ذرۂ گرد نظر ہوا
چلائین بلبلین جو چمن سے چلی بہار
نکلی دلھن جو گھر سے ہر اک نوحہ گر ہوا
نازک دلون کو ہے سخن نرم بھی بہت
پینے کو قطرہ قطرۂ باران شرر ہوا
شادی نے مثل گل ہمین دکھلائی شکل غم
ہنسنا ہمارا باعث زخم جگر ہوا
پیری مین ہی یہ ضعف کہ پلکین بھی جھڑ گئین
مرغ نگاہ طائر بے بال و پر ہوا
مضمون اگر رسا ہے تو آئیگا تا زبان
خود ہی ٹپک پڑے گا جو پختہ ثمر ہوا
ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم مین
آئی دلھن جو گھر مین تو آباد گھر ہوا

کیا جانے نامہ بر نے کہا آکے کیا امیر
ایسی خبر سنائی کہ مین بے خبر ہوا

لیتن جب مہمان خیال زلف جانان ہو گیا
آنکھ مین خواب پریشان سنبلستان ہو گیا
اسقدر شرمندہ پیش روے جانان ہو گیا
مہر گھٹ کر دامن شبنم مین پنہان ہو گیا
دل کسی کا ہاتھ مین لانا ہی دولت کی دلیل
یہ نگینہ جسکو ہاتھ آیا سلیمان ہو گیا
کیا ہماری گور پر ہے احتیاج روشنی
[illegible] خوب چمک نکلے [illegible]
دل نہ مجروح نکلے تڑپنے سے قاتل کا بھرا
چٹکیان رہ رہ گئین خالی نمکدان ہو گیا
جا کے تنہا اور بھی صدمے اٹھائے باغ مین
پھول جو بھولا مجھے داغ عزیزان ہو گیا
غیر نے اس گل کے بالو مین کبھی کنگھی جو کی
مثل سنبل تار تار اپنا گریبان ہو گیا
ضبط غم سے طرفہ دولت سرخروئی کی ہوئی
خون ہو کر دل مرا لعل بدخشان ہو گیا
عشق گیسو مین ہوا سامان غم سامان عیش
خواب گر آنکھوں مین آیا وہ پریشان ہو گیا

دیکھکر رنگِ خزان مین باغ کے در سے پھرا
ہر نہالِ خشک مجکو چوبِ دربان ہوگیا

آسیاے چشمِ لیلی نے یہ پیسا دشت مین
بخت مجنون سرمۂ چشمِ غزالان ہوگیا

مرگئے ایذاے فرقت سے ہوئی حاصل نجات
رفتہ رفتہ داغ مرہم درد درمان ہوگیا

کعبۂ دل کی زیارت کو طہارت تھی ضرور
تیر کو واجب وضو سے آبِ پیکان ہوگیا

پیچ مجکو کیا مرے گھر تک کو قسمت نے دیے
ہر ستون کھا کھا کے بل شاخِ غزالان ہوگیا

نامۂ اعمال ہے جبتک نہین ملتا امیر
میرے ہاتھ آیا یہ اور میرا گریبان ہوگیا

بے نشانی کا مین اے چرخ سزاوار نہ تھا
دہن یار نہ تھا کچھ کمرِ یار نہ تھا

فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا
جبتلک دلکو سنبھالا تو نہین دلِ زار نہ تھا

جب کہا اُس سے شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا
درد نے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنہگار نہ تھا

کیا بلا تھی نگہِ ہوش ربا ساقی کی
اُٹھ گئی آنکھ تو کوسون کوئی ہشیار نہ تھا

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہگار و نہین
اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

تابِ جلوے کی نہ آئی جو کسی کو تو کہا
خوب دیکھا تو کوئی قابلِ دیدار نہ تھا

جوشِ وحشت سے کہتے ہین کہ آتے ہی بہار
ہاتھ ڈالا تو گریبان مین کوئی تار نہ تھا

صاف دو ہاتھ سروہی کے اگر چل جاتے
پھر تمھین مجھ سے مجھے تمسے سروکار نہ تھا

آنکھین پتھرا گئین موسیٰ کی نہین تو سرِ طور
کچھ تجلّی کے سوا پردۂ رخسار نہ تھا

لاش پر میری جو آئے تو رہے کیون خاموش
دمِ اعجاز تو قفلِ دہن اے یار نہ تھا

وہ کھنچا گر تو کھنچا شان تھی معشوقی کی
ہم سے کھنچنا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا

کیا مزہ تجکو ملا دیکے فلک مجکو شکست
عہدِ ساقی مین نہ تھا توبۂ میخوار نہ تھا

خونِ ناحق سے جمایا تھا غضب کا لاکھا
لبِ معشوق سے کچھ کم لبِ سوفار نہ تھا

مجکو کیون بیچ مین لایا دمِ آرایشِ حسن
کچھ تری زلف کا طرّہ تو مین اے یار نہ تھا

کیا اثر ہے جو بہا یادِ لبِ لعلین مین شہ
گرتے گرتے آنکھ سے لعلِ بدخشان ہوگیا
کیا تبسم نے ترے اے رشکِ گل چھڑکا نمک
صحنِ گلشن مین ہر اک غنچہ نمکدان ہوگیا
ٹکڑے ٹکڑے ہوکے اُڑجاتا ہے آتے ہی بہار
دامنِ گل بھی مگر میرا گریبان ہوگیا
عشقبازونسے بھری رہتی ہے تو اے چشمِ یار
برشتہ بجا ہر موے مژگان ہوگیا
ضعف سے مین قیدیونکی طرح ہل سکتا نہین
قدِ پُرخم حلقۂ زنجیرِ زندان ہوگیا
حسرتین خون ہوگئین دلمین تو لایا عشق رنگ
داغِ دل کا لالۂ گنجِ شہیدان ہوگیا
جب نقاب اُلٹی نگاہون کا ہوا ایسا ہجوم
پڑگئے پردے وہ رُخ آنکھون سے پنہان ہوگیا
او کماندار اسکو کہتے ہین ہجومِ درد و غم
تنگیِ دل سے سمٹ کر تیر پیکان ہوگیا
کیا رہین گلزار مین ہم وحشیٔ نازک مزاج
نکہتِ گل سے دماغ اپنا پریشان ہوگیا

گل ہوا غنچہ تو اُس سے یہ صدا آئی امیر
جمع پھر ہوتا نہین جب دل پریشان ہوگیا

گل نیا ہر ایک نقشِ پاے خندان ہوگیا
یار جس کوچے مین جا نکلا گلستان ہوگیا
تشنگانِ عشق کے لب بھی نہونے پائے تر
واے قسمت خشک وہ چاہِ زنخدان ہوگیا
بوسۂ گیسو پہ اُس نے ذبح کر ڈالا مجھے
ایک کافر کے لیے خونِ مسلمان ہوگیا
اے پری بل دیکے زلفونمین غضب تونے کیا
اور بھی ہم قیدیون پر تنگ زندان ہوگیا
ہمنے دیوان مین یہ مضمونِ دلِ مردہ لکھے
صفحہ صفحہ تختۂ گورِ غریبان ہوگیا
کوچہ گردی مین دکھائی تیغ قاتل نے بہار
بسملون سے اُسکے ہر کوچہ گلستان ہوگیا
پڑگئی جسکی نظر اُس پر وہ دیوانہ ہوا
حُسن سے انسان بلاے جانِ انسان ہوگیا
پنڈلیون تک آب خجلت مین پری رو غرق ہین
آفتاب حشر وہ رُخسار تابان ہوگیا
لختہاے دل کی یہ کثرت ہے تیرے دور مین
کوڑیون کے مول ہر لعلِ بدخشان ہوگیا
وحشیونکی بستیٔ قسمت نے پھیلائے یہ پاؤن
جب گریبان کو لگایا ہاتھ دامان ہوگیا

کیا رنگ اسکے جاتے ہی گھر کا بدل گیا
دوزخ ہے آج کل جو ریاض نعیم تھا

ہم سے جو وہ کھنچا یہ گلے سے لپٹ گیا
قاتل سے بڑھ کے خنجر قاتل کریم تھا

کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے
یارب شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا

بیٹھا جہان فقیر وہان فرش ہو گیا
سایہ مرا لیے ہوئے میری گلیم تھا

دنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال
اس گھر مین تمسے پہلے بھی کوئی مقیم تھا

اب کون ہے جو منزل الفت مین ساتھ دے
دل بھی چھٹا رفیق جو اپنا قدیم تھا

پہونچے تو ہم بھی جلوہ گہ یار مین مگر
دو اک قدم بڑھا ہوا پائے کلیم تھا

لائی کبھی ہمارے قفس تک بھی بوئے گل
ٹوٹا ہوا نہ پانون ترا اے نسیم تھا

ہوتا نصیب مر کے ہمین نقد عیش کیا
زیر زمین بھی دور سپہر لئیم تھا

کیا چاہتا مین فیض کہ تجھ سے آسمان
اک تودۂ بلند عظام رمیم تھا

جسدن تھا مین چمن مین ہوا خواہ گل امیر
نام صبا کہین نہ نشان نسیم تھا

وہ دن گئے کہ مجھ مین بھی فیض عمیم تھا
محفل مین شمع تھا مین چمن مین نسیم تھا

کچھ انکو زیب گوش کی حاجت نہ تھی مگر
منظور پرورش تھی کہ گوہر یتیم تھا

آنکھین تھین اپنی نور تجلی سے آشنا
جسدن نہ طور تھا نہ وجود کلیم تھا

تیرے مریض غم کی نہین آج کچھ خبر
سنتے ہین کل تو حال نہایت سقیم تھا

دنیا کا حال اہل عدم سے یہ مختصر
اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا

ہم اپنی دھن مین مست تھے کیا جانین حشر مین
کس سمت کو جنان تھا کدھر کو جحیم تھا

سامان عفو کیا مین کہون مختصر یہ ہے
بندہ گناہگار تھا خالق کریم تھا

آخر جو خم مین بیٹھ رہا مثل درد مے
تھی کچھ تو مصلحت کہ فلاطون حکیم تھا

واقف وہ حال سے ہو جو رکھتا ہو کچھ غرض
کیا جانین ہم بخیل کہ حاتم کریم تھا

وقت بد مین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک
یار سمجھا تھا مین جس کو وہ مرا یار تھا

سارے جہان کا رنج سے دل مین آگیا
کیا کوزہ تھا کہ جس مین یہ دریا سما گیا
کوثر کا جام بھی ترے مقتول نے پیا
پر آبِ تیغ کا نہ زبان سے مزا گیا
کھائے تھے داغ جسکی محبت مین سیکڑون
دو پھول بھی نہ وہ سرِ تربت پہ چڑھا گیا
بسمل تڑپ رہے ہین نکلتا نہین ہے دم
اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا
سامان عرس کا جو کیا یار نے تو غیر
چھپ کر نشان میری لحد کا مٹا گیا
سوجھی نئی طرح کی یہ گرمی کہ رات کو
صیاد آشیانۂ بلبل جلا گیا
جاتا ہے نامہ لیکے کوئی نامہ بر تو کیا
جانے کو گر کہا تو کبوتر اوڑا گیا
اُس بُت کا دل ہلا نہ عجب کا مقام ہے
نالہ کیا تو عرش خدا تھرتھرا گیا
توڑے تڑپ کے زخمئ شمشیر عشق نے
ٹانکے جو آہنی بھی رفوگر لگا گیا
موسئ اسی پہ دعوئ دیدار تھا تمھین
دیکھا جو کوہ طور پہ جلوہ غش آگیا
ہوش و حواس جانے کا ایدل گلہ نکر
تو رہ گیا بلا سے جو کچھ تھا گیا گیا
ابرو کا شوق کوچۂ قاتل مین لیگیا
کعبے کے حج کو مین طرف کربلا گیا
گرمی سے گور مین جو ہوے ہم عرق عرق
پنکھا نسیم خلد کا جھوکا ہلا گیا

نکلا خیالِ رخ مین نہین دل سے دودِ آہ
ابر سیہ امیر گلستان مین چھا گیا

بندہ نواز یون یہ خدائے کریم تھا
کرتا نہ مین گنہ تو گناہ عظیم تھا
باتین بھی لین خدا نے دکھایا جمال بھی
اللہ کیا نصیب جناب کلیم تھا
کیون تیغ ناز بھول گئی مجکو وقت قتل
مین بھی تو اک نیاز گزار قدیم تھا
مانگا جو میرے دلکو درِ گوش یار نے
دیتے ہی بن پڑا کہ سوالِ یتیم تھا

اُس گلُ کا وصف چشم سُناتا مین کیا امیر
نرگس کا پھول باغ مین گوشِ صمیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا
آنکھ مین آنسو جگر مین داغ دل مین غم ہوا

میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا
یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا

موت آئی دردِ فرقت سے ہمین صحت ہوئی
بڑھتے بڑھتے زخم آخر زخم کا مرہم ہوا

آنسوؤن سے بیقراری مین ذرا تسکین تھی
بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا

روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اسقدر
خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا

مین ترا ممنون ہون اے گریۂ بے اختیار
جب پڑی مجھپر مصیبت تو شریکِ غم ہوا

رازدارئ محبت کا مین کیا دعوی کرون
جسقدر محرم ہوا اُتنا ہی نامحرم ہوا

وائے قسمت رہ گئی حسرت ہی لطفِ یار کی
بڑھ گئی شانِ تغافل کچھ جو غصہ کم ہوا

بستے اپنے حال ابتر کے جو محشر مین کھلے
دفترِ اعمالِ مردم درہم و برہم ہوا

چارہ گر کو لائے ہین احباب درمان کیلیے
لو مرا زخم جگر بھی قابلِ مرہم ہوا

کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو مین اُسکے تیر نے
دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا

مار ڈالا روزِ اول کی نگاہِ لطف نے
ایک دم کا عیش ظالم عمر بھر کا غم ہوا

شورِ محشر بھی ہوا آکر شریکِ تعزیت
دھوم سے میرے دلِ مرحوم کا ماتم ہوا

رات بھر رویا کیا بے یار مین گلزار مین
صُبح کو پھولون سے رخصت صورتِ شبنم ہوا

ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر
کچھ تو وحشت نے کمی کی کچھ تو سودا کم ہوا

ہو نہین وہ غم دوست جب غم نے کمی کی غم ہوا
کی شکایت چرخ سے جس روز صدمہ کم ہوا

کس طرح مکتونِ دل اظہار کرتا پیشِ یار
آجتک مین خود نہ اپنے راز کا محرم ہوا

لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتونکو نصیب
یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق مین آدم ہوا

غش مجھکو وصل مین نہین آیا تھا اے پری
سرمست بوے گیسوئے عنبر شمیم تھا
گلگشت مین نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا
شرم آتی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا
رنگِ چمن بہار مین بلبل سے پوچھیے
گل کا زمین پہ پاؤن نہ مثلِ نسیم تھا
اُلفت کے دل جلون کو وہان نیند آگئی
خس خانہ تھا کہ طبقۂ نارِ جحیم تھا
کرتا مین دردمند طبیبون سے کیا رجوع
جسنے دیا تھا درد بڑا وہ حکیم تھا

دامانِ گل کو خود نہ چھُوا ورنہ اے امیر
کچھ ڈر صبا کا ہمکو نہ خوف نسیم تھا

دل اپنا زیرِ سایۂ امید و بیم تھا
جسدن جحیم تھا نہ ریاضِ نعیم تھا
سوراخ کیون ہے سینۂ گوہر مین اے فلک
بتلا تو ہمکو کون گناہِ یتیم تھا
اُسکو کہان دماغ تجلّی تھا طور پر
سارا ظہور جلوۂ شوقِ کلیم تھا
محشر مین لقمہ مین نہوا کی خدا نے خیر
مدت سے در نہ کھولے ہوئے مُنھ جحیم تھا
تیری دوا سے اور مرا درد بڑھ گیا
شاید مرض سے ساز تجھے اے حکیم تھا
کیا جانین کس غریب کی آئی تھی در پہ لاش
ہنگامہ کل جو اُنکی گلی مین عظیم تھا
خود کہہ رہا تھا شوق مین گستاخ دل مرا
اصرار قوم سے جو کلامِ کلیم تھا
قاتل کے خط سے قتل کا ہوتا نہ کیون یقین
عنوان نامہ آیۂ ذبحِ عظیم تھا
کیسی شفا مرض مین کہ اُلٹی ہوئی دوا
سمجھے نہ ہم رقیب ہمارا حکیم تھا
تلخی زبان دوست سے دیتی ہے کیا مزہ
شیرین تھا قند تک جو کلامِ کلیم تھا
ہم رازِ تب مزار مین پہونچے کہ کچھ نہ تھے
دل کو جو خوف جمعِ عظامِ رمیم تھا
کیسا سوال دید جو ہم پہونچے طور پر
سوزان کہین شجر تو کہین غش کلیم تھا
روشن ہے آفتاب سے اعجاز مصطفےٰ
انگلی اُٹھی کہ ماہِ فلک پر دونیم تھا
کب مجھ سے مثل سایہ چھٹے پنجتن کے پاؤن
پانچون سوار دنین مین بزیر گلیم تھا

فلک نے افسر خورشید سر پہ کیون رکھا
سبوے بادہ نہ تھا ساغر شراب نہ تھا

غرض یہ ہے کہ ہو عیش تمام باعث مرگ
وگرنہ مین کبھی کیا قابلِ خطاب نہ تھا

سوال وصل کیا یا سوالِ قتل کیا
وہان نہین کے سوا دوسرا جواب نہ تھا

ذرا سے صدمے کی تاب اب نہین رہی ہم مین
کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا

کلیم شکر کرو حشر تک نہ ہوش آتا
ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے نقاب نہ تھا

یہ بار بار جو کرتا تھا ذکر مے واعظ
پیے ہے تو کہین خانمان خراب نہ تھا

امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ
حضور یار کے منھ مین ترے جواب نہ تھا

کہا جو مین نے کہ یوسف کو یہ حجاب نہ تھا
تو ہنس کے بولے وہ منھ قابلِ نقاب نہ تھا

شب وصال بھی وہ شوخ بیحجاب نہ تھا
نقاب اُلٹ کے بھی دیکھا تو بے نقاب نہ تھا

لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکا
نہین کا اُنکے سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

مرے جنازے پہ اَب آتے شرم آتی ہی
حلال کرنے کو بیٹھے تھے جب حجاب نہ تھا

نصیب جاگ اُٹھے سو گئے جو پانوٗن مرے
تمھارے کوچے سے بہتر مقام خواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا
ارے یہ دل تھا مرا شیشۂ شراب نہ تھا

زمانہ وصل مین لیتا ہے کروٹین کیا کیا
فراق یار کے دن ایک انقلاب نہ تھا

تمھین نے قتل کیا ہے مجھے جو تنتے ہو
اکیلے تھے ملک الموت ہمرکاب نہ تھا

دعاے توبہ بھی ہمنے پڑھی تو مے پیکر
مزہ ہی ہمکو کسی شے کا بے شراب نہ تھا

مین روے یار کا مشتاق ہو کے آیا تھا
ترے جمال کا شیدا تو اے نقاب نہ تھا

بیان کی جو شبِ غم کی بیکسی تو کہا
جگر مین درد نہ تھا دل مین اضطراب نہ تھا

وہ بیٹھے بیٹھے جو دے بیٹھے قتل عام کا حکم
ہنسی تھی اُنکی کسی پر کوئی عتاب نہ تھا

جو لاش بھیجی تھی قاصد کی بھیجتے خط بھی
رسید وہ تو مرے خط کی تھی جواب نہ تھا

میرے زخمونکی ہنسی پر تمکو رونا آگیا
یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا

تیرا دیوانہ جو آیا یہ ملائک نے کہا
انتظام عرصۂ محشر بھی لو برہم ہوا

نوک خنجر ہو کہ ای سفاک پیکان تیر کا
جو مرے پہلو مین آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا

اونچے اونچون کی برے گُل نے مٹادی آبرو
چشمۂ خورشد گھٹ کر قطرۂ شبنم ہوا

ذبح کرتے ہو مجھے ای جان ڈھیلے ہاتھ سے
واہ اچھے وقت مین غصۂ تمہارا کم ہوا

تیغ زنگ آلود خنجر کند قاتل خرد سال
کیا کہون مقتل مین وقت قتل کیا عالم ہوا

تنگ آ کر دعا فرقت مین مانگی موت کی
حسرتین بگڑین مزاج آرزو برہم ہوا

جان قالب مین ہے مضطر دم خفا دل بیقرار
موت ہی آئی مزاج یار کیا برہم ہوا

دل جگر دونون تھے میری جانکے دشمن مگر
جو گیا پہلو سے میرے مجکو اُسکا غم ہوا

رہ گئے وہ دو قدم چلکر مری میت کے ساتھ
پانؤن مین پھندا اٹک کر گیسوئے پُرخم ہوا

روکنا فرقت مین اشکونکا نہین اچھا امیر
چار دنکے ضبط مین دیکھو تو کیا عالم ہوا

وہ کون تھا جو ذرا بات مین خراب نہ تھا
ہم آج پیر ہوے کیا کبھی شباب نہ تھا

شب فراق مین کیون یا رب انقلاب نہ تھا
یہ آسمان نہ تھا یا یہ آفتاب نہ تھا

لحاظ ہمسے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبھل سنبھل کے تڑپتے وہ اضطراب نہ تھا

اُسے جو شوق سزا ہے مجھے ضرور ہی جرم
کہ کوئی یہ نہ کہے قابل عذاب نہ تھا

شکایت اُنسے کوئی کاہیو نکلی کیا کرتا
کسی کا نام کسی کی طرف خطاب نہ تھا

نہ پوچھ عیش جوانی کا ہمسے پیری مین
ملی تھی خواب مین وہ سلطنت شباب نہ تھا

دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح
دہن نہ تھا کہ دہن مین مرے جواب نہ تھا

وہ کہتے ہین شب وعدہ مین کسکے پاس آتا
تجھے تو ہوش ہی ای خانمان خراب نہ تھا

ہزار بار گلا رکھ دیا تہ شمشیر
مین کیا کرون تری قسمت ہی مین ثواب نہ تھا

اُف نکر ای دل زمانہ پیس ڈالے گا تجھے
کھا کے کوڑا اور ابلق تند خو ہو جائیگا
تم جو اُٹھ جاؤگے بزم عیش ہو گی بزم غم
بادۂ گلرنگ شیشون مین لہو ہو جائیگا
دست قاتل سے بڑھے گا تیغ کا پانی ضرور
تا کمر ہے آج کل تک تا گلو ہو جائیگا
بعد مُردن شرم عصیان سے ہون ایسا آب آب
خاک سے میری تیمم بھی وضو ہو جائیگا
میرے میخانے سے ای ساقی کہان جائیگی عید
ماہ نو یان ناخنِ دستِ سبو ہو جائیگا
محو آب و تابِ دندان ہون پڑھون کیونکر نماز
آبِ گوہر ہاتھ مین آبِ وضو ہو جائیگا
چھا رہی ہی دل مین میرے اسقدر ای یاس کیون
دیکھ ظالم مفت خونِ آرزو ہو جائیگا

چار سُو ٹکراؤن گا سر دیکھ کر ابرو امیر
فرض اِس کعبے مین سجدہ چار سو ہو جائیگا

اِک جہان بسمل ترا ای تند خو ہو جائیگا
چار ہی ہاتھون مین شہرہ چار سُو ہو جائیگا
جذب پر آمادہ گر ای شوق تو ہو جائیگا
خنجرِ قاتل مرا طوقِ گلو ہو جائیگا
طاقتِ دیدار کا دعوی ہی اہلِ دید کو
فاش پردہ ہو گا بے پردہ جو تو ہو جائیگا
ای تصور مجھ سے بختِ تیرہ جاتا ہی کہان
دل مین عکسِ زلف آئینے مین مُو ہو جائیگا
ہو نہین مجذوبِ خراباتی اگر توڑیگا جام
محتسب کا ہاتھ خود دستِ سُبو ہو جائیگا
ہون وہ میکش شیشۂ مے کو کرونگا جب مین یاد
ہچکیان لے لے کے بسمل کا گلو ہو جائیگا
میرے قلبِ صاف کے مُنھ پر نہ آئینہ چڑھے
آبرو مٹجائیگی بے آبرو ہو جائیگا
یاس و حرمان کے اگر جھونکے ہین فرقت مین یہی
کوئی دم مین گل چراغِ آرزو ہو جائیگا
جاے عیسیٰ ہجر مین ہو گی ہوس جلاد کی
بڑھتے بڑھتے دردِ دل دردِ گلو ہو جائیگا
کون سُنتا ہی یہان ای بُت مری تیرے حضور
ختم یہ جھگڑا خدا کے روبرو ہو جائیگا
ساتھ میرا تو نہ چھوڑ اے یاس ہجرِ یار مین
اور بھی ویرانِ دل بے آرزو ہو جائیگا
پھول ای بلبل نہ پھولون پر دو روزہ ہی بہار
ایک جھونکے مین ہوا سب رنگ و بو ہو جائیگا

سرورِ قتل سے تھی ہاتھ پاؤن کو جنبش
وہ مجھ پہ وجد کا عالم تھا اضطراب نہ تھا

ثباتِ بحرِ جہان مین نہین کسی کو امیر
اِدھر نمود ہوا اور اُدھر حباب نہ تھا

نامہ لیکر جو کوئی کوئے بتان سے آیا
مین یہ سمجھا کہ ملک باغِ جنان سے آیا

میرے گھر مین جو کوئی اُسکے مکان سے آیا
چیخ اُٹھا کہ مین دوزخ مین جنان سے آیا

اے جرس تو تو نہین قافلے والون سے جُدا
تیری آواز مین یہ درد کہان سے آیا

جانتا ہون وہ کماندار کشیدہ ہے بہت
کہ کبھی تیر بھی مجھ تک نہ کمان سے آیا

اب کوئی کعبے مین دم بھر مین ٹھہر سکتا ہون
برہمن پھر طلبِ کوئے بتان سے آیا

شغل رونے کا ازل مین بھی مجھے تھا ورنہ
نوح کے وقت مین طوفان کہان سے آیا

خبرِ مرگ مری دیر و حرم مین تو گئی
نہ یہان سے کوئی آیا نہ وہان سے آیا

قطعہ

بولتا کب ہے وہ سفاک پکارون مین ہزار
کاش خنجر ہی کہے اپنی زبان سے آیا

مفتیون سے کہو للہ وہ اب کہتے ہین کیا
غش انھین روزۂ ماہِ رمضان سے آیا

دیکھکر اُس رُخ و گیسو کو مین حیران ہون امیر
شب تاریک مین خورشید کہان سے آیا

مثل موسیٰ سامنے میرے جو تو ہو جائیگا
لن ترانی مین مقامِ گفتگو ہو جائیگا

عشق مین تازہ دماغ آرزو ہو جائیگا
رنگ اُڑ کر چہرۂ عاشق سے بو ہو جائیگا

ضبطِ گریہ مین نہین کرتا کہ رہتا ہے خیال
سوکھ کر کانٹا نہالِ آرزو ہو جائیگا

ہے اُبل پڑنے کا ڈر کیا دون ترے قد سے مثال
سرو فوّارہ کنارِ آبجو ہو جائیگا

ہے یہی رنگِ ستم اُس خالِ عارض کا اگر
مشک کا دل نافِ آہو مین لہو ہو جائیگا

ہے کمی بیشی جو یہ تاثیرِ حسن و عشق کی
ذرّے ہم ہو جائین گے خورشید تو ہو جائیگا

آرسی پر کچھ نہین موقوف اے آئینہ رو
جو تجھے دیکھے گا وہ میرا عدو ہو جائیگا

اثر ہی گیسو کا یہ تمھارے کہ حرف آگین ہین حرف سارے
ورق ہی دیوان مین جو ہمارے وہ تختہ ہی عطر کی زمین کا

نہین ہی اب کر رسم ماضی گنہ کی تعزیر پر ہون راضی
لگاے دُرّہ جو مجکو قاضی کسی کے گیسوے عنبرین کا

خدا سے جبتک نہو شناسا حریم دل کا ہی شوق بیجا
مکان کا تب پتا ملیگا کہ کچھ پتا یاد ہو مکین کا

کہان ہین ایسے نصیب اپنے کہ پڑھ کے مضمون جواب لکھے
اُڑائے نامہ کے اُسنے پرزے کھلا لفافہ خط جبین کا

ملا ہی جنکو دل مصفّا برے کو بھی دیکھتے ہین اچھا
پڑیگا عکس آئنے مین سیدھا ہزار اُلٹا ہو خط نگین کا

جنون کا ہمپر ہے قطع جامہ قبا کہانکی لباس کیسا
ہمارے بازو تلک نہ پہونچا کسی طرح ہاتھ آستین کا

کس آستانے پہ جا پڑا ہون کہان الٰہی مین جبہ سا ہون
کہ سر اُٹھے ہزار چاہون یہ ربط ہی سجدہ و زمین کا

کہان کا کعبہ کہو دیر کیسا بتاؤ کوچے کا اُسکے رستا
مین پوچھتا ہون پتا کہین کا نشان دیتے ہو تم کہین کا

امیر گھٹ یون رہی خموشی گلے سے آواز تک نہ نکلی
خیال جب رات خواب مین بھی بندھا کسی چشم سرمگین کا

ہوا جو پیوند مین زمین کا تو دل ہوا شاد مجھ حزین کا
بس اب ارادہ نہین کہین کا کہ رہنے والا ہون مین یہین کا

اگرچہ پیری مین ناتوان ہون شباب کے کچھ اثر عیان ہین
نہین ہین بازو مین جھرّیان ہین نشان ہی چین آستین کا

فقط ہی تیرا خیال باطل کہ راستی مین ہو نام حاصل
درست اُٹھے کبھی نہ ایدل جو نقش اُلٹا ہوا نگین کا

کہین مکرر زبان سے کہتا کوئی مخاطب نہین ہی اصلا
ہمارا اظہار غم ہی گویا سوال درویش رہ نشین کا

کھلے ہین تن استخوان پیکر کہ پوست ہی پوست ہی سراسر
کلاہ کا شک ہی میرے سر پر گمان ہی بازو پر آستین کا

ہزار ہا روے زمین ہین بندے کرور زیر زمین ہین مُردے
کھنچے دو رویہ زبسکہ نقشے بھرا ورق پشت و روے زمین کا

جہان مین ہین دادرس بہت کم ازل سے پامال ہی یہ عالم
کری فرشتون نے خاک آدم سُنا نہ شور ایک بھی زمین کا

ہواے کُو مست ہون ہوا ایسا چمن مین گھر کر جو ابر آیا
سیاہ مستی مین مین نہ سمجھا جہاز ہے آب آتشین کا

سفر مبارک ہو آخرت کا بخیر انجام ہو خدایا
جو گھر سے نکلے مرا جنازہ تو سامنا ہو کسی حسین کا

جو شعلہ بالاے طور چمکا جھپک گئی جب سے چشم موسیٰ
بجھا ہوا تھا کوئی شرارہ تمھارے رُخسار آتشین کا

کیا ہی اُس مست نے کنارا سرور اب خاک ہو گوارا
لہو پیو میکشو ہمارا جو نام لو آب آتشین کا

بھولی باتون پر نہ بھول آج اُس گلِ تر کی ولا
یکھنا کل اور رنگِ گفتگو ہو جائیگا
ب اصلی عارضی زینت سے چھپتا ہی کوئی
غازہ ملنے سے نہ زنگی خوبرو ہو جائیگا
فصل گل آنے تو دو فصدونکا پھر کیا ہی شمار
ظرف بھر بھر جائین گے پانی لہو ہو جائیگا
غیر احوال ہین سمجھتے ہین سب مجھے تمسے جدا
قصہ یہ یکسو تمھارے روبرو ہو جائیگا
خوب گلرویون سے آتا ہے ہمارے دلکو ربط
رنگ مین یہ رنگ ہو گا بو مین بو ہو جائیگا

داغ حسرت گھر سے مین لیکر کہان جاؤن امیر
جانتا ہون گل چراغ آرزو ہو جائیگا

یہی جو سودا ہی مجھ حزین کا پتا کہان کوئے نازنین کا
غبار آسا نہین کہین کا نہ آسمان کا نہ مین زمین کا
یہ طرز وحشت نے رنگ باندھا کہ ہو گیا دو جہان کو سودا
زمین پہ جادہ فلک پہ جوزا نشان ہی چاک آستین
رجو کاتب کو رحم آتا تو بخت بنیاد ہی مٹاتا
درست لکھتا تو ٹوٹ جاتا قلم ہمارے خطِ جبین
بمن ہے بلبل کے خون کا محضر گواہ ہین برگ و بر سراسر
نہین ہی یہ داغ لالۂ تر یہ نقش ہے مہر کی نگین
یہ جتنے پتلے ہین ما و طین کے نہ آسمان کے نہ ہین زمین کے
نشان تک مٹ گئے جبین کے کھلا نہ مطلب خطِ جبین کا
زخم محبت ہی جسکا مطلب کدورت اُس دل کی ہو عیان کب
کہ مے ہی جبتک ہی خم لبالب پتا کہان دُردِ تہ نشین کا
کیا تھا کیون ادعائے باطل ہوا تھا اُس تل سے کیون مقابل
نثار ملی ہو گیا سیہ دل جو مشک نافہ غزال چین کا
بنے سلیمان کے جتنے رتبے تمھاری اُلفت کے تھے کرشمے
یہ نقش جس دل مین جمکے بیٹھے بلند ہو نام اُس نگین کا
کہان کا نالہ کہان کا شیون ثنائے قاتل ہے وقت مُردن
قلم ہوئی ہی بدن سے گردن زبان پہ نعرہ ہی آفرین کا
قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتون کا قتل کیونکر
جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا
عجب مرقع ہی باغ دُنیا کہ جسکا صانع نہین ہویدا
ہزارہا صورتین ہین پیدا پتا نہین صورت آفرین کا
ہوا نہ دشوار جسکو مرنا اُسے گلی مین تھا اپنی دھرنا
نتھا مناسب عزیز کرنا موسے یہ دو چار گز زمین کا
لکھا جو وصف ایک گلبدن کا تو رنگ پیدا ہوا چمن کا
جو صفحہ ہی برگ یاسمن کا تو خامہ ہی شاخ یاسمن کا
الماس احباب سے ہی شکوہ کیا نہ عرس ایک دن ہمارا
سر لحد ہی ہجوم ہوتا کبھی حسینان مہ جبین کا

کون گل ہے جو رخ گلرنگ پر عاشق نہین
تو وہ گل ہی جسپہ ہے سارا گلستان عندلیب
جو پسند آجائے عاشق کو وہی معشوق ہے
سرو قمری پر فدا ہی گل پہ قربان عندلیب
ڑکے گل خود شوق مین پہونچا ہی دست یار تک
کس لیے گلچین سے ہے دست و گریبان عندلیب
تولرے چوڑی جو اپنے ہاتھ کی ای گل جدا
مول لے دیکر زر گل دستگردان عندلیب
شوق مین لالونکے جائے باغ مین وہ گل اگر
لال ابھی ہو خون گل مین ہو کے غلطان عندلیب
قابوے صیاد مین آتی کبھی ممکن نہ تھا
دام کو سمجھی ترا گیسوے پیچان عندلیب
وہ بھی دن آئے کہ اُترے تیرے صدقے مین بھی
ی گل تر دلمین رکھتی ہی یہ ارمان عندلیب
فاتحہ خوانی کو جب وہ گلبدن آیا امیر
بنگئے سب ساکن شہر خموشان عندلیب

کیا ہنسی ہی گریۂ عشاق مضطر کا جواب
سوچ رکھو کچھ سوال روز محشر کا جواب
ور دیا ہوگا شکست کاسۂ سر کا جواب
غافلونکو دیگی میری لاش ٹھوکر کا جواب
منھ چڑھاتا ہے میرا کیا آئینے مین دیکھ تو
تجکو دیتا ہے دہن تیرا برابر کا جواب
شوق سے لکھین مرے عصیان فرشتے راتدن
ایک رحمت اسکی ہی اس سارے دفتر کا جواب
ایکدن وہ میرے گھر ہے ایکدن مہ اُسکے گھر
غیر کی قسمت بھی ہی میرے مقدر کا جواب
جب مین کہتا ہون کہوگے کیا خدا کے سامنے
کہتے ہین تمکو بتا دین روز محشر کا جواب
نرم دل سے نرم دل ہین سخت گو سے سخت گو
شیشے کا شیشہ یہان پتھر ہی پتھر کا جواب
بیزبان ہی گوش یارونکی کرہی کبتک سُنے
اے زبان تو اُسکے بدلے دے برابر کا جواب
اُسنے خط بھیجا جو تجکو ڈاک پر ڈاکہ پڑا
یار کیا کرتا نہ تھا میرے مقدر کا جواب
ہاے ہمتا د و دولت مجھسے بچھڑے عشق مین
تھا تو تنہا پر دیا مین نے بہتر کا جواب
منھ چڑھاؤ اور کا تیوری چڑھاؤ اور پر
آئینہ ہون منھ پہ دونگا مین برابر کا جواب
کس لیے ڈرتے ہو ہنگامے سے آؤ تو سہی
پانونکی خلخال دیگی شور محشر کا جواب

لحد پہ کیسے نہ آئے کہدو کوئی یہ دزد کفن سے یارو
برہنہ دیکھے نہ گور مجکو مین کشتہ ہون چشم سرمگین کا

ہوئی ہی تقدیر سے رسائی ضرور ہی قسمت آزمائی
کرینگے اُس در پہ جبہہ سائی نشان جبتک ہی جبین کا

جو دشت غربت مین کھینچی ایذا بندھا تصور ہمین وطن کا
بھری جو چشم غزال صحرا دکھایا پھر رنگ شہر چین کا

چمن مین غنچہ نہین کھلا ہی وہ گل یہان راتکو رہا ہی
یہ کوئی تعویذ کھل پڑا ہی اُسی کے بازوے نازنین کا

اُسی کا پھیلا ہی نور سارا کہان کا خورشید عالم آرا
گرا ہوا ہے کوئی ستارا لباس زرتار مہ جبین کا

حسین جو بیٹھین زہر لے کے مانگین تو جان شیرین بھی نذر لے لین
ہنسی خوشی سے جو زہر ہو منہ مین ملے مجکو انگبین کا

جو دیکھی نرگس کی شرمساری جھڑی ہوئی آنسوؤنکی جاری
نگاہ مین پھر گیا ہماری حجاب اُس چشم سرمگین کا

بجا ہے آئینے کا مقدر کہ عکس افگن ہی چشم دلبر
قدم نکالا نہ گھر سے باہر شکار کھیلا غزال چین کا

جو تیغ ساعد ہوئی مقابل تڑپ گئی خلق مثل بسمل
اُلٹ گئی صف جو تو نے قاتل اُلٹ دیا گوشہ آستین کا

امیر دیکھا جو اُسکا نقشہ تو نقشہ یوسف کا دل سے اُترا
کہ نقش ثانی کے آگے ہوتا فروغ کیا نقش اوّلین کا

ردیف باے موحدہ

سیکھ کر مجھ نالہ کش سے طرز افغان عندلیب
صحن گلشن مین ہوئی ایسی خوش الحان عندلیب

ہون وہ عاشق قد و عارض کا جو گلشن سے چلون
فاختہ پکڑے مرا دامن گریبان عندلیب

رحم کریون پھول بیدردی سے اے گلچین نہ توڑ
سر پہ نالون سے اُٹھالیگی گلستان عندلیب

فصل گل آنے تو دو اُڑ جائیگی لیکر قفس
خانۂ صیاد مین دو دن ہو مہمان عندلیب

برق آسا ہی فروزان خندۂ گل باغ مین
چاہیے برسائے اب اشکونکا باران عندلیب

چھوڑ کر تیرے رخ رنگین کو اے رشک چمن
گل پہ مرتی کس لیے ہوتی جو انسان عندلیب

فصل گل مین پھول دکھلائین جو پریونکا جمال
کیون نہ ہو پھر دم کش مرغ سلیمان عندلیب

عاشق کامل کو وصلت مین زیادہ ہی ملال
فصل گل مین بیشتر ہوتی ہی نالان عندلیب

رہ زرد کے عکس سے
ہوئے مست دیکھا جو پھولون کا رنگ
کہان چشمۂ خضر کیسے خضر
خضر ہون اگر مین تو جا کر پیون
گلستان ہے پھولون سے کیا لال لال
عجب ساقیٔ گندمی رنگ ہے

ہوئی ساقیا زعفرانی شراب
پیالون مین تھی ارغوانی شراب
خضر ہے مری زندگانی شراب
سر چشمۂ زندگانی شراب
چلے ساقیا ارغوانی شراب
کہ پرتو سے بنتی ہے دھانی شراب

رہے طاق پر پارسائی امیر
پلائے جو وہ یار جانی شرا

لائیگا رنگ خون دل داغدار کب
رو دیا ہمارے حال پر ابر بہار کب
اٹھے گا میری خاک سے یارب غبار کب
مقتل سے وہ پھرے تو قضا نے یہ عرض کی
داغون سے دل چمن ہو کرون ضبط آہ کیا
ناصح خوشی سے کون اٹھاتا ہی بار عشق
ٹھنڈی ہوا ہی ابر ہی ساقی ہی منہ سے
ہمکو ملا کے خاک مین بھی جب ہوے نہ صاف
کہتی ہی مرغ دل سے یہ وہ چشم فتنہ گر
کیا کیجیے گلہ کہ نہ آیا وہ دفن کو
مین خاک بھی ہوا تو ہوئی خاک گرد باد
محشر مین ایک سے ہم پیچھے پھیرے
آئے ہما کو بھی نہ مرے استخوان پسند

بیٹھا

ضر ہوا ب حضور مین یہ
رکتی ہے روکنے

[illegible]
جائے گا پھر حضور کے دلکا غبار کب
بچتا ہے زد پہ آکے ہمارا شکار کب
مرنے کا میرے انکو ہوا اعتبار کب
گردش مٹے گی ای مرے پروردگار کب
آخر تمام ہوگا غم انتظار کب
خوش ہوگا انکو کھا کے سگ کوے یار کب

پھینک دو خط لکھ کے قاصد سے جو تم بیزار ہو
اُڑ کے آئیگا جو ہے میرے مقدر کا جواب

منھ کی کھائی سیکڑون بال آئینے مین پڑ گئے
لیکے آیا تھا تری زلفِ معنبر کا جواب

ہ گیا خاموش وہ بُت بید ہانی سے آمیر
یہ نہ تھا کوئی سوالِ جانِ مضطر کا جواب

ہی خموشی ظلمِ چرخِ دیو پیکر کا جواب
آدمی ہوتا تو ہم دیتے برابر کا جواب

جو بگولا دشتِ غربت مین اُٹھا سمجھا یہ مین
کرتی ہی تعمیر دیوانی مرے گھر کا جواب

ساتھ خنجر کے چلے گی وقتِ ذبح اپنی زبان
جان دینے والے دیتے ہین برابر کا جواب

سجدہ کرتا ہون جو مین ٹھوکر لگاتا ہی وہ بت
پانُون اُسکا بڑھ کے دیتا ہی مرے سر کا جواب

ابر کے لگتے نہ اُلجھین میری موجِ اشک سے
خشک مغزون سے ہی مشکل مصرعِ تر کا جواب

وہ کھنچا تھا مین بھی کھنچ رہتا تو بنتی کسطرح
سر جھکا دینا تھا قاتل تیرے خنجر کا جواب

جیتے جی ممکن نہین اُس شوخ کا خط دیکھ
بعد میرے آئیگا میرے مقدر کا جواب

شیخ کہتا ہے برہمن کو برہمن اُسکو سخت
کعبہ و بتخانہ مین پتھر ہے پتھر کا جواب

روز دکھلاتا ہی گردون کیسی کیسی صورتین
بُت تراشی مین ہی یہ کافر بھی آذر کا جواب

ہر جگہہ قبرِ گدا تکیے مین ہر جا گورِ شاہ
ایک گھر اس شہر مین ہی دوسرے گھر کا جواب

جلوہ گر ہے نورِ حق ہونے سے یکتائی امیر
سایہ بھی ہوتا اگر ہوتا پیمبر کا جواب

پلا ساقیا ارغوانی شراب
کہ پیری مین دے نوجوانی شراب

ہ شعلہ ہے ساقی کہ رنجک کی طرح
اُڑا دیتی ہے ناتوانی شراب

کہان بادۂ عیش تقدیر مین
پیون مین تو ہو جائے پانی شراب

نہ لایا ہے شیشہ نہ جام و سبو
پلاتا ہے ساقی زبانی شراب

کہان عقلِ برنا کہان عقلِ پیر
ہے بہتر پرانی شراب

لیکے گردون نے بنایا ہے اُسی کو مہِ نو   گر پڑا تھا جو کوئی نعل سمِ توسنِ دوست
عکس ہر عضو کا ہر عضو مین کیونکر نہ   کہین آئینے سے بڑھکر ہے صفاے تنِ دوست

کیون نہ ملبوس پہ فانوس کا دھوکا ہو امیر
شمع روشن سے زیادہ ہے فروغِ تنِ دوست

ایک ہے میرے حضر اور سفر کی صورت   گھر مین ہون گھر سے نکلکر بھی نظر کی صورت
چشمِ عشاق سے پنہان ہو نظر کی صورت   وصل سے جان چُراتے ہو کمر کی صورت
ہون وہ بلبل کہ جو صیاد نے کاٹے مرے پر   گر گئے پھول ہر اک شاخ سے پر کی صورت
تیرے چہرے کی ملاحت جو فلک نے دیکھی   پھٹ گیا مہرے دلِ شیر سحر کی صورت
جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے   رہگیا کھول کے آغوش مین در کی صورت
تیغ گردن پہ کہ ہے سنگ پہ آہن دمِ ذبح   خون کے قطرے نکلتے ہین شرر کی صورت
کون کہتا ہے ملے خاک مین آنسو میرے   چھپ رہے گردِ یتیمی مین گہر کی صورت
نہین آتا ہی نظر المدد اے خضر اجل   جادۂ راہ عدم ہوے کمر کی صورت
پڑگئین کچھ جو مرے گرم لہو کی چھینٹین   اُڑ گئے جوہرِ شمشیر شرر کی صورت
قبر بھی وادیِ غربت مین بنے گی اِکدن   اور کوئی نظر آتی نہین گھر کی صورت
خشک سیرون تنِ شاعر کا لہو ہوتا ہے   تب نظر آتی ہے اک مصرعِ تر کی صورت
آفت آغازِ جوانی ہی مین آئی مجھپر   بجھ گیا شام سے دِل شمعِ سحر کی صورت
جلوہ گر بام پہ وہ مہر لقا ہی شاید   آج خورشید سے ملتی ہی قمر کی صورت
دہنِ یار کی توصیف کڑی منزل ہے   چُست مضمون کی بندش ہو کمر کی صورت
نو بہارِ چمنِ غم ہے عجب روز افزون   بڑھتی جاتی ہی گرہ دل کی ثمر کی صورت
ہون بگولے کی طرح سے مین سراپا گردش   راتدن پانؤن بھی چکر مین ہین سر کی صو

بارشِ سنگِ حوادث ہو نہ کسطرح امیر   آہ ہی شکلِ شجرِ اشک ثمر کی صورت

برہم نسیم کوچۂ جانان ہے کس لیے
تعظیم کو اُٹھا نہ ہمارا غبار کب
جسکا دماغ ہو ترے جوڑے کی بو سے مست
سونگھے وہ بوے نافۂ مشکِ تتار کب
ہم کیا سمجھ کے یار سے رکھین اُمید قتل
کرتا ہے عاشقون مین وہ ہمکو شمار کب
یارب نگاہ بھر کے وہ دیکھین گے کب ادھر
ہوگا یہ تیر میرے کلیجے کے پار کب
مین تو تڑپ تڑپ کے ہوا عشق مین تمام
آئیگا چین تجھکو دلِ بیقرار کب
کیا بیکسی کا شکوہ کرون مین فراق مین
آتا نہین ہے گریۂ بے اختیار کب
جو تجھکو جانتے ہین فلک کا شریکِ غم
کرتے ہین شکوۂ ستمِ روزگار کب

مرنے کو منع ہم نہین کرتے مگر امیر
سو مر گئے تو اُن کو ہوا اعتبار کب

ردیف تاء فوقانیہ

کیون نہ کھٹکے مجھے جو خار ہو برہم زنِ دوست
دوست کے دوست کا دشمن ہو جو ہو دشمنِ دوست
دیکھکر ربطِ گل و خار یہ اُمید ہوئی
شاید آجائے مرے ہاتھ مین بھی دامنِ دوست
مثلِ یعقوب مری آنکھین بھی روشن ہو جائین
لا کسی روز صبا نکہتِ پیراہنِ دوست
طرفِ کعبہ نہ جا حج کے لیے نادان ہے
غور کر دیکھ کہ ہے خانۂ دل مسکنِ دوست
ملک الموت سے کہدو کہ نہ تکلیف کرین
مرگ آسان ہو مگر کون سُنے شیونِ دوست
شاخِ صندل پہ ہوا مارِ سیہ کا دھوکا
دیکھکر کاکلِ پُرپیچ بسِ دُشمن دوست
اے جنون یان کوئی بیکار رہا جاتا ہو
یا گریبان ہو مرے ہاتھ مین یا دامنِ دوست
ہم تو نظارے سے محروم خدا کی قدرت
آئنہ اور تماشاے رُخِ روشنِ دوست
رہ گیا شوق مری لاش کو پامالی کا
گرمِ جولان نہ کسی روز ہوا توسنِ دوست
ہو وصیت کہ کفن مجھکو اُسی کا دینا
ہاتھ آجائے جو اُترا ہوا پیراہنِ دوست

شام سے صبح تلک چلتے ہین جام مے عیش
خوب ہوتی ہے بسر اہل خرابات کی رات

وصل چاہا شب معراج تو یہ عذر کیا
ہے یہ اللہ و پیمبر کی ملاقات کی رات

ہم مسافر ہین یہ دنیا ہے حقیقت مین سرا
ہے توقف ہمین اس جا تو فقط رات کی رات

چل کے اب سو رہو باتین نہ بناؤ صاحب
وصل کی شب ہے نہین حرف حکایات کی رات

لیلۃ القدر ہے وصلت کی دعا مانگ امیر
اس سے بہتر ہے کہان کوئی مناجات کی رات

بڑھ کے کچھ کعبے سے بھی ہے عز و شان کوئے دوست
ہین غزالان حرم صید سگان کوئے دوست

کیا زمین پکڑی ہے ظالم نے میان کوئے دوست
پھٹ پڑے دشمن پہ یارب آسمان کوئے دوست

دور سے آئے ہین ہم اے ساکنان کوئے دوست
دو جگہ ہمکو بھی تھوڑی سی میان کوئے دوست

کی شفقت جسنے ہو بیجا وہ میان کوئے دوست
معتکف چلہ نشین ہین ساکنان کوئے دوست

باغ جنت پر بھی دیتا ہون اسے ترجیح مین
کون ہے مجھ سے زیادہ در میان کوئے دوست

رہتے ہین تسبیح مین تقدیس مین تہلیل مین
قدسیون سے کم نہین ہین ساکنان کوئے دوست

اے فلک وا مثل نرگس دیر سے ہے چشم شوق
جلد دکھلا دے بہار بیخزان کوئے دوست

جھک گئی گردن گریبانکی طرف جب وقت فکر
نحن اقرب سے ملا ہمکو نشان کوئے دوست

ہے یقین ہو رجعت خورشید سے جلدی سحر
حکم حیدر ہے صدائے پاسبان کوئے دوست

گلشن جنت کی کیا پروا ہو اے رضوان انھین
ہین جو مشتاق بہشت جاودان کوئے دوست

بلبلونکے چہچہے جب باغ مین جاکر سنے
یاد آئے ہمکو کیا کیا پاسبان کوئے دوست

اے ہما بیفائدہ تو نے قدم رنجہ کیا
مستحق ان ہڈیونکے ہین سگان کوئے دوست

دیکھون اے واعظ کسے سنتے ہین دل سے سامعین
وصف تو فردوس کا کر مین بیان کوئے دوست

جب کھلا تفسیر سے مضمون جنات نعیم
مین یہ سمجھا ہے یہ قرآن مین بیان کوئے دوست

میر سے اشکونسے جو دریا موج زن ہے راتدن
مردم آبی بنے ہین رہروان کوئے دوست

رنگ فق صبح کو کیون ہو نہ سحر کی صورت
پھرتے ہین شام سے شب بھر وہ قمر کی صورت

دل شکستہ مین وہ ہون خط جو کبوتر کو دیا
گر پڑا اُڑتے ہی ٹوٹے ہوے پر کی صورت

ہوش اُڑے تھے جو اُٹھے تھے خبرِ وصلت سے
نیند کیون اُڑ گئی آنکھون سے خبر کی صورت

چمنِ دہر سے کیون قطع نہو نخل مرا
پتا پتا نظر آتا ہے تبر کی صورت

جھک گیا بار محبت کے اُٹھانے کے لئے
ابھی کھنچ بھی نہ چکی تھی مرے سر کی صورت

دیکھتے ہی مجھے جو رنگ کیا قاتل نے
تیغ ابرو بھی چلی تیر نظر کی صورت

سایہ آما ترے کوچے مین ہی سب سے مجھے رسم
راہ دیوار بھی دیگی مجھے در کی صورت

باندھ رکھو کس کے گرہ مین کہ بہت تھوڑی ہے
آبرو ہے جو خدا داد گہر کی صورت

رات دن کعبۂ دل مین ہی بتونکا مجمع
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت

شکوہ کس کس کا الٰہی مین شب ہجر کرون
منھ چھپا لی ہے اجل نے بھی سحر کی صورت

اس نزاکت پہ ہین جان سے صدقے قاتل
ہاتھ مین تیغ لچکتی ہے کمر کی صورت

وہ تہیدست ہون مذکور تمتع کا ہے کیا
صورتِ گل بھی نہ دیکھی کبھی زر کی صورت

طرفہ آنکھونکو دکھاتی ہے تماشا تری بزم
پتلیان دوڑتی پھرتی ہین نظر کی صورت

عمر گذری ہے مری وادیِ غربت مین مگر
اب تلک یاد ہے کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت

شہپرِ شوق ہی کافی ہے کبوتر کیسا
اُڑکے نامہ مرا پہنچیگا خبر کی صورت

سینچ لے دیدۂ تر مزرعِ دل کو ایسا
نخلِ ماتم بھی پھلے پھولے شجر کی صورت

قبر مین چین سے یارونکی گذرتی ہے امیر
پانون پھیلائے ہوئے سوتے ہین گھر کی صورت

بات کرنے مین تو جاتی ہے ملاقات کی رات
کیا بری بات ہے رہ جاؤ یہین رات کی رات

ذرّے افشانکے نہین کرمک شب تاب سے کم
ہے وہ زلفِ عرق آلود کہ برسات کی رات

زاہد اُس زلف مین پھنس جایئے تو اتنا پوچھون
کہئے کس طرح کٹی قبلۂ حاجات کی رات

ردیف جیم

آنے سے تیرے یاس ہوئی مجکو یار آج
کل تک ترا تھا موت کا ہی انتظار آج
مجنون کی قبر سے جو اٹھا پھر غبار آج
گذرا ادھر سے کیا کوئی محمل سوار آج
تم بھی بناؤ کرکے چلو سیر باغ کو
نکھرا ہوا ہے رنگ عروس بہار آج
قاتل جو یون ہین روز ترقی ہی حسن کی
کل سو ہوے تھے قتل مرینگے ہزار آج
ہان سچ ہی قید بوسہ گیسو کی ہے سزا
کل کا نکالتے ہین وہ مجھ سے غبار آج
کل تک تو میرے سائے سے تم بھاگتے تھے دور
بیٹھے ہو پاس آکے کہو کیا ہے یار آج
حسرت سے بعد مرگ بھی آنکھین کھلی رہین
سمجھے تھے ہم تمام ہوا انتظار آج
نظر بتون کو مرا امتحان ہے اب
رہجائے آبرو مری پروردگار آج
قاضی برہنہ سر ہے تو زخمی ہی محتسب
شاید کہ پی گئے ہین بہت بادہ خوار آج
مشتاق قتل کون ہوا رات کونسا
اٹھتا ہے تیرے کوچے مین کسکا مزار آج
ہمدم در [illegible] ب فرقت تو [illegible]
شب بھر رہے فسانہ گیسوے یار آج
کھنچے ہوے ہین تیغ وہ بڑھ بڑھ کے رکھ قدم
ای دل یہی تو وقت ہی ہمت نہ ہار آج
روتا ہے باغبان در گلشن پہ زار زار
شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج
کانٹون مین لے چلا ہے جنون مجکو کھینچ کے
باقی رہے گا ایک نہ دامن مین تار آج
کل تک انھین بھی صاف مٹا دیگا آسمان
باقی کہین کہین ہین جو نقش و نگار آج
قاتل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا
مایوس ہو گیا دل امیدوار آج

رو رو کے ہچکیان مجھے آتی ہین کیون امیر
کرتے ہین یاد کیا وہ مجھے بار بار آج

گلگشت کر رہا ہے جو وہ گلعذار آج
پھرتی ہے باغ باغ نسیم بہار آج

ہو نیا عالم ہی اس عالم سے وہ عالم جُدا
اور ہی کچھ ہین زمین و آسمانِ کوئے دوست
جب قدم رکھا زمین پر آسمان پر جا پڑا
بارہا ہمنے کیا ہو امتحانِ کوئے دوست
نامہ بر مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین
دل مین ہو لب تک نہین آتا نشانِ کوئے دوست
چاہتے ہو داب لو اسکو بغل مین ای امیر
بوستان سعدی کی ٹھہرا بوستانِ کوئے دوست

ردیف ثائے مثلثہ

گریہ بے سود ہی نالے دلِ ناشاد عبث
دادرس [illegible] ہ بیداد عبث
کھنچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ
حوصلہ وار لگانے کا ہے جلاد عبث
ایک رنگ آتا ہی یان ضعف سے اک جاتا ہے
رنگ بھرتا مرے نقشے مین ہی بہزاد عبث
بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤنگا کہان
بند کرتا ہے قفس مین مجھے صیاد عبث
ایک مشتاق شہادت بھی تو جوہر نہ ہوا
تجھ مین جوہر ہین یہ ای خنجرِ فولاد عبث
وہ گل آیا ہی نہ آئیگا کبھی گلشن مین
سرو قد اُٹھتے ہین تعظیم کو شمشاد عبث
دبھی دیگا وہی جسنے یہ کی ہے بیداد
دوڑتی پھرتی ہی ہرسو مری فریاد عبث
لاکھون گھر اور ہین دلمین مرے کیا رکھا ہی
کرتی ہے خانہ خرابی اسے برباد عبث
عمر رفتہ یہ تاسف سے نہین کچھ حاصل
وہ ہمین بھول گئے کرتے ہین ہم یاد عبث
سن کے دردِ دلِ عشاق یہ کہتا ہے وہ بت
بندے اللہ کے ہو جیسے ہی فریاد عبث
بال بال اُسکا گرفتار بلا ہوتا ہے
بندۂ عشق کو سب کہتے ہین آزاد عبث
جان دی کام مین معشوق کے سب کچھ پایا
کون کہتا ہے کہ تھی محنتِ فرہاد عبث
انبیا تک رہے پابند شریعت کے امیر
ظاہری قید سے گھبراتے ہین آزاد عبث

خیال زلف مین کرتے ہین ہم تری کا سفر
لپٹ نہ جائے کہین اُٹھکے مارِ رہزنِ موج
یہ خوف ہے تری ابرو کی تیغ کا قاتل
کہ آجتک نہین جاتا ہی رعشۂ تنِ موج
عبث ہے تجکو قریب لب سے چشم دادرسی
سُنے نہ بحر مین گوش حباب شیونِ موج
ہمارے رونے پہ آتی نہین کسے رقت
حباب روتے ہین آنکھون پہ رکھکے دامنِ موج
یہ خوف ہے تری تیغ نگہ کا دریا مین
کہ چشم مردمِ آبی ہے زیر جوشنِ موج
فقط نہ دیدۂ تر سے نگون ہی چشم حباب
خمیدہ شرم مژہ سے ہوئی ہی گردنِ موج

ڈبو رہا ہے مجھے بحر کس خطا پہ امیر
حباب کا نہ مخالف ہون مین نہ دشمن موج

دینار کی نہ ہمکو درم کی ہی احتیاج
بس تیری اک نگاہ کرم کی ہے احتیاج
خطِ عذار یار رقم سے بے رقم ہوا
اس خط کو کیا دوات قلم کی ہے احتیاج
دل اُنکے کیف مے مین ہین جامِ جہان نما
کب میکشون کو ساغرِ جم کی ہے احتیاج
اشکون کے ساتھ عشق مین لازم ہی آہ بھی
جو ہی سپاہ اُسکو علم کی ہے احتیاج
ہم سینچتے ہین آنسوؤن سے اپنی کشت کو
اے ابر کسکو تیرے کرم کی ہے احتیاج
بے احتیاج کوئی نہین اس جہان مین
ناوک کو پر کی تیغ کو دم کی ہے احتیاج
ہر سنگ سجدہ گاہ ہے شوق سجود مین
ساجد کو دیر کی نہ حرم کی ہے احتیاج
کب بھوک مین ہون طالب نان تجسے اے فلک
ہان ہی اگر تو سنگ شکم کی ہے احتیاج

وعدہ کیا ہے اُسنے تو آئے گا وہ امیر
کچھ اُس سے قول کی نہ قسم کی ہے احتیاج

ردیف حاے حطی

آزماؤ دل کو صاحب آزمانے کی طرح
گردشین تم تو بدلتے ہو زمانے کی طرح
دیدہ و دل مین مرے رکھا ہی کیا اے تخم اشک
رنگ پیدا کر زمین مین مل کے دانے کی طرح

پھولے گا خون سے دشت مین پھر لالہ زار آج
چھالون سے چھیڑ کرتی ہی پھر نوک خار آج
بولے وہ عکس دیکھ کے چشم سیاہ کا
آئینہ کھیلتا ہے ہرن کا شکار آج
تڑپا رہی ہی ہجر مین لذت وصال کی
کل پی تھی جو شراب ہے اُسکا خمار آج
جاگا ہون عمر بھر کا ذرا اب تو سو رہون
کہدو رہے خموش چراغ مزار آج
میری تڑپ کو دیکھ کے ایسی ہے بیقرار
مشتاق صبح خود ہے شب انتظار آج
جھنجھلا کے بوسۂ لب جان بخش پر کہا
کچھ موت تو نہین تمھے سر پر سوار آج
حورین جنان مین بیٹھی ہین دامن سمیٹ کر
اُٹھا ہے کس کی خاک سے یارب غبار آج
گرم خرام رات کو ہو گا لحد پہ یار
ہر نقش پا بنے گا چراغ مزار آج
بسمل نظر سے راہ مین لاکھون ہین مرغ دل
گھر بیٹھے آپ کھیل رہے ہین شکار آج
منظور کس کا قتل ہے تیغ نگاہ سے
پھر پھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج
میکش ہین زیر سایۂ انگور نالہ کش
ساقی چمن مین تیری پڑی ہی پکار آج
وہ کیا شب فراق مین کوئی نہ آئے گا
بیفائدہ ہے موت کا بھی انتظار آج
پہلو مین غیر کے ہی مقرر وہ جان جان
دل کو کسی طرح نہین آتا قرار آج
کل تک سواری آئے یقین ہی بہار کی
نکلا ہے پیش خیمۂ ابر بہار آج
سر پر ہے ابر ساقی و مطرب ہین سامنے
اللہ رے جوش رحمت پروردگار آج
قدمون پہ اُسکے ہمکو تڑپ کر گرا دیا
کیا کام آگیا ہے دل بیقرار آج
کل تک جو کچھ دکھایا ہی دیکھا ہی دیکھیے
دکھلائے کیا مشیت پروردگار آج
روتے ہین پھوٹ پھوٹ کے کیون آبلے امیر
دیکھو تو ٹوٹی ہے کوئی کیا نوک خار آج

سب جلے تمھارے رخ آتشین سے دامن موج
یہ شعلہ وہ ہے جو نجلائے برق خرمن موج
یہ انتظار ہے ساحل پہ کس کے آنے کا
سر حباب ہے اونچا بلند گردن موج

پوچھو نہ کچھ جوانی و پیری کی سرگذشت
یہ ماجرائے شام ہے وہ ماجرائے صبح

صبحِ شبِ وصال یہ روتا ہون مین لہو
مثلِ شفق ہے سُرخ سراپا ردائے صبح

شادی کی رکھ اُمید جو غم کا ہو سامنا
بعد سوادِ شب ہے ظہورِ ضیائے صبح

مشکل سے ہوتی ہے شبِ فرقت اگر تمام
ڈرتا ہون کوئی اور نہ فتنہ جگائے صبح

صورت شبِ وصال کی آتی ہی کب نظر
تاثیر ایک دن نہین کرتی دعائے صبح

ہوتے ہی صبح گھر سے سدھارا وہ مہروش
کیون آتشِ شفق سے نہ مجھکو جلائے صبح

میرے جنونکا بخیۂ خورشید مین ہی رنگ
کرتا ہے چاک چاک ہمیشہ قبائے صبح

بیجا ہے دخل غیر شبِ وصل اے امیر
دروازہ بند کیجیے آنے نہ پائے صبح

ردیف خائے معجمہ

کیا کیا جلا ہے دیکھ کے رنگِ شرابِ سُرخ
غصّے سے ہو گیا ہے رُخِ آفتاب سُرخ

ہمرنگ اصل فرع نہ ہوگی کسی طرح
گل ہو ہزار سُرخ نہو گا گلاب سُرخ

کشتہ جو تھا مین ایک بتِ سُرخ پوش کا
ہاتھ آئی حشر مین نہ مجھے فردِ حساب سُرخ

ہم دل جلونکا سینہ ہے میخانے کا جواب
وان ہی شرابِ سُرخ یہان ہے کباب سُرخ

رہتا ہے دل مین بادۂ گلرنگ کا خیال
ساقی رہے نہ کیون مری چشمِ پُرآب سُرخ

غازہ جو اُسنے رات کو منھ پر لگا لیا
مانندِ آفتاب ہوا ماہتاب سُرخ

فرقت مین یاد وہ رُخِ گلگون جو آگیا
خون روئے اسقدر کہ ہوا فرشِ خواب سُرخ

قاصد سمجھ گیا مین یہ ایسا ہی قتل کا
شنجرف سے لکھا مجھے اُسنے جواب سُرخ

چھوئے جو اپنے دستِ نگارین سے وہ نگا
یاقوت کیطرح سے ہو دُرِّ خوشاب سُرخ

چھنتا ہے نورِ عارضِ گلگون سے اسقدر
ہو جاتی ہے سفید بھی اُسکی نقاب سُرخ

اُبھرا جو اُس نگار کا جوبن شباب مین
دریائے حسن مین نظر آئے حباب سُرخ

صورتِ آئینہ اے دل تا کجا دیدارِ رخ
خاک چھان اب کوچۂ گیسو مین شانے کی طرح
دردِ دل دل تو وہ عاشق کا سنتے ہی نہین
اور جو سنتے ہین تو سنتے ہین فسانے کی طرح
ناوکِ اندازِ نگہ اچھی نہین یہ تاک جھانک
اڑ نہ جائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح
بادہ خوار و تمکو کیا خورشیدِ محشر کا ہی خوف
چھا رہا ہے ابرِ رحمت شامیانے کی طرح
جب کبھی آتا ہے دل مین تیری چوٹی کا خیال
چوٹ پڑتی ہی جگر پر تازیانے کی طرح
چشمِ فتان اُنسے کہتی ہے اگر ارشاد ہو
ہم بھی کچھ نیرنگ دکھلائین زمانے کی طرح
ایکبار اے برق تکلیف اور کر جھگڑا مٹے
پھونک دے مجکو بھی میرے آشیانے کی طرح
تم تو آتے ہی قیامت کرتے ہو صاحب بیا
دل مین آتے ہو تو آؤ گھر مین آنے کی طرح
ہی جنون اب وہ ہی کھلا کوئی عالم وسیع
تنگ ہی مجھپر یہ عالم قید خانے کی طرح
رسے کعبے کے نہین اُٹھتا سر اپنا اس لیے
اسمین بھی کچھ کچھ ہی تیرے آستانے کی طرح
چار دن کو کیسی طرحِ آشیان اے عندلیب
ڈالیون پر کاٹ دین دن آشیانے کی طرح
وکمان ابرو ادھر بھی سرسری کوئی نگاہ
تیر کے مشتاق ہم بھی ہین نشانے کی طرح
ل کو آجاتا ہے یاد سوزنِ مژگان سے چین
زخم مین اچھی ہے یہ ٹانکے لگانے کی طرح

کتنے بیدرد اس زمانے کے اطبا ہین امیر
حال بیمارون کا سنتے ہین فسانے کی طرح

جس دن وہ رشکِ مہر مجھے منھ دکھائے صبح
تا روزِ حشر شام نہو اے خدائے صبح
پیرِ مغان کی بزم مین بخت سیہ کہان
جنت مین جیسے شام نہین ہی سوائے صبح
ہنگامہ میکشی کا مناسب ہے گرم ہو
کیا سرد سرد چلتی ہی ساقی ہوائے صبح
ایسا کیا ہے چرخ نے کوتاہ روزِ وصل
کیا دور ہے جو شام ہو پیدا بجائے صبح
اہل جہان بخیل ہین ممسک ہین نحس ہین
اللہ رے زشت نہ انکا دکھائے صبح
ایسا شبِ فراق کیا ہم نے انتظا
آنکھین سفید ہو گئین اپنی برائے صبح

زینتِ محفل ارباب سخن تھا مین امیر
نہ رہی رونق بزم شعرا میرے بعد

موت پھر جاتی ہو آنکھون مین اگر آتی ہو نیند
رات بھر مردے ہی مرنے مجکو دکھلاتی ہو نیند

ہجر مین مجھ تک جو آتی ہو تو گھبراتی ہے نیند
مانگ کر پلکون کے پر آنکھون سے اُڑ جاتی ہو نیند

دیکھتا ہون اُنکی پلکون کو جو آجاتی ہو نیند
جانکر دیوانہ مجھ سے تنکے چنواتی ہو نیند

ہجر کی شب ایک تو یون ہین نہین آتی ہو نیند
اور بک بک سے ترے ناصح اُڑی جاتی ہو نیند

درد دل کہتا ہون مین جب رات کو کہتے ہین وہ
ختم کیجئے یہ کہانی اب ہمین آتی ہو نیند

تیرے جگنو کا اگر آنکھونکو بندھتا ہو خیال
کرمک شب تاب بنکر صاف اُڑجاتی ہو نیند

ایکدم کو تو کرم فرما اگر ہو ہجر مین
ای اجل دیکھون تو پھر کیونکر نہین آتی ہو نیند

جاگتے مین جو فرشتونکو نہین آتا نظر
وہ تماشا خواب مین انسانکو دکھلاتی ہو نیند

جانتے ہو بند کیون ہوتی ہین آنکھین وقت خواب
ہمنشین چشم پوشی تمکو سکھلاتی ہے نیند

لیٹتا ہون روز یہ کہکر مین مشتاق جمال
آج دیکھون سیر کیا کیا مجکو دکھلاتی ہو نیند

غفلت پیری ہو اب بھی نوجوانی تک سے تنگ
رات [illegible] ویسے آجاتی ہو نیند

غافلونکو اور غافل میری صحبت نے کیا
آگئی غفلت کو غفلت نیند کو آتی ہے نیند

ڈرتی ہو میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوئے
موت کو ہمراہ لے لیتی ہو تب آتی ہو نیند

خواب مین ہر شب نظر آتے ہین کیا کیا ماہرو
اختر طالع کو میرے روز چمکاتی ہو نیند

چشم وا ہی شام سے ہر چند در وا نے کیطرح
یہ ہجوم رنج ہو آنے نہین پاتی ہے نیند

عین غفلت مین ہین خوش سطرح یہ اہل جہان
جیسے ہنس پڑتے ہین لڑکونکو جو آجاتی ہو نیند

سخت جان ہون ہجر مین پڑتی ہی گر تیغ اجل
یون اچٹ جاتی ہو وہ جیسے اچٹ جاتی ہی نیند

پوچھ کیا محفل مین اُسکی جا کے سو جاتے ہین پانون
نرم بستر پا کے کیسے پانون پھیلاتی ہو نیند

ہجر مین آرام کیسا ہم بھی شب بیدار ہین
کام کیا راحت کا کیون تکلیف فرماتی ہو نیند

پرتو سے تیرے شان جمال و جلال کے
ہے روئے مہ سفید رخ آفتاب سرخ

مخمور آنکھین یہ نہین ساقی کی میکشو
بلّور کی پیالیون مین ہے شراب سرخ

خونریزیان ٹپکتی ہین قاتل کی وضع سے
جوڑا گلے مین سرخ کمر مین ہو ڈاب سرخ

مہندی لگا کے ہاتھ جو دھوئے وہ گلبدن
پانی ہو کیون نہ طشت مین مثل شہاب سرخ

مطلب نہین امیر کو حور و قصور سے
ساقی ہو سبزہ رنگ الٰہی شراب سرخ

ردیف دال مہملہ

کون اُٹھائے گا تمھاری یہ جفا میرے بعد
یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد

ہون وہ نالان کہ ہے اتنے لیے مرنیکی خوشی
چین سے سوئیگی سب خلق خدا میرے بعد

جتنا جی چاہے بلاؤن مین پھنسا لو مجھ کو
کوئی پاؤگے نہ مشتاق بلا میرے بعد

ہے وصیت مری مرقد پہ یہ لکھدین احباب
کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

شکر ہے کچھ تو محبت مین ہوا رنگِ اثر
تین دن اُسنے لگائی نہ حنا میرے بعد

کون ماتم مین ہے یون دل کا جلانیوالا
گل ہوئی شمعِ مزارِ شہدا میرے بعد

ضعف مین ہو تن مجنون بھی مہ نو لیکن
ہے وہ عالم مین تو انگشت نما میرے بعد

مر گیا ہون مین صنم تیری فراموشی پر
یاد کرنا نہ مجھے بہر خدا میرے بعد

تھا وہ بلبل کہ جگر مین مرے کانٹا کھٹکا
چمنِ حسن مین جو پھول کھلا میرے بعد

خون مرا کر کے بہت ہاتھ ملے قاتل نے
نہ جما پر نہ جما رنگِ حنا میرے بعد

تھی مرے دم سے فقط اُسکے ستم کی تیزی
نہ رہے جوہر شمشیر جفا میرے بعد

میرے مرتے ہی ملا خاک مین اوج جنون
دشت مین کوئی بگولا نہ اُٹھا میرے بعد

نگہ ناز سے مارا نہ کسی کو اُس نے
یار سے کھنچ نہ سکی تیغ ادا میرے بعد

خوش خطون نے نہ کسی کو بھی کیا زیر و زبر
یک قلم چھوٹ گئی مشق جفا میرے بعد

سر پھر گیا کسی کی پلک یاد آگئی
دیکھا کبھی بھنور کو جو چکر مین خس کے گرد
عالم تمام بحث عقول عشر مین ہے
کیا سیر ہے کہ ایک زمانہ ہی دس کے گرد
سوداے زلف مین مین عزیز جہان ہوا
کیا مزہ ملا کہ پھرا سانپ ڈس کے گرد

حسرت ہی دید گنبد مولا کی اے امیر
آنکھونکی پتلیان ہون تصدق کلس کے گرد

پہونچا نہین کوے بت دلخواہ مین قاصد
کیا جانے کہان بیٹھ رہا راہ مین قاصد
اک چاند کے ٹکڑے کو لکھا مین نے خط شوق
لیجا مرے نامے کو شب ماہ مین قا
مکتوب مین اُس چاہ زنخدان کی ہے تعریف
ڈر ہے نہ کہین ڈوب مرے چاہ مین قاصد
س بت نے نکالا تھا اگر مجھ تک آتا
کیون بیٹھ رہا خانۂ اللہ مین قاصد
کیسا چمن کوچۂ جانان مین گیا جلد
ٹھہرا نہ کہین مثل صبا راہ مین قاصد
لیکر خبر یار پھرے جلد الٰہی
بھیجا ہے بڑے صدمۂ جانکاہ مین قاصد
خط لیکے گیا ہے کئی گذرے ہین مہینے
آتا ہے ادھر دیکھیے کس ماہ مین قاصد
خط اُس نے لکھا سچ ہے یہ کہتا تو قسم کو
چل حضرت عباس کی درگاہ مین قاصد
ڈھیلی ہے کمر کس کے ذرا باندھ دو پارہ
گر جائے نہ خط کھل کے کہین راہ مین قاصد
خط پڑھتے ہی ہوتے وہ ادھر آپ روانہ
ہوتا جو اثر کچھ بھی مری آہ مین قاصد

بھیجا تھا امیر اُسکو تو اُس بت کی گلی مین
سیدھا گیا اللہ کی درگاہ مین قاصد

ردیف دال مہملہ

خنجر قاتل نکر اتنا روانی پر گھمنڈ
سخت کم ظرفی ہی اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ
صورت پروانہ کر سوز نہانی پر گھمنڈ

ہجر جانان مین جو سو غمزون سے آتی ہی امیر
خفتگانِ خاک کی صورت سُلا جاتی ہی نیند

چشم موسیٰ کو ہے برق سرِ طور پسند
ہمکو اُس چہرۂ پر نور کا ہے نور پسند

جتنے میوے چمنِ دہر مین ہین اُن سب مین
تیرے مجروح کو ہے زخم کا انگور پسند

شکل ملتی ہی تری زلفِ سیہ سے کچھ کچھ
کیون نہو ہمکو سوادِ شبِ دیجور پسند

اور نغمون سے نہین بزم جہان مین کچھ کام
اپنے کانونکو تو ہے نغمۂ منصور پسند

کاش جرّاح چھڑک دے کہین تھوڑا سا نمک
میرے زخمونکو نہین مرہم کافور پسند

تیری تعریف کے ہین کان ہمارے مشتاق
ذکر لیلیٰ کا نہ شیرین کا ہے مذکور پسند

تیرہ دل چاہین کیون سارے جہانمین اندھیر
شپّرہ کو ہے سوادِ شبِ دیجور پسند

ہون مین شاعر ہی مجھے شعر سے رغبت ایسی
جس طرح مست کو ہو بادۂ انگور پسند

کیون کہی بات جو کہنے کی سزاوار نہ تھی
خود ہوا دار پہ رہنا تجھے منصور پسند

اک نظر میرے دلِ صاف کو دیکھے جو کبھی
آئنے کو نہ کرے وہ بُتِ مغرور پسند

کاٹ کر راہ مرے گھر کی چلے اور طرف
یہ طریقہ نہین مجکو کسی دستور پسند

تنگ آیا ہون بہت اہلِ وطن سے مین امیر
کیون نہو دلکو وطن سے سفرِ دور پسند

آفت ہے یون جہانمین اہلِ ہوس کے گرد
ہو عنکبوت گھات مین جیسے مگس کے گرد

پھولونکا ڈھیر روز لگاتے ہین گلفروش
رہتا ہے پھول والونکا میلا قفس کے گرد

گھیرے ہین درد و غمِ دلِ نالانکو عشق مین
یہ قافلے کا قافلہ ہے اس جرس کے گرد

ساقی وہ بادہ خوار مِلامت پسند ہون
ساغر بکف پھرا ہون مین برسون عسس کے گرد

گھیرے ہین تیغ یار کو ایذا کشانِ عشق
مظلومونکا ہجوم ہے فریادرس کے گرد

نزدانِ سر ہین لُقتِ لب کا یہ حکم ہے
بیمار بن کے پھریے مسیحا نفس کے گرد

دونون نے نہ دردِ دل مٹایا
گنڈے کا ہے رشتہ دار تعویذ

کیا نادِ علیؑ مین بھی اثر ہے
چارون ٹکڑے ہین چار تعویذ

ڈرتا ہون نہ صبح ہو شبِ وصل
ہے مہر وہ زرنگار تعویذ

ہمکو بھی ہو کچھ امیدِ تسکین
کھوئے جو تپِ خمار تعویذ

پتّان کو جڑ ہماری پہونچی
گاڑا تہِ پاے یار تعویذ

حاجت نہین اُنکو نورتن کی
بازو پہ ہین پانچ چار تعویذ

کھٹکے وہ نہ آئے فاتحے کو
دیکھا جو سرِ مزار تعویذ

پی جائینگے گھول کر کسے آپ
ہے نقش نہ خاکسار تعویذ

اے ترک ٹلین بلائین سر سے
اک تیغ کا خط ہزار تعویذ

ڈر ہے تمہین کنکنون سے لازم
لایا تو ہے سادہ کار تعویذ

اکسیر کا نسخہ اسکو سمجھون
ڈھوے جو ترا غبار تعویذ

مجمع ہے امیر کی لحد پر
میلے کا ہے اشتہار تعویذ

چوٹی مین اگر ہے یار تعویذ
لا میرے ہی سر سے مار تعویذ

یان حبّ کے تو پانچ چار تعویذ
وان بغض کے ہین ہزار تعویذ

ہے مارِ سیاہ اُسکی چوٹی
مس سانپ کا زنگار تعویذ

گھر اُن کے گئے تو ہمنے گاڑے
چارون کونون مین چار تعویذ

لکھے مرے خون سے جو عامل
دکھلائے نئی بہار تعویذ

جاتی نہین ہجر کی تپِ ہمار
ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ

قاتل نے لکھا جو کوئی پُرزہ
سمجھا مین جگر فگار تعویذ

چاندی ہوئی اُسکی جب دیا حکم
سونے مین منڈھے سنار تعویذ

ہو اگر شمشیرِ قاتل کو روانی پر گھمنڈ
بسملون کو بھی ہی اپنی سخت جانی پر گھمنڈ

بار اُٹھانیکا ہی اُسکے حوصلہ ای جانِ زار
اب تلک تجھکو ہی زورِ ناتوانی پر گھمنڈ

نوبتِ شاہی سے آتی ہے صدا شام و سحر
اور کرے چار دن اس دارِ فانی پر گھمنڈ

دیکھ او نادان کہ پیری کا زمانہ ہی قریب
کیا لڑکپن ہے کہ کرتا ہی جوانی پر گھمنڈ

چار ہی نالے ہمارے سُن کے چپکی لگ گئی
تھا بہت بلبل کو اپنی خوش بیانی پر گھمنڈ

عفو کے قابل مرے اعمال کب ہین ای کریم
تیری رحمت پر ہی تیری مہربانی پر گھمنڈ

شمع محفل شامت آئی ہی تری خاموش ہو
دل جلونکے سامنے آتش بیانی پر گھمنڈ

طبع شاعر کے زورون پر کرے کیونکر نہ ناز
سب کو ہوتا ہے جوانی مین جوانی پر گھمنڈ

چار موجون مین ہماری چشمِ تر کے رہ گیا
ابرِ نیسان کو یہی تھا دُر فشانی پر گھمنڈ

دیکھنے والونکی آنکھین آپنے دیکھین نہین
حق بجانب ہی اگر ہے لن ترانی پر گھمنڈ

عاشق و معشوق اپنے اپنے عالم مین ہین مست
وان نزاکت پر تو یان ہی ناتوانی پر گھمنڈ

تو بھی کلمہ ترا پڑھوا کے چھوڑون ای صنم
زاہدونکو ہے بہت تسبیح خوانی پر گھمنڈ

سبزۂ خط جلد یارب رُخ پر اُسکے ہو نمود
خضر کو ہے اپنی عمرِ جاودانی پر گھمنڈ

گور مین کہتی ہی عبرت قیصر و فغفور سے
کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ

ہے یہی تاثیر آبِ خنجرِ جلاد مین
چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ

حال پر اجداد آبا کے تفاخر کیا امیر
ہین وہ نادان جنکو ہے قصے کہانی پر گھمنڈ

ردیف دال مہملہ

کیا روکے قضا کے وار تعویذ
قلعہ ہے نہ کچھ حصار تعویذ

چوٹی مین ہے مشکبار تعویذ
یا فتنۂ روزگار تعویذ

خبر تجکو نہین ہو ای سگِ جانان تعجب ہے
سگِ اصحاب کہف آیا ہماری لاش کے اوپر
پڑا خط بھی تو میرے تن پہ میری سخت جانی سے
تفاخر تھا بہت قاتل کو اپنے زور بازو پر
امیر انجام کا کب دھیان رہتا ہے محبت مین
مسلمان ہو کے ہم عاشق ہوئے اک طفل ہندو پر

فقط کہتا نہین ہین شعر اُس پر
رباعی اک نئی ہوتی ہے موزون چار ابرو پر
نہین خالِ سیہ جو ہے نمایان اُسکے ابرو پر
نشیمن زاغ نے آکر بنایا شاخ آہو پر
وہ شاہِ حُسن تل بیٹھے تو یہ اوجِ شرف بخشے
کہ صدقے ہو ہما پھر پھر کے شاہین ترازو پر
مرض مین اُسکے گھر جا کر عیادت کا مزہ اُٹھا
دعا ہمنے پڑھی جب ہاتھ رکھکر اُسکے بازو پر
مُعطّر مغزِ جان تک ہو جو میرے داغ دل سونگھین
چمن مین مست ہین کیا بُلبُلین پھولونکی خوشبو پر
سلام اُس ترک کا لینا ہے ایما قتل کا شاید
کہ رکھتا ہے وہ پیشانی کے بدلے ہاتھ ابرو پر
ہوا مین سینہ زن فرقت مین سینہ کرکے یاد اُسکا
خیال آیا جو زانو کا تو مارا ہاتھ زانو پر
وحشت ہی مجکو وحشیونسے اُنس ہے ایسا
کہ آنکھین دشت مین ملتا ہون نقشِ پائے آہو پر
خیالِ ناوکِ مژگان نے یہ سوراخ ڈالے ہین
کہ تودے کا گمان ہوتا ہے مجکو اپنے پہلو پر
گرے تھے نہر گلشن مین کبھی دو اشک گرم اپنے
حباب انکو نہ سمجھو ہین یہ تبخالے لبِ جُو پر
نہایت تنگ ہے قاتل ہماری سخت جانی سے
کہ تن پر خط نہین پڑتا کوئی اُس دست و بازو پر
کیا دلکو جلاکر خاک اپنی بنی وسمہ
بڑی مشکل سے پایا قبضہ اُسکی تیغ ابرو پر
ملے بازو اگر اُس ترک نے دستِ حنائی سے
جمایا طائرِ رنگِ حنا نے رنگ بازو پر
بہت کرتا تھا رم جب سامنے آیا وہ صید افگن
نہ سوجھا کچھ پڑے حیرت کے پردے چشمِ آہو پر
صدف کی کیا حقیقت ہے اگر ہمین نہو گوہر
نہ کیونکر آبرو ہو آنکھ کی موقوف آنسو پر
پسِ مُردن یہ بخشی ہمکو رفعت بیقراری نے
چھپے ہم خاک کے نیچے گئے افلاک کے اوپر
بڑھا جاتا ہے تجھے دیکھکر سوئے ناقہ لیلی
سوار ای قیس تو بھی کیون نہین ہوتا ہی آہو پر

ہو ایک سپر نہ تیغ غم کی
ہیکل مین جو ہون ہزار تعویذ

لو تار نظر مری اگر ہے
ڈورے کا امید وار تعویذ

کیون رشک سے دل جلے نہ میرا
ہو اُس سے جو ہمکنار تعویذ

چوٹی نے ترے جو سر چڑھایا
ہے صاحب افتخار تعویذ

بازو سے صنم کہان کہان تو
اللہ رے ترا وقار تعویذ

اللہ رے امیر سوز فرقت
جل جاتا ہے برق وار تعویذ

ردیف رائے مہملہ

دلِ پُر داغ کا مسکن نہین ہی اُسکے گیسو پر
اُگا ہے پھول لالے کا یہ گویا شاخِ شبّو پر

ہجوم ایسا ہوا گلشن مین اُسکے قدِ دلجو پر
گرے سرو لبِ جو ٹوٹ کر سرِ لبِ جو پر

الٰہی شکر رتبہ میرے خطِ شوق نے پایا
عوض تعویذ کے باندھا ہی اُسنے اپنے بازو پر

کہان جاتا ہی اپنی فکر سے اُس چشم کا مضمون
یقین ہی صید ہو ڈالا ہی گھوڑا ہمنے آہو پر

سنبھل سکتا نہین ہی سر دفورِ ناتوانی سے
اگر تکیے سے اُٹھتا ہی تو آرہتا ہے زانو پر

اُمیدِ قتل ترکِ چشم سے کچھ کچھ تو پڑتی ہے
بڑھا کر دستِ مژگان رکھدیا ہی تیغِ ابرو پر

یہ شوقِ قتل تھا ہمکو کہ مقتل مین گلا رگڑا
کبھی شمشیر کے نیچے کبھی شمشیر کے اوپر

پرستش سے بتِ پندار کی انکو ہی کب فرصت
مسلمان کیا سمجھکر طعنہ زن ہوتے ہین ہندو پر

مرے رونے نے فرقت مین ہُلایا ایک عالم کو
بہائے ابر نے دریا مرے ایک ایک آنسو پر

چمک جاتا ہی دردِ دل زیادہ ہجرِ ساقی مین
اگر برسات مین شب کو نظر پڑتی ہی جگنو پر

اگر رخصت ہی ہو مدِ نظر اتنا ٹھہر جاؤ
کہ اپنے داغِ دل کی اشرفی باندھین بازو پر

درِ جانان پہ مطلب تھا یہ میرا لغزشِ پا سے
کہ اس حیلے سے رکھدون ہاتھ در کے بازو پر

یہی سوز دل ہے تو محشر مین جل کر
جہنم اُگل دیگا مجھکو نکل کر

پڑی مجھ پہ ادبھی وہ تلوار چل کر
گئی کس طرف موت کمبخت ٹل کر

نہ وحدت سے مطلب نہ کثرت سے مطلب
نہ گھٹ کر رہون قطرہ نہ دریا اُبل کر

تری بات بھی تیر ہے ناوک افگن
گڑی ہی میرے دل مین زبان سے نکل کر

جو شام شب ہجر دیکھی تو سمجھے
قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر

جہان مین نہ کی قدر غم جب کسی نے
پشیمان ہوا میرے دل سے نکل کر

رخ اُس بت کا شاید نکلتا ہے پتھر
کہ قدمون پہ گرتی ہین نظرین پھسل کر

جلا تھا مرا دل جو پروانہ آسا
کہا مین نے بھی شمع اُن کو جل کر

جلانے کو دل داغ سینہ ہے حاضر
مگر تو ہی لے داغ پہلے پہل کر

جو کھینچے گا بھی تیر سینے سے ظالم
تو پیکان سے لیجائیگا دل بدل کر

اُنھین آتے دیکھا تو دوڑین نگاہین
گئین آنکھین اُن سے بھی آگے نکل کر

یہ میری طرف پاؤن محفل مین کیسے
ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر

عزیز اسقدر نقد جان کیون ہو اے دل
خدا دے جو ہمت تو نذرا چل کر

بشر کیون نہو بیوطن ہو کے مضطر
تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر

وہ بسمل ہون جب ہاتھ قاتل نے کھینچا
گلے پر مرے گر پڑی تیغ اُگل کر

مرا دل بھی آئینۂ انجمن ہے
دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر

قدم جب خوشی نے در دل پہ رکھا
صدا غم نے دی دیکھے ظالم سنبھل کر

امیر اہل مسجد سے اظہار تقوی
ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

دکھائی ادا طرفہ ظالم نے چل کر
دوپٹہ گرا سر پہ شانے سے ڈھل کر

ارادہ ہے خود اُسنے پوچھون مین جل کر
یہ خط تم نے پھاڑا کہ قاصد نے جل کر

سہی قد یاد آتے ہین جو گلشن مین خرامان بھی
بھر آتی ہین امیر آنکھین مری قمری کی کوکو پر

کیا قصد جب کچھ کہون اُن کو جل کر
دبی بات ہونٹھون مین منھ سے نکل کر
گرا مین ضعیف اُٹھکے کوچے کو چل کر
زمین رحم کر تو ہی پہونچا دے ٹل کر
نئی سیر دیکھو سوے قاف چل کر
سر راہ بیٹھی ہین پریان نکل کر
اِدھر کی نہ ہو جائے دُنیا اُدھر کو
زمانے کو بدلو نہ آنکھین بدل کر
وہ کرتے ہین باتین عجب چکنی چکنی
یہ مطلب کہ جو پیٹ ہو کوئی پھسل کر
وہ مضطر ہون مین کیا مرے ساتھ گھٹون
تڑپتا ہے سایہ بھی کروٹ بدل کر
یہ کہتی ہے وہ زلف عمر خضر سے
کہ مجھ سے کہان جائیگی تو نکل کر
گلستان نہین ہے یہ بزم سخن ہے
کہو شاعرون سے کہ پھولین نہ پھل کر
غضب اوج پر ہے مری بیقراری
زمین آسمان بن گئی ہے اُچھل کر
پڑا تیر دل پر جو منھ تو نے پھیرا
نشانہ اُڑایا ہے کیا رُخ بدل کر
نہ آئینگے وہ آج کی شب بھی شاید
کہ تارے چھپے پھر فلک پر نکل کر
چلو وحشیو بزم گلزار سے مہکے
گل آئے ہین پوشاک مین عطر مل کر
چھپا کب بہت خاک ظالم نے ڈالی
شفق بنگیا خون میرا اُچھل کر
کمر بال سی ہے نہ لچکے یہ ڈر ہے
جوانی پہ اے ترک اتنا نہ بل کر
حضور اُنکے باتین جو کین ڈرتے ڈرتے
کھڑا ہو رہا دور مطلب نکل کر
چھپے حرف گیری سے سب عیب میرے
ہوئی پردہ ہر بات مین تہ نکل کر
نہ ہون لالہ سان سوختہ بخت میکش
کہ مے ہو گئی داغ ساغر مین جل کر

کہے شعر امیر اُس کمر کے ہزارون
مگر رہ گئے کتنے پہلو نکل کر

شبِ تار ہو جائے گا روز روشن
زمانے کو بدلو نہ آنکھین بدل کر

کرے وہ جو بندے کی اپنے حفاظت
تو یوسف جوان بھیڑیون مین ہو پل کر

ضعیفونکو ہے باعثِ زیست بستر
کہ مٹتا ہے عکس آئینے سے نکل کر

ذرا گرم نظرون سے دیکھے جو ساقی
ابھی مے سے پتلا ہو شیشہ پگھل کر

لگا رہنے دو در سے بیتاب دل کو
کہان جائے بازو سے مچھلی نکل کر

گرین گرم آنسو جو دریا مین میرے
صدف مین گہر پھر ہو قطرہ پگھل کر

عجب خاک تیرہ بھی ناگن ہے موذی
کہ بے غم ہے بچون کو اپنے نگل کر

مے گرم نے کر دیا گرم ساقی
صراحی پلا کوئی شورے سے جھل کر

یقین ہے کہ پھر جان ہی لین یہ موذی
جو بیٹھین کبھی مثلِ چیچک نکل کر

جو وہ اُٹھ چلے اہلِ محفل تو کیسے
پکڑے سپند اُسکا دامن اُچھل کر

رقیبون سے کیا راہ ہے ڈاکیون کو
کہ دیتے ہین مجھکو خط اُس کا بدل کر

وہ مجنون ہون شبکو جو صحرا مین بھٹکون
چراغِ سرِ راہ ہو گھانس جل کر

ابھی جان دیدون جو دے مجکو مٹی
غبار اُس ستمگر کے دل سے نکل کر

اُٹھا اے دل آنکھون سے اتنا نہ طوفان
کنوئین بیٹھ جاتے ہین اکثر اُبل کر

نظر چشم دل کو وہ بے پردہ آئے
جلایا جو پردون کو آنکھون نے جل کر

جھنکائی لحد گرخون کو فلک نے
پڑی کس شکنجے مین نازون سے پل کر

مرے آنسوؤن نے مجھے بخشوایا
بڑے کام آئے یہ لڑکے مچل کر

کہو میرا مرنا نہ اُس گلبدن سے
مٹا دے نہ رنگِ حنا ہاتھ مل کر

وہ لاغر تھا مین ہفت قلزم مین ڈوبا
گرا آنکھ سے ایک آنسو جو ڈھل کر

امیر آسمان بھی کھلاڑی ہے شاطر
دکھاتا ہے کیا کیا یہ نقشے بدل کر

جو برسات مین تا در یار پہونچے
بہانہ کیا خود گرے ہم پھسل کر
توقع ہے دھوکے مین آکر وہ پڑھ لین
کہ لکھا ہے نامہ اُنہین خط بدل کر
کہین محتسب چونک اُٹھے نہ غش سے
نہ جا بو سے میکدے سے نکل کر
یہ مہر و مہ و لالہ و گل نہ سمجھو
دکھاتے ہین جلوے وہ شکلین بدل کر
زمین پر نہین پانوٗن رکھتا ہی قاتل
کہو خون دامن پکڑ لے اُچھل کر
وہ نیرنگ پرواز ہے عمر انسان
دکھاتی ہے یہ تین شکلین بدل کر
نکالا جو پیر مغان نے تو غم کیا
بلائے گی پھر دختر رز مچل کر
کھنچے دل نہ کیونکر حسینونکی جانب
جو پارہ بھی دوڑے کنوئین سے نکل کر
دم فکر ہے دھیان کس خوبرو کا
کہ سانچے مین آتے ہین مضمون ڈھل کر
پڑا ہے جو بے آب چاہ زنخدان
ہوا کیا عرق تیرے رُخ سے نکل کر
نفس وار کی ایک جا آمد و شد
کہ مقصود اپنا ٹھکانا تھا چل کر
حسین کیون نہ جوش جوانی کو روئین
کہ جوبن مٹا اشک کی طرح ڈھل کر
وہ مقتل ہے تیرا کہ آتے ہین قاتل
جوان دوڑ کر گھٹنیون طفل چل کر
نہ جائے کبھی وار قاتل کا خالی
جگر دب رہے روک لے دل اُچھل کر
یہ خواہان ہے مثل نگین بے نشانی
نہ جائے کہین نام ہم سے نکل کر
مرے قتل سے وہ مکر کب ہے منکر
خطر کیا ہے بیٹھی ہے کیون ناف ٹل کر
یہی سوز غم ہے تو اشکون کی صورت
کسی روز بہ جائے گا دل پگھل کر

امیر اپنے تن کی بڑھی یہ حرارت
کہ جن ہو گئی خاک سائے سے جل کر

نہ جاتا تھا اُس تک کبوتر دہل کر
روانہ کیا روغن قاز مل کر
تھکے مدتون راہ مین جنگلے چل کر
وہ در تک بھی آئے نہ گھر سے نکل کر

ہی خوشی مجکو جو زندان سے رہائی کی تو یہ
تنگ ہے قید سے پائیگی رہائی زنجیر
تری باتون سے پریرو نہین نالان مین فقط
کھینچتی ہے مرے پانؤنکی دہائی زنجیر
دخلنے کی طرح وادی وحشت مین قبل
ہو گئی مجکو مری آبلہ پائی زنجیر
یادِ گیسو نے دکھایا ہے تماشا کیسا
شیشۂ دل مین ہمارے اُتر آئی زنجیر
ما پری کے گُل عارض کا مین دیوانہ تھا
پانؤن مین پھولی نہ سمائی زنجیر
دخانہ نظر آیا مجھے وحشت مین چمن
موج گل آئی تو سمجھا مین کہ آئی زنجیر
ای پری دستِ حنائی کا مین دیوانہ ہون
چاہیئے ہو مری گردن مین طلائی زنجیر
پانؤن پر اُنکے گری ہو کے پریشان کاکل
نے پری کو بھی پنھائی زنجیر
پنے ابرو کا وہ دیوانہ جو سمجھا مجکو
یار نے توڑ کرشمہ
لیچلے یون ترے وحشی کو قیامت مین ملک
ہتکڑی ہاتھو نہین پانؤن مین پنھائی زنجیر
ک حسین کا ہون مین دیوانہ تکلف ہی ضرور
نقرئی طوق ہے زیبا تو طلائی زنجیر
تیرا وحشی جو کبھی جانبِ صحرا گذرا
طوق گرداب نے موجون نے پنھائی زنجیر
ہر گھڑی نعل در آتش ہون جو ای آہنگر
آہنِ برق سے کیا تو نے بنائی زنجیر
ای جنون پانؤن ہین مجروح تو گردن مین خراش
طوق گلرنگ لہو سے ہے حنائی زنجیر

اپنے دیوانے کے مدفن پہ جو آیا وہ امیر
جا سے گل سایۂ گیسو سے چڑھائی زنجیر

تیغ قاتل بھی نہین چلتی کبھی مجھ زار پر
وائے بیرحمی کہ پانی بند ہے بیمار پر
جا بجا سبزہ نہین اے دل یہ قصرِ یار پر
بال کھولے پریان پھرتی ہین سرِ دیوار پر
ہون وہ وحشی جب قدم رکھا درِ دلدار پر
چڑھ گیا سایہ پری بنکر سرِ دیوار پر
جو رہفت افلاک ہین انسان کے جسم زار پر
بوجھ ان ساتون چھتونکا ہے اسی دیوار پر
یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہی بوسیدگی
ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

آستین سے جو ہوا دست ستمگر باہر
مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

ذرّے سے آ سکتے نہین میرے سیہ خانے مین
ماہ و خورشید چلے جلتے ہین باہر باہر

داغ اُلفت مرے دلمین کوئی چھپ سکتا ہے
شمع فانوس کا نور ایک ہے اندر باہر

غیر قاتل سے جُدا ہو نہین آتاہے یقین
ہوگا سگ کوچۂ قصّاب سے کیونکر باہر

کیا ہُوا خط کا جو اُس چاہ ذقن پر ہے ہجوم
مور روزن سے نکلتے ہین برابر باہر

شوق ہوتا جو نہ اُس چاہِ ذقن کا رہبر
کبھی ظلمات سے ہوتا نہ سکندر باہر

ایک گھر مین نہین رہ سکتے ہین یان دو انسان
حشر کو ہونگے ہر اک قبر سے سنتر باہر

ہو وہ دیوانہ جو رکھتا ہو نہین زندان مین قدم
غل یہ زنجیر مچاتی ہے کہ باہر باہر

مجمر چشم سے کیون دانۂ اشک آئے نہ تند
کہ سپند آگ سے آتا ہے چٹک کر باہر

ہون وہ جانباز مین آیا تیرے استقبال
تیر ترکش سے چلا میان سے خنجر باہر

چاہتا ہے کہ وہ بے پردہ ہو آنکھونکی حضور
اتنا جامے سے نہو کوئی کبوتر باہر

قاصدی کیا جو خط اُس تیر فگن کو مین لکھون
چاہ سے ڈر کے نہو کوئی کبوتر باہر

شیخ صاحب نے جو رندونکی سُنی ہے آمد
کیسے گھبرائے پڑے پھرتے ہین اندر باہر

بھون چڑھاتا ہے عبث جان بھی دی سر بھی دیا
کب ہوا تجھ سے مین اے تُرک ستمگر باہر

بادہ خوارون کا زمانے سے جُدا ہے عالم
بھٹیان ہوتی ہین آبادی سے اکثر باہر

روح سے قدر ہے اس پیکر خاکی کی امیر
کیا حقیقت ہے صدف کی جو ہو گوہر باہر

موج وحشت نے ہزارون کو پنھائی زنجیر
رنگ لائی تری گردنکی طلائی زنجیر

ہے ہمارے دل صد چاک کا حصّہ وہ زلف
شانہ ہو کون جو چھوتا ہے پرائی زنجیر

آج منّت ہوئی پوری ترے دیوانے کی
ملک الموت نے پانونکی بڑھائی زنجیر

اے جنون مان خدا کو نہ کڑی کر مجھپر
عرش ہل جائیگا مین نے جو ہلائی زنجیر

اوج دولت مین بھی کتنے شاد ہین کتنے حزین
لالہ داغی کبک دیکھے خندہ زن کہسار پر
ہو نہین وہ محروم راحت گر نہ پاؤن فرش خواب
گر پڑے دیوار بیٹھ کر سایۂ دیوار پر
ہے بلند و پست کی کب تیغ قاتل کو تمیز
سیل کی ہے چال یکسان راہِ ناہموار پر
ہون وہ طائر لذتِ غم کب ہوئی پوری نصیب
نوچنے مین رہ گئے صیاد سے دو چار پر
اس لیے تا دور ہی سے دیکھنے والے ہون مست
بوتلون کے ٹکڑے ہین میخانے کی دیوار پر
گر کے گلگشتِ چمن گھر کو چلا جسدم وہ گل
ابر کے بدلے اُداسی چھا گئی گلزار پر
ہے یہی باعث جو ہے رنگِ بدن طوطی کا سبز
زہر کھایا ہے تمھارے سبزۂ رُخسار پر
تیزۂ قاتل سرِ بسمل پہ خندان زخمِ تن
کیا اُگا ہے نخلِ ماتم قہقہہ دیوار پر
ای پری آتے سلیمان بھی عیادت کو اگر
سورۂ جن پڑھ کے دم کرتے ترے بیمار پر

تیز پڑتی ہے نظر اُس ترک کی تجھ پر اے اسیر
ٹل رہا ہے باز کیا گنجشک کے آزار پر

ہو اگر ناز سے وہ بزم مین رقصان جھک کر
چوم لے پاؤن ترے گوشۂ دامان جھک کر
مرتبہ بیش خدا ہوتا ہے اُتنا ہی بلند
جسقدر چلتا ہے انسان سے انسان جھک کر
خاکساران زمین کا ہے یہ شوقِ پابوس
رہ گئی ہے کمر گنبد گردان جھک کر
رفعتِ قصر تواضع سے اگر واقف ہون
آئین پھر خانۂ درویش مین سُلطان جھک کر
مین وہ عاشق ہون صفاکیش پریرویون کا
ہوتے ہین مجھ سے بغلگیر سُلیمان جھک کر
دیکھ پائے جو اس ٹھاٹھ سے تجکو اے ترک
لے قدم دوڑ کے رستم سرِ میدان جھک کر
تم وہ لیلیٰ ہو جو آئے تو برائے تسلیم
بید مجنون ہوے شمشادِ گلستان جھک کر
بیڑیان بھی جو کٹین ہون وہ اسیرِ لاغر
پانؤن مین میرے پھنسے طوق گریبان جھک کر
سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہے
پست دروازے سے آتا ہے خود انسان جھک کر
تو وہ گلرو ہے اگر باغ مین رکھتا ہے قدم
چُوم لیتی ہے قدم شاخِ گلستان جھک کر

ہو گئی گل کرکے میری شمع بالین کو صبا
کوئی او نادان روتا ہے سر بیمار پر

بے نقاب آؤ چمن مین تم تو ہر برگِ حنا
ہاتھ رکھدے بڑھ کے چشمِ نرگسِ بیمار پر

ہون وہ بلبل یہ کیا گلشن کو دو نغمون سے مست
دستِ گلچین پڑ گیا … خار پر

ر کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن مین با
دوڑ کر خود رکھدیا مین نے گلا تلوار پر

باغ سے پہونچا مین وحشی بے تکلف سوئے دشت
پاؤن بھی رکھا نہ شل بوے گل دیوار پر

می سے کپڑے زاہدانِ خشک کے کیا تر کیے
ے کے ہمنے آگ رکھدی جبّہ و دستار پر

وہ حسین ہی تو ہوا زندان مین جسدم جلوہ گر
ئے گئی تصویر یوسفؑ ہر طرف دیوار پر

بیٹھتے ہی … مٹھتے ہر پر چھا ابابیل ہما
جو کبوتر اُڑ کے آ بیٹھا ترِی دیوار پر

نہین ہوسکے یہ گلشن مین نمو
انگلیان اُٹھنے لگی ہین عندلیبِ زار پر

کی نظر قاتل نے جب میری طرف کی مین نے آہ
وار رو کے سیکڑون تلوار کے تلوار پر

زیر و بالا یہ کیا مرغانِ گلشن نے ہجوم
اور اک دیوار اُٹھی باغ کی دیوار پر

آنکھ اگر آئینۂ وحدت نما سے ہو دوچار
ہو یہ طوطی کا عالم سبزۂ زنگار پر

باغ سے باہر تو کیا جاؤنگا مین بے بال و پر
اڑ کے پہونچون بھی تو پہونچون باغ کی دیوار پر

شمع سان گریان ہو قاتل میرے بالین پر آسیر
موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

لٹتے ہین عشاق کیا کیا ابروے خمدار پر
روز یارون کے گلے کٹتے ہین اس تلوار پر

جلوہ گر ہے خود وہ اپنے طالبِ دیدار پر
ھوکے کی ٹٹی ہے پردہ یار کے رخسار پر

دیکھکر چھاے سراپا میرے جسمِ زار پر
کیسے جھنجھلائے وہ اپنے موتیونکے ہار پر

شان اُسکی ہو کوئی فارغ ہو کوئی زیر بار
چھت جو بنتی ہو تو کڑیان پڑتی ہین دیوار پر

سمجھے ہم پہونچی جو ابرو تک پلک اُس آنکھ کی
بارہا دیکھی رکھے اُنگلی تُرک نے تلوار پر

بند آنکھونکی دُکانین ہوگئین ہنگامِ مرگ
آخر شب کیا اُداسی چھاگئی بازار پر

غنچہ ساں مجھ دلا سر بگریباں ہوکر
رخ یار آئیگا آنکھون مین گلستان ہوکر
روحین کشتون کی گلے ملتی ہین شادان ہوکر
عید سے عید ہوئی یار پہ قربان ہوکر
پتلیان کب تری آنکھون مین ہین ای غیرت حور
دیکھنے آئی ہین پریان تجھے انسان ہوکر
عشق عارض مین مرے تار نظر چاہتے ہین
ہین قرآن مین شیرازۂ قرآن ہوکر
ناتوانی نے مری مجکو بنایا کانٹا
چشم مردم مین کھٹکتا ہون مین انسان ہوکر
ہوکے محمود مین ہون بندۂ فرمان ایاز
ناز پریون کے اُٹھاتا ہون سلیمان ہوکر
ابھی اترتا ہے حجاب انکو جو کچھ کہتا ہون
نیچی کر لیتے ہین آنکھین وہ پشیمان ہوکر
جلگیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا
آسیا رہ گئی انگشت بدندان ہوکر
ہو جدا تمسے تو کیا خاک رہے عاشق مین
جسم پیوند زمین ہوتا ہی بیجان ہوکر
ہون وہ وحشی مجھے نظرون سے گرائے جو جہان
چشم عالم مین پھرون خواب پریشان ہوکر
دل ملا خاک مین ایسا کہ ملا پھر نہ پتا
سیکڑون دانے اُگے خاک مین پنہان ہوکر
گل ہوا غنچہ تو آواز یہ اُس سے آئی
جمع پھر دل نہین ہوتا ہی پریشان ہوکر
کچھ اُٹھایا نہ تڑپنے کا مزہ تڑپا کر
جلد یا زخمون یہ قاتل [illegible] ہوکر
خون دل کوچۂ گیسوے سیہ مین جو بہے
جلوہ گر ہو شفق شام غریبان ہوکر
ہو تماشا جو مرے داغ چمن مین چمکین
جل اُٹھین شہپر طاؤس چراغان ہوکر
چاہتے ہین تری تلوار کے جوہر او ترک
دہن زخم مین جم بیٹھتے دندان ہوکر
باغ سے ہمکو نکالا تو ہماری آنکھین
رہ گئین رخنۂ دیوار گلستان ہوکر

موسم گل مین تقاضا ہے جنون کا یہ امیر
چاک ہو پیرہن زیست گریبان ہوکر

زار ایسا مین ہوا بادیہ پیما ہوکر
ذرہ چاہے تھکا دے مجھے صحرا ہوکر
اسقدر تھک گئے ہم بادیہ پیما ہوکر
کف پا اُٹھ نہ سکے نقش کف پا ہوکر

قد خم گشتہ پہ کس طرح نہ روئین انسان
سب سمجھتے ہین کہ گر جاتے ہین ایوان جھک کر
آئی پیری تو ملی خاک مین تعمیر حیات
چار دیوار عناصر ہوے ویران جھک کر
ہے یہ ایما کہ چلا چاہتے ہین زیر زمین
چلتے ہین موسم پیری مین جو انسان جھک کر
کہدو صیاد سے کیا ہاتھ بڑھانے سے ہے کام
خود وہ پائےگی تجھے شاخ گلستان جھک کر

یاد رکھ مصرعِ استاد یہ ہر وقت امیر
دوست دشمن سے ملے چاہیے انسان جھک کر

دل کو رہتی ہے جو یادِ روے جانان رات بھر
ہم بھی حافظ کیطرح پڑھتے ہین قرآن رات بھر
یادِ زلفِ یار مین جمعیتِ خاطر کہان
خواب آتے ہین نظر ہمکو پریشان رات بھر
ان دنون ہوتے ہین یون اپنے بسر لیل و نہار
یادِ رخ دن بھر خیالِ زلفِ پیچان رات بھر
کچھ شبِ فرقت نہ پوچھو حال اشک و آہ کا
برق چمکی صبح تک برسا ہی باران رات بھر
بندھ گیا ہے شام سے کس زلفِ افشان کا دھیان
جگنوؤن سے ہے مرے گھر مین چراغان رات بھر
باغبان چھپتا ہے مجھ گریان سے کیون چین بر جبین
مثلِ شبنم باغ مین ہون تیرے مہمان رات بھر
نیتِ بد ہے تو کارِ نیک سے حاصل ہے کیا
جاگتے ہین دزد بھی مثلِ نگہبان رات بھر
عالمِ افلاس مین کیا روشنی کی احتیاج
ہے چراغِ خانہ اپنا ماہِ تابان رات بھر
اور بیماری مین ہوتا ہے شریکِ درد کون
شمع رہتی ہے مرے بالین پہ گریان رات بھر
تیرے وحشی کی سواری کا ملا کچھ تو پتا
پھونکتے ہین مشعلین غولِ بیابان رات بھر
آتشِ شوق اور میرے قصہ خوانے تیز کی
کیون سنایا ذکرِ بلقیس و سلیمان رات بھر
کی عبادت صبح تک بھیجا کیے ہم بھی سلام
حکمِ حیدر تھی جو آوازِ نگہبان رات بھر
پوچھتے ہو کیا شبِ فرقت کی تاریکی کا حال
اپنی آنکھون سے رہے ہم آپ پنہان رات بھر
ذرہ و پروانہ آسا گردشِ ایام سے
ہین پریشان حال دن بھر ہم تو سوزان رات بھر

کشورون مین لکھ کے خط احباب کو بھیجے امیر
ایسے ایسے طے کیے خامے نے میدان رات بھر

دلِ شکستہ نے اُس بُت کے دلکو نرم کیا
کیا ہے ٹوٹ کے شیشے نے زور پتھر پر

بہ رنگِ سایہ رہا پائمال ساری عمر
مین جسکے پانون پڑا پانوٴن رکھدیا سر پر

لکھا جو خط مین سگِ یار کو سلام نیاز
ہما نے سایہ پرون سے کیا کبوتر پر

ہوائے بوسۂ لب ہی بہی تو مرگ کے بعد
حباب بن کے رہونگا مین آب کوثر پر

ازل سے طبع ملاحت پسند رکھتا ہون
چھڑک لیا تھا نمک مین نے شیر مادر پر

پھڑک رہا ہے مرا مرغِ روح اے قاتل
کہ جوہرون نے بچھایا ہے جال خنجر پر

وہ زار ہون کہ جو لیٹون تو شک یہ ہوتا ہے
پڑا ہوا ہے فقط رخت خواب بستر پر

نگہ کو دیتے ہین گردش جو آئنے مین یہ ترک
چھُری کو کرتے ہین در پردہ تیز پتھر پر

جو آبرو کا ہے خواہان تو خاکساری کر
یہ قول گرد دیتی ہے روے گوہر پر

صفِ مژہ کو بھی ہی تاک چشمِ ساقی کی
گرے ہین سیکڑون میخوار ایک ساغر پر

چلا ہے نامہ مرا لیکے نامہ بر یارب
ترے حبیبؐ کا سایہ مرے پیمبرؐ پر

سوال سے ہے یہ نفرت نہ ہاتھ اُٹھاؤن امیر
پڑھون جو فاتحہ مین تربتِ توانگر پر

وہ ناتوان ہون جو لیٹا کبھی مین بستر پر
گمان ہوا کہ شکن پڑ گئی ہی چادر پر

پھرینگے حشر مین کھولے ہوئے وہ زلف دراز
بڑی بلا تو پڑے گی یہ اہلِ محشر پر

کچھ اسمین شان نکلتی ہی تیرے مژگان کی
نثار سو رگِ جان ایک نوکِ نشتر پر

کیا عدو نے جو گیسوئے یار مین شانہ
ہوا یہ رشک کہ آرے چلے یہان سر پر

پیا تھا جوشِ جنون مین کبھی لہو میرا
وہی مزہ ہے ابھی تک زبانِ خنجر پر

ہوا تمکنِ اہلِ دول سے یہ ثابت
قدم ٹھہر نہین سکتے ہین آبِ گوہر پر

مین سخت جان وہ کرتا ہی سنگسار مجھے
خطر ہے ضرب نہ آجائے اُسکی پتھر پر

ملے جو خدمتِ آئینہ داریِ خوبان
تو لات مار دون مین دولتِ سکندر پر

ہم مریضون سے یہ اغماض مسیحا ہوکر
کیسے نادان بنے جاتے ہو دانا ہوکر

لذت درد سے جینے کا مزہ ملتا ہے
چھیڑتا کیون ہی مجھے زخم دل اچھا ہوکر

بعد مرنے کے بندھی ہی مرے نالون کی ہوا
گنبد قبر اُڑے کیون نہ بگولا ہوکر

سرو و گل سے تمھین تشبیہ مین کب دیتا ہون
لال آنکھین نہ کرو آگ بگولا ہوکر

یاد کس تُرک کی آئی کہ مرا زخم جگر
رہ گیا دیدۂ بسمل کی طرح وا ہوکر

ہالۂ ماہ کا دل شوق سے ایسا پھسلا
آرہا کان مین اُس مہر کے بالا ہوکر

اونچے اُڑتے ہین کبوتر تری ٹکر کے غضب
جا لگے چرخ سے کیا عقد ثریا ہوکر

حسرتِ دست حنائی مین ہم ایسا روئے
بہ گیا آنکھ سے دل خون تمنا ہوکر

دل حسینونکی محبت مین لگا ہے رہنے
غرق کردے نہ یہ قطرہ مجھے دریا ہوکر

دیکھ لے وہ جو کڑی آنکھ سے گلشن کیطرف
چھد ہر دانۂ انگور ہو مینا ہوکر

لیجئے مال امیرون سے فقیرونکے لیے
لوٹیے دولت دین طالبِ دُنیا ہوکر

آکے وحشت مین جو کہتا ہو نہین سہ جاتا ہے
ناز مجنونکے اُٹھاتا ہے وہ لیلےٰ ہوکر

بیدہن سنتے ہو تا قم سے جلاتا نہ پڑے
خوب دم دیتے ہو مُردونکو مسیحا ہوکر

نہ محبت نہ تلطف نہ عنایت نہ وفا
تم ہی کہدو کہ رہے پھر کوئی کسکا ہوکر

لیکے وہ تیر و کمان جاتے ہین جب بہرشکار
قاف سے آتے ہین جن آہوئے صحرا ہوکر

خرمن جان و جگر مزرع امید امیر
دل نے پھونکا شررِ آتش سودا ہوکر

کبھی تو بھول کے رکھے قدم مرے سر پر
پڑا ہون صورت نقش قدم ترے در پر

جو ذبح بھی ہو تو احسان نرکھ ستمگر پر
یہ ذکر خیر رہے گا زبانِ خنجر پر

وہ مست ہون کہ رگڑتا ہون سینہ خنجر پر
وہ شیشہ ہون کہ پٹکتا ہون سر کو پتھر پر

وہ مست جب کبھی گذرا ہے میکدے کیطرف
بہک کے دست سبو جا پڑا ہے ساغر پر

دریا بہاتی ہین مری آنکھون کی پتلیان
آئی ہی ٹھیک ان کے بدن پر قبائے ابر
ساقی ہین بادہ خوار ترے بادشاہ وقت
سر پر ہے ان کے سایۂ بال ہمائے ابر
سرسبز کیا ہو کشت وہ برگشتہ بخت ہون
بجلی گرے تڑپ کے جو مانگون دعائے ابر
مین ہجر یار مین نہ کرون نالے ای فلک
بلبل تو ہائے گل کہے طاؤس ہائے ابر
آئی خزان بہار گئی رنگ و بو کہان
چھائی ہے کیا چمن مین اداسی بجائے ابر
اک برق وش کی یاد مین رو رو کے مرگیا
کیونکر چڑھے نہ قبر پہ میری ردائے ابر
دل مین ہمارے آگ لگا کر فراق مین
پانی کو دوڑتے ہین عبث لکہ ہائے ابر
ہر دامن مژہ مین سمندر بھرے ہون جب
پھر کس طرح نظر مین ہماری سمائے ابر
خط اس طرح ہی روے کتابی یار پر
کاغذ پہ کاغذی کوئی جیسے اٹھائے ابر
بیجا ہے میرے دیدۂ گریان سے سامنا
کہدو کہ آبرو کو نہ اپنے مٹائے ابر
مجھ مست سے پھری ہوئی ہی یہ ہوائے باغ
شیشہ بھرون جو مے سے تو پتھر گرائے ابر
برسات مین بھی ہو اگر میکشی کا لطف
دامن مین زاہدون کے نہ دھبا لگائے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہے اسیر
ہان نیلگون ہی دوش ہوا پر ردائے ابر

ای بت لازم ہی چشم لطف دولت خواہ پر
بوسہ یا دشنام کچھ تو دو خدا کی راہ پر
جانور بھی ہوتے ہین اقبالمندون کے مطیع
سایہ کرتا ہے ہما شہپر سے فرق شاہ پر
پھنس گیا ہون دام مین صیاد کو ہی اختیار
اب گلا میرا دبائے خواہ کترلے خواہ پر
بیٹھنے دو پاس لین گے بوسۂ عارض نہ اب
شک اگر ہو مہر ہم کردین کلام اللہ پر
چہرۂ روشن سے تیرے کسطرح تشبیہ دین
چھائیان ہمکو نظر آتی ہین روے ماہ پر
کاسۂ دریوزہ آنکھونکو بناتا ہے عبث
چاہیے ہر وقت انسان کی نظر اللہ پر
کی مشقت ہو گئے ہم خاک جسکی راہ مین
ای فلک وہ آجتک آتا نہین ہی راہ پر

لیے ہین دفتر عصیان کو کاتب اعمال
مرے گناہون کی گٹھری ہی غیر کے سر پر

یہ مجکو حسرت دیدار یار تھی دم قتل
پس فنا نہ چڑھا خون بھی مرے سر پر

جو ایکدم کو بھی غرفے مین آپ آ بیٹھے
ہجوم خلق سے دیوار اٹھ گئی در پر

وہ ناتوان ہون نکالے جو گھر سے یار مجھے
چلون وہ چال کہ پہونچون نہ حشر تک در پر

ہجوم اشک سے دانتونکے عشق مین یہ کھلا
بندھا ہی موتیونکا پل یہ آب گوہر پر

وہ ناتوان ہون کہ آئے جو نیند کا جھوکا
تو اڑکے مثل پر کاہ جاؤن بستر پر

امیر ظلمت عصیان سے رہ گیا پردہ
ی روئے اہل محشر پر

سنا کسی سے جو نام دوائے درد جگر
تڑپ کے دل نے صدا دی کہ ہائے درد جگر

ضا جو عشق کی ہو ہر طرح ہو نہین راضی
گھٹائے درد جگر یا بڑھائے درد جگر

نہ کوئی دوڑنے والا نہ مہربان ہی طبیب
کہان سے آئے الٰہی دوائے درد جگر

زبان رک نہین سکتی ہی رنگ چہرہ ہی زرد
کہان تلک کوئی یارب چھپائے درد جگر

تڑپنے سے دل کے یہ ہوتا ہے اب مجھے ثابت
کہ جان جلئے یہ ہے انتہا

یا ہے قسمت بد نے عجب مرض مین مرض
کہ درد سینے مین بھی ہی سوائے درد جگر

ہوئی دوا بھی لکھے عالمون نے بھی تعویذ
ٹلی نہ سر سے ہمارے بلائے درد جگر

بھی دیکھا نہین کسیکی طرف
ہوا کہان سے یہ سینے بیٹھائے درد جگر

ہمارے دل کا وہی درد آمیر سمجھے
ہوا ہو عشق مین جو مبتلائے درد جگر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر
پر کھائے آگ کے ہین مجھے لگ لے ابر

بیکس وہ ہون کہ میری لحد پر جو آئے ابر
رو رو کے چادر آب روان کی چڑھائے ابر

مین نالہ درد آشنائے رعد
ہے کس کے غم مین گریہ بے انتہائے ابر

سارے عالم مین پھرے ہم نہ ملی امن کی جا
پہونچے جس شہر مین دیکھا کہ قضا ہے سر پر

واقعی کتنی ہے معشوقۂ دُنیا بے شرم
رُخ پر اُسکے ہی نہ برقع نہ ردا ہے سر پر

شمع سان سوزشِ غم سے نہین دُنیا کو نجات
کیا تکلف ہے اگر تاج طلا ہے سر پر

دُھوپ مین چل کے دکھایا ہی نیا تمنے فروغ
آفتابی ہے کہ دامانِ قبا ہے سر پر

روبرو اُسکے جھپکتی ہی مہ و مہر کی آنکھ
چاند سورج کی وہ چوٹی مین ضیا ہے سر پر

کہکشان چرخ پہ دیکھی تو یہ سمجھے شبِ ہجر
ترک کھینچے ہوئے شمشیرِ جفا ہے سر پر

سلطنت کو ترے درویش سمجھتے ہین وبال
سایۂ بالِ ہُما ابرِ بلا ہے سر پر

سُرخ ٹوپی نہین پہنی ہی مرے قاتل نے
خونِ ناحق کسی کشتے کا چڑھا ہے سر پر

حسبِ ارشادِ نبیؐ فقر حقیقت مین ہی فخر
ابرِ رحمت کہ گلیمِ فقرا ہے سر پر

دشت مین گرمیِ رفتار و بخارِ دل سے
بجلیان پانو کے نیچے ہین گھٹا ہے سر پر

حاملِ کوہِ غمِ ہجر ہون کیا راہ چلون
پانون اُٹھ سکتے نہین بوجھ بڑا ہے سر پر

کوئے جانان مین گرایا مجھے ای لغزشِ پا
بارک اللہ یہ احسان ترا ہے سر پر

میکشو پانون اُٹھائے ہوئے گلشن کو چلو
ساتھ چلتی ہے ہوا سرد گھٹا ہے سر پر

محتسب دل سے ہی شیشے کی پری کا دشمن
سخت دیوانہ ہے جن اُسکے چڑھا ہے سر پر

واعظِ شہر بھی رکھتا ہی کنھیا کا مکٹ
واہ عمامہ عجب جلوہ نما ہے سر پر

اہلِ دُنیا ہین غرض کے لیے دیندار امیر
وقت سوگند کے قرآن کی جا ہے سر پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار
ساتھ پیکان کے نکلجاتے ہین ارمان دو چار

ذکر اُس مصحفِ عارض کا بھی ہوتا ہے ضرور
جمع ہوتے ہین جہان حافظِ قرآن دو چار

ساکنانِ حرم و دیر کو ہم دیکھ آئے
رُخ کے حیران ہین تو گیسو کے پریشان دو چار

جب نکلتے ہین مکان سے وہ بدلکر کپڑے
چاک ہو جاتے ہین رستے مین گریبان دو چار

ؐ حدیث ہی الفقر فخری ۱۲ عبد الباری آسی

اُٹھ سکیگا کسطرح مجھ ناتوانسے کوہِ ہجر
ڈالتے ہو کوہ کا تم بوجھ برگِ کاہ پر
شکر ہے اتنا تو اُلفت نے کیا پیدا اثر
آہ کر اُٹھتا ہے وہ بیدرد میری آہ پر
ہو وہ شاہِ حُسن ہین افلاک بھی زیرِ نگین
سِکّہ بٹھلاؤ زرِ خورشید و سیمِ ماہ پر
دیکھتے کیا ہو دلِ نادان کو دیکھو رعد کو
کیا بڑی آواز ہے اس قامتِ کوتاہ پر
ہون وہ بیمارِ محبت مین جو جاہونگا علاج
چرخ سے اُترینگے عیسیٰ سقفِ بیت اللہ پر
ہے تفاوت بوریا و تخت مین تا زندگی
موت کا قابو برابر ہے گدا و شاہ پر
شکر ہے آئے بھی میرے گھر مین مہمان بھی ہوئے
یہ عنایت پر عنایت بندۂ درگاہ پر

دم مین مٹ جائینگے یہ مثلِ حباب اب اے امیر
ہین عبث مغرورِ منعم خیمہ و خرگاہ پر

کون وحشت کا ہو سلسلہ جنبان چل کر
آرہا جو مرے دامن مین گریبان چل کر
تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی
رہگیا چار قدم سوے بیابان چل کر
جمع عشاق ہین نکلو کہ گرے لاش پہ لاش
تیغ کی چال دکھاؤ سرِ میدان چل کر
ابر آیا ہے بہت بیٹھ چکے مسجد مین
کیجئے بادہ کشی آج گلستان چل کر
قصد اُس بزم کا کیجے کہ ملے بوسۂ لب
لیجیے مول کوئی لعلِ بدخشان چل کر
جانتا ہون کہ مجھے یاد دلاتا ہے وہ چال
چال مجھ سے نکراے کبکِ خرامان چل کر
باغ باغ اُسکی گلی مین ہے مرا غنچۂ دل
کیا کرون مین طرفِ روضۂ رضوان چل کر
سخت جان ایسے ہین عاشق کہ نکلتا نہین دم
پانی پانی ہے ترا خنجرِ بُرّان چل کر
تو خرامان ہو جو گلشن مین تو تیرے آگے
کبک و طاؤس کیونکر ہو پشیمان چل کر

دل بھر آتا ہے احباب کی فرقت مین امیر
رو دیئے خوب سرِ گورِ غریبان چل کر

طرّۂ دولت کا نشان زلفِ رسا ہے سر پہ
تو شۂ حُسن ہے یہ ظلِ ہما ہے سر پہ

جواب خط وہ اُدھر سے آیا کہ دل کیا اسی آمیز زخمی
ہوا کی صورت گیا کبوتر پھر اوہان سے خدنگ ہو کر

نہ کور باطن ہو ای برہمن ذرا تو چشم تمیز وا کر
خدا کا بندہ ہی تو بتونکو سجدہ خدا خدا کر خدا خدا کر

جو اُٹھکے پہلو سے انجمن مین وہ دور بیٹھے ہین مجھسے جاکر
تڑپ نے درد جگر کی دلکو پٹک دیا ہی اُٹھا اُٹھا کر

شرر سے کہدو کہ پست فطرت چھپا ہی کیون سنگ تو مین آکر
یہ کیا سمجھ پر پڑے ہین پتھر ارادۂ منزل فنا کر

قدم کو لغزش زبانکو لکنت ہی رعشہ ہاتھونکو سر کو جنبش
کدھر گئی ہائے نوجوانی ان آفتون مین ہمین پھنسا کر

جو آنکھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سحر کو سنسان سب سرا تھی
ہوا نہ ہمراہیون سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر

نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہین ہی کچھ اعتبار اسکا
کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

بسا ہی طوفان بے ثباتی رواروی مین ہین گرم موجین
ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہی حباب دریا مین گھر بنا کر

چمن ہی کشتونکا تیرے مدفن یہ لالہ و گل نہین شگفتہ
صبا نے گویا کہ تربتونپر چراغ روشن کئے ہین لاکر

نہین ہی کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغ ناز کس پر
مگر ترے قتل گہ مین لائین مسیح مُردے جلا جلا کر

اُسی کا ہی رنگ یاسمن مین اُسیکی بو نسترن مین
جو کھڑکے پتا بھی اس چمن مین خیال آوازِ آشنا کر

بلا ہی حرص و ہوائے دُنیا کہ جس سے چکر مین ہین سب انسان
کیا پریشان ان آندھیون نے تمام ذرونکو خاک اُڑا کر

جو آئنہ ہو تو ٹوٹ جائے جو آنکھ ہو وہ تو پھوٹ جائے
خدا نہ منھ غیر کا دکھائے فروغ عارض ترا دکھا کر

سخنورون سے معاملے مین سوائے ذلت حصول کیا ہے
چمن مین [illegible] جو چہکے بلبل تو ہنس پڑے پھول کھلکھلا کر

یہ کسکی تیغ جفا کا یارب ہر ایک لب پر ہی رعب غالب
ہلال کی ہی خمیدہ گردن سپہر چلتا ہی سر جھکا کر

شبیہ مد نظر ہی کسکی کہ کوئی پوری نہین اُترتی
مٹا دیے صانع ازل نے ہزارون نقشے بنا بنا کر

زمانہ ہی دل جلونکی محفل سپند سے کم نہین تو اے دل
کوئی تو ہنگامہ تو بھی غافل اس انجمن مین کبھی بپا کر

ہو بزم جانان مین حشر برپا تڑپ کا دل کے یہ تھا تقاضا
مگر بڑی مشکلون سے روکا ادب نے زانو دبا دبا کر

جواب رکھتی نہین ہین اپنا فسونگری مین تمہاری آنکھین
فریب دیتی ہین اک جہانکو نئے نئے شعبدے دکھا کر

ذرا سے کھٹکے نے نیند اُڑا دی کہ چوٹ پتھر پہ جب لگائی
صدا یہ گوش شرر مین آئی کہ خواب سنگین سے چشم وا کر

مجلسِ گور غریبان نہین رہتی خالی
روز آرہتے ہین اسمین نئے مہمان دو چار

جھانک کر روزنِ دیوار سے دیکھو تو ذرا
در پہ ہین خاک نشین بے سر و سامان دو چار

عاشقِ عارض و لب قید سے چھوٹے جسدم
گئے دس بیس حلب کو تو بدخشان دو چار

ہون وہ وحشی کہ ٹھہرتا نہین دل روز مرا
جب تلک طے نہین کرتا ہون بیابان دو چار

رُخ کے عشاق سے وابستۂ گیسو ہین سوا
لاکھون ہندو نظر آتے ہین مسلمان دو چار

ہون وہ بسملِ مرے زخمونکو مزہ درد کا ہے
نہ بھرے جی جو نہ خالی ہون نمکدان دو چار

امتحان مردمِ دنیا کا کیا ہم نے امیر
دیو خصلت جو ہزارون ہین تو انسان دو چار

تمھین کو جانا تمھین کو سمجھے تمام عالم سے تنگ ہو کر
دوئی کا وحدت مین دخل کیسا رہے ہمیشہ الگ ہو کر

ادا تو دیکھو کہ وقتِ زینت ہر ایک رویان بدل کے اُسکے
چبھا رگِ جان مین مثلِ نشتر جگر پہ بیٹھا خدنگ ہو کر

ٹھہر گیا ہے ہمارے دلمین ہزار منت سے دردِ اُلفت
مگر یہ ڈر ہے کہ اُٹھ نہ جائے مکان کی تنگی سے تنگ ہو کر

قدم جب اُسکے مکان مین رکھون نہین ہے ممکن کہ ہون نہ زخمی
لگائے اُڑ کر جو تنکے تجکو چھپر ترے ہر ایک رہ زن تفنگ ہو کر

جو سخت دل گردشون سے چھوٹے تو پہونچے اورونکو اُس سے ایذا
بدنکو زخمی کرے ہے مقر جُدا فلاخن سے سنگ ہو کر

عبورِ دریا مین ساتھ میرے ہے میری تقدیر کی بُرائی
بجا ہے کشتی پہ دانت پیسے جو اژدہ پشتِ نہنگ ہو کر

نہان تھا آنا کہ ہو نہ ظاہر عیان تھا جانا کہ سب ہون ماہر
وہ دلمین آئے اُمنگ ہو کر گئے تو چہرے کا رنگ ہو کر

بہت فرنگی بچونکی صحبت کا شوق اے حاجیو ہے ہمکو
حرم کو تم سیدھی راہ جاؤ ہم آرہین گے فرنگ ہو کر

کہان طبیعتِ جنون مین ہمسا ہے کوئی آماجگاہ آفت
چُبھا جو تلوے مین اپنے کانٹا وہ دل پہ بیٹھا خدنگ ہو کر

غضب ہے انسان ہم مصیبت کرے سوا نسل سے بیوفائی
کہ دیکھو چکی کے پاٹ کیسے بہم ہین گردش مین سنگ ہو کر

ہوئے تھے ہندو بچونکے عاشق شہید ہونگے کیا خبر تھی
نہ جانتے تھے کہ خون ہمارا اُڑیگا ہولی کا رنگ ہو کر

اثر نہ جائے کسی طرح سے مرے مقدر کی کوتہی کا
فلک جو قصرِ وسیع بھی دے وہ قبر بنجائے تنگ ہو کر

الگیا وہ موسم کشادگی کا کہ غنچہ ہوتا تھا ہاتھ مین گل
وہ فصل ہے اب کہ منہ مین گھونٹو تو پھول غنچہ ہو تنگ ہو کر

ثابت ہوا یہ گرم نگاہی سے یار کی
نکلی نہین ہی ہو کے وہ چتون حیا کے پاس
تلوار کے تو دور سے کتنے لگائے وار
جلاد کوئی ہاتھ چھری کا بھی آ کے پاس
سنبل کو چھیڑ کر جو پریشان کر دیا
کیا بوئے زلفِ یار بھی تھی کچھ صبا کے پاس
توفیق اِتنی دے مجھے افلاس مین خدا
حاجت نہ لیکے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس
اِنصاف کر کہ ہجر مین کیونکر مین جان دون
قاتل کہان ہین تیری ادائین قضا کے پاس
مجروح لاکھون جنبشِ مژگان سے ہو گئے
کیا کیا کٹاریان ہین تمھاری ادا کے پاس
مرنے کی آس بھی نہ رہی عاشقونکو اب
جب پوچھیے قضا کو ہے اُنکی ادا کے پاس
رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخانِ دہر
یارب ہے کس غضب کا فسون اُس حنا کے پاس
نظارہ چاہتے ہین ہم حُسن و عشق کا
آئینہ دیکھتے ہین وہ مجھکو بٹھا کے پاس
آتی قضا جو حسرتِ پابوس مین تو خیر
بنتا مزار کاش ترے نقشِ پا کے پاس
لٹکا کے مار رکھتی ہے عشاق کو ترے
لٹکا عجب یہ ہے تری زلفِ رسا کے پاس
پیچھے پڑا ہے افعی گیسو کے دل آصف
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

آئین پہن پہن کے نئے گلبدن لباس
یارب ہزار رنگ کے بدلے چمن لباس
کرتے ہو کیا لباس سے آرائشِ بدن
اِک روز فرشِ خاک ہی مسند کفن لباس
کیا کیا بتونکو دہر مین آراستہ کرے
اُترا ہوا جو پائے ترا برہمن لباس
پھاڑون مین اپنا جامۂ ہستی تو دے کفن
پہنائے یون لیا مجھے چرخِ کہن لباس
کہدو قریب آئی سواری بہار کی
پہنے نیا اُتارے پُرانا چمن لباس
زرِ کفن کا گور کی منزل مین خوف ہی
اس راہ مین بھی لوٹتے ہین راہزن لباس
ین قیمتِ مُشکِ خ
پائین ترا جو تاجرِ مُلکِ ختن لباس
یاد آئے مجھ غریب کی عریان تنی اگر
پہنین کبھی نہ بھُول کے اہلِ وطن لباس

کس شوق سے ملتا ہے گلے خنجرِ قاتل
ظالم کی کھنچاوٹ مین بھی ہین پیار کے انداز

جب چوکڑیان بھرتے ہوئے جاتے ہین آہو
یاد آتے ہین مجکو تری رفتار کے انداز

نصاف تو فرمایئے کیونکر مین اُٹھاؤن
ہر بار کے یہ ناز یہ ہر بار کے انداز

آنکھین تہِ خنجر بھی ہین دیدار کی طالب
دیکھو تو ذرا طالبِ دیدار کے انداز

ہر موج سے اک لغزشِ مستانہ ہے پیدا
ہین آبِ روان مین تری رفتار کے انداز

کن آنکھون سے دیکھون مین نزاکت رگِ گُل کی
پھرتے ہین نظر مین کمرِ یار کے انداز

عیسیٰ مین ترِی چال ترے ناز کہان ہین
ہان باتون مین البتہ ہین گفتار کے انداز

گھبرا کے مسیحا جو چلا ہے سوئے گلشن
اچھے نہین کچھ نرگسِ بیمار کے انداز

کہتی ہے امیر اُس سے اجل میرے سرہانے
اچھے نہین عیسیٰ ترے بیمار کے انداز

ہے یہ تیری کاکلِ پیچان دراز
عمرِ خضر ایسی کہان جانان دراز

ہر مصیبت مین رہی میری شریک
یا خدا عمرِ شبِ ہجران دراز

سینہ خالی رہ گیا دل لے گئی
کرکے دستِ ظلم وہ مژگان دراز

کیون نہ دعویٰ تیرے قامت سے کرے
قدِ صنوبر کا ہے اے جانان دراز

اہلِ دُنیا کی ہوس ہے اے امیر
شل ہوئے قیدیِ زندان دراز

ردیف سین مہملہ

جاتا ہون اِس لیے صنمِ بیوفا کے پاس
پہونچا جو اُسکے پاس وہ پہونچا خدا کے پاس

یون دل مرا ہے اُس صنمِ بیوفا کے پاس
جسطرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس

پہلو مین دل کے چاہیے تصویر یار کی
بتخانہ بھی بنے حرمِ کبریا کے پاس

بولا وہ بُت سرہانے مرے آ کے وقتِ نزع
فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس

محفل مین وہ زہرہ جبین گرد اُسکے سارے نازنین
گویا کہ ہین محفل نشین انجم مہ کامل کے پاس
کیا حُسن رُخ خال ہو جادو کی وہ تمثال ہے
چاہِ ذقن پر خال ہو زہرہ چہ بابل کے پاس
مرتا ہون خواب عیش پر بھولون نہ مین ان قتل اگر
پہونچے مقرر لوٹ کر سر زانوے قاتل کے پاس
سُن جو امیر ایدل کہے تا پھر نہ تو صدمے سہے
ناقص نہ پھر ناقص رہے بیٹھے اگر کامل کے پاس

ردیف شین معجمہ

رہی جو یونہین مرے پیک آہ کی گردش
دُہائی دیگی رسالت پناہ کی گردش
ازل مین کس نے دکھائی نگاہ کی گردش
کہ سارے خلق کو ہے ایک راہ کی گردش
کسی کا ساتھ زمانے مین کون دیتا ہے
پھرا جو سر تو نہ دیکھی کلاہ کی گردش
جو گرد باد کو دیکھا یقین ہوا دل کو
اسی طریق سے ہو چتر شاہ کی گردش
بجا ہے تیغ نگہ ہے جو آبدار اے ترک
کہ سان ہے تری چشم سیاہ کی گردش
ہزار بار ادھر کی اُدھر کرے دُنیا
فلک بنائیگا تیری نگاہ کی گردش
گلی گلی اسے چکر ہی اُسکو شہر بشہر
کہین فقیر سے افزون ہی شاہ کی گردش
پھنسین گے حشر مین فریادرس جو غافل ہین
بنے گی طوق گلو دادخواہ کی گردش
صفِ مژہ کو وہ دیتا ہی جنبش مردم
پسند شاہ کو ہے خود سپاہ کی گردش
تمھاری گرمی رفتار سے یہ بھڑکی آگ
بنی ہے شعلۂ جوّالہ راہ کی گردش
اُٹھاؤ پردۂ رُخ کب سے دوڑتے ہین غریب
کہین ٹھکانے لگے مہر و ماہ کی گردش
دھوئین اُڑائے زحل سے مقابلہ کرکے
بڑھی رہی مرے بخت سیاہ کی گردش
فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا مجکو
نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش
بنین گے نہ ورق چرخ پر دوائر داغ
رہی جو یوہین مرے کلک آہ کی گردش
وہ لالہ رو در گلشن سے جلکے پھر آیا
امیر طالع مردم گیاہ کی گردش

زیبا ہو خاک عشق کا جامہ رقیب کو
کیونکر خوش آئے مرد کا پہنے جو زن لباس

ہے عید گاہ مین بھی تماشائے بوستان
کیا لال لال پہنے ہین گل پیرہن لباس

عریان تنون پہ تیرے ہے اللہ کا کرم
گذری ہین مدتین نہین ہوتا کہن لباس

ہے ٹکڑے یادِ وطن مین دلِ امیر
کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس

بیتاب ہجر یار مین اپنا جگر ہے دل کے پاس
بسمل تڑپتا ہو کوئی جیسے کسی بسمل کے پاس

تعبیر ظاہر ہے کہ وہ جائین گے بزمِ غیر مین
دیکھا زحل کو خواب مین ہمنے مہِ کامل کے پاس

لیلی حسین تم نازنین وقتِ سفر اے مہ جبین
ناقہ ہو ناقہ کے قرین محمل ہے محمل کے پاس

ہون وہ گدا ہے مجمع گھر مین سے خلق خدا
گو یا کہ نقش بوریا ہے نقش حب عامل کے پاس

کیونکر نہو اُس رخ پہ خط چاہِ ذقن سے خوشنما
سرسبز رہتا ہے بہت جو کھیت ہو ساحل کے پاس

پیری مین باقی ہین کہان ہوش و خرد تاب و توان
لٹ گیا یہ کاروان پہونچے جو ہم منزل کے پاس

زاہد جو تنہائی مین تھا کچھ تجکو باتون کا مزہ
لازم تھا کنج انزوا میخوارونکی منزل کے پاس

نزدیک وصلِ دلربا دل کو تسلی ہے بجا
لنگر سفینے کو ہوا پہونچا اگر ساحل کے پاس

یہ فوجِ غم اگر رہی اکدم مین ساری لٹ گئی
جتنی متاعِ صبر تھی مجھ خستہ جانکے دل کے پاس

جسمین سما جائین گہر اُس چشم تر کے سربسر
دامن ہی دریا ہے چشم تر ایسا کہان ساحل کے پاس

بیمار ہجر یار ہون عیسیٰ سے مین بیزار ہون
دیوانہ ہشیار ہون جاتا ہون کب عاقل کے پاس

ناوک فگن شکرِ خدا سینہ ہدف تو نے کیا
پیکان تیرِ بیخطا مثلِ جگر ہے دل کے پاس

جبتک کہ ہے سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر
صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

آنکھین تری سفاک ہین خونریز ہین چالاک ہین
دو ساحر بیباک ہین بیٹھے ہین دونون تل کے پاس

کیا ذکر اہلِ سیم و زر سلطان گدا ہون بیشتر
وہ بھیک دینے کو آئین کبھی سائل کے پاس

دُنیا سے راحت دور ہے سرکش عیش مغرور ہے
تاجِ سرِ فغفور ہے کاسہ نہین سائل کے پاس

ہے میکشی کا دھیان عبادت کے وقت مین
مسجد مین بیٹھکر ہے خرابات کی تلاش
شہرے سے حسن کے ہوئے مشتاق یار ہم
سُنکر صفات ہمکو ہوئی ذات کی تلاش
ہم اور بوسئہ لبِ محبوب سبزہ رنگ
کرتا ہے کون پردۂ ظلمات کی تلاش

اے شیخ ہے امیر تو دیدار کا فقیر
سکو نہ کشف کی نہ کرامات کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

دل کو ہے زُلفِ سیہ فام کی حرص
ورنہ کس مُرغ کو ہے دام کی حرص
میری آنکھون کو مرے کانون کو
ہے ترے نامہ وپیغام کی حرص
ذوق دل مست مجھے رکھتا ہے
جم نہین ہون جو کرون جام کی حرص
باغ عالم مین ہے عنقا کی طرح
بے نشانی مین مجھے نام کی حرص
درد محبت مین مزہ
اس مرض مین نہین آرام کی حرص
نام محبوب رہے وردِ زبان
کام کی ہے تو یہ ہے کام کی حرص
نظر آجائے جو وہ مصحفِ رُخ
ہندؤن کو بھی ہو اسلام کی حرص
خرابی ہین ہم
کس کو ہے زیب در و بام کی حرص
خط کے لایا ہے وہان سے پُرزے
س پہ قاصد کو ہے پیغام کی حرص
بھی پختہ نہین وہ سیب ذقن
کیجئے کیا طمعِ خام کی حرص
خط نکلا رین پہ
ب نہ بوسے کی، نہ دشنام کی حرص
عشق نے
ننگ کی ہے نہ مجھے نام کی حرص
ہجر جانان مین نہانا کیسا
خاک مُردے کو ہو حمام کی حرص
خوش ہین ہم جامۂ عریانی مین
کس کو ہے جامۂ احرام کی حرص
پھول دیکھے ہین جو چوٹی مین ترے
عندلیبون کو ہے گلدام کی حرص

پھنسائیگی طلبِ عزّ و جاہ کی گردش
بنے گی حلقۂ زنجیر راہ کی گردش
نہین ہے چرخ پہ بیوجہ ماہ کی گردش
پھرا رہی ہے کسیکی نگاہ کی گردش
جو آئی حشر مین یاد اُس نگاہ کی گردش
زبان بھول گئی دادخواہ کی گردش
مکان یار مین تب دخل مہر نے پایا
جب اُسکے کوچے مین دو چار ماہ کی گردش
کسی کے ساتھ نہ سیدھا چلا یہ کجرفتار
زمانہ ہے کہ تمھاری نگاہ کی گردش
لگا کے سرمہ نظر اُس نے پھیر لی ہم سے
اثر دکھا گئی بختِ سیاہ کی گردش
کسی کے کوچۂ گیسو مین دل ہے سرگردان
گدا کے پانون ہین اور کوسے شاہ کی گردش
جو کچھ نصیب مین ہوا ہی ہو وہ ملتا ہے
پھرا ہے سر جو اُٹھاؤن مین راہ کی گردش
خدا کی شان کی نیرنگیان دکھاتی ہو
بتونکی چشم سفید و سیاہ کی گردش
یہ مین زمانہ ہو اندھیر میری آنکھون مین
فلک بناتی ہو کیون دود آہ کی گردش
تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے چکر
خدا دکھلائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش
[illegible]
مرے نصیب مین لکھی ہو راہ کی گردش
جنون مین ضعف سے یہ شکل بنگئی ہو امیر
لپٹ کے پانون سے روتی ہو راہ کی گردش

حیوان کو بھی ہو وصل کی اوقات کی تلاش
طاؤس کو ہمیشہ ہو برسات کی تلاش
یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھکے ہو
نادان ہو دیکے دل جو کرے ذات کی تلاش
بوسے کی آرزو ہو نہین مفلسی مین یون
جیسے گدا کو ہوتی ہو خیرات کی تلاش
پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو
بے عقل ہو جو دنکو کرے رات کی تلاش
بجز ذات بے نیاز کوئی یان غنی نہین
عالم کو ہے کسی نہ کسی بات کی تلاش
کب بھولتی ہو یاد خطِ و زلف یار انھین
دن رات عاشقونکو ہے آفات کی تلاش
حضرت کو گر نہین مری پروا تو غم نہین
بندے کو کب ہو قبلۂ حاجات کی تلاش

ہر ایک فصل مین مانند سرو ایک سے رنگ
بہار سے ہے نہ مطلب نہ کچھ خزان سے غرض
خیال ہے کہ جو برق آئے منفعل نہ پھرے
نہین کچھ اور خس و خار آشیان سے غرض
پتا مکان کا پوچھا تو اُسنے ہنس کے کہا
کہ آپ کون ہین کیا ہے مرے مکان سے غرض
جو تو ہو پاس تو ناصح کی کون سنتا ہے
شبِ وصال مین ہی کس کو قصہ خوان سے غرض
تمیز عشق و ہوس مین کہان وہ کم سن ہین
نہ جھوٹ سچ پہ نظر ہے نہ امتحان سے غرض
نہ پھولنے کی توقع یہان نہ پھلنے کی
نہال خشک ہون کیا مجکو باغبان سے غرض
زمین کوچۂ جانان مین دفن ہو جاؤن
اگر غرض ہی تو اتنی ہی آسمان سے غرض
ہجوم رشک سے جان عزیز کہتی ہے
وہ یوسفؑ اور تھے جنکو تھی کاروان سے غرض
حرم سے کام نہ مطلب ہی دیر سے ہم کو
سرِ نیاز کو ہے تیرے آستان سے غرض

کسے ہے فکر مضامین تازہ کی فرصت
امیر ہے مجھے شیرینی زبان سے غرض

جلائے دل عاشقون کے کیونکر نہ وقت نظارہ تاب عارض
وہ مہرو روشن ہی مہر محشر تو صبح محشر نقاب عارض
جو مسئلے یانکی بات پوچھو کہان ہے انکا جواب عارض
اگر وہ عارض ہی مصحف رخ غلاف مصحف نقاب عارض
عیان ہی اعجاز حسن سب پر نہو زمانہ مطیع کیونکر
جمال اُسکا ہی وہ پیمبر جو جسپہ نازل کتاب عارض
بیان توصیف خال و خط مین جو کوئی لکھے تو بس یہ لکھے
یہ خطِ گلزار صفحۂ رخ وہ نقطۂ انتخاب عارض
خدا نے نور و ضیا سے کیسے کیئے ہین پُر نور دونون عالم
فلک پہ ہی آفتاب خاور زمین پہ ہی آفتاب عارض
حسین کوئی کہان ہی ایسا کہ ہون بنا سب تمام اعضا
اُسی کا گیسو جواب گیسو اُسی کا عارض جواب عارض
ہزار خواہش کوئی جتلائے وہ چہرۂ بے پردہ کیا دکھائے
جو خواب عاشق مین بھی آئے کبھی اُلٹ کر نقاب عارض
کہون بہشت برین مین گلبن تو نامناسب نہین ہے کہنا
ہزار و ہفتاد و یک عدد ہین کیا ہی مین نے حساب عارض
شراب پیکر وہ مہر طلعت گزک کا مستی مین ہو جو طالب
کباب بالے کی مچھلیونکو کرے وہین التہاب عارض
عرق جو اُسکے ٹپک رہا ہی یہ رشحہ رشحہ ہی آب باران
غلط نہین اب خط سیہ پر جو ہو گمان سحاب عارض

ہجو میکشی سے ہے لب واعظ پر
دل مین پوشیدہ مے و جام کی غرض

لے گئی ہند سے تا شام آمیر
ہمکو اُس زلف سیہ فام کی غرض

سیدھی نگاہ مین ہین تمھارے تیر کے خواص
ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

مشہور ہین جہان مین جو اکسیر کے خواص
وہ سب ہین خاک روضۂ شبیر کے خواص

حیرت مجھے ملی ہے جو تمکو ملا ہے حسن
دونون طرف ہین ایک سی تصویر کے خواص

دُنیا سے بے نیاز ترے خاکسار ہین
ہین تیری خاک پا مین بھی اکسیر کے خواص

کرتی ہے یہ بھی اُسکی طرح سے مخالفت
تدبیر مین بھی ہین مری تقدیر کے خواص

ابرو دکھاکے دل کو وہ کر لیتے ہین شکار
یہ طرفہ ہین کمان مین بھی تیر کے خواص

ترکش مین تیر میان مین شمشیر مضطرب
دیکھو تو بیقراری نخچیر کے خواص

اُتری نہ سر کے بھی ترے عاشق کے پانون سے
زنجیر مین ہین زلف گرہگیر کے خواص

آتی ہے خاک گور غریبان سے یہ صدا
غافل ہین مجھ مین سرمۂ تسخیر کے خواص

بھیجا جو نامہ تونے مسیحا مین جی اُٹھا
تحریر مین بھی ہین تری تقریر کے خواص

مشکل پڑی حضور کو گھڑات کاٹنی
دیکھے ہمارے نالۂ شبگیر کے خواص

کہتا ہے شعر سُن کے کوئی واہ کوئی آہ
کچھ میرزا کے مجھ مین ہین کچھ میر کے خواص

برزخ سے بڑھ کے شغل نہین ہے کوئی امیر
آجاتے ہین مُرید مین بھی پیر کے خواص

ردیف ضاد معجمہ

مکان سے ہے نہ کچھ ہمکو لا مکان سے غرض
جہان حضور ہین ہمکو ہے وہان سے غرض

تمھارے جلوے کے مشتاق ہین جہان ہو نصیب
زمین سے کام نہ کچھ ہمکو آسمان سے غرض

تمھاری ذات سے مطلب ہے دین و دُنیا مین
نہ کچھ یہان سے غرض ہے نہ کچھ وہان سے غرض

له بتانیث اہل دہلی لکھتے ہین اغلب کہ گھڑات کاٹنا لکھا ہو کیونکہ اہل لکھنؤ بتذکیر لکھتے ہین ۱۲ آسی

لکھتا ہون فرطِ شوق مین مین بار بار خط
لکھتا نہین ہے ایک مجھے وہ نگار خط
یقین ہی نہ
لکھے ہین ایک روز مین مین نے ہزار خط
کیا شوق ہے بنا کے کبوتر کو نامہ بر
ایک ایک پر مین باندھ دیے چار چار خط
لکھون ذرا کدورتِ دل کا اگر مین حال
خط غبار کیا ہو سراپا غبار خط
ممکن نہین کسی کو کرے نامہ وہ رقم
جبتک نکالتا نہین اُس کا عذار خط
بھیجا جو یار تک نہین پہونچا تو کیا ہوا
ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط
لکھا ہے اپنے ہاتھ سے اُسنے یہ نامہ بر
آنکھون سے کیون لگاؤن نہ مین بار بار خط
یٰسین کے بدلے اُسکو پڑھو میرے سامنے
آ جائے یار کا جو دمِ احتضار خط
سخت جان ہون پڑتی ہین تیغین ہزار ہا
پڑتا نہین ہے تن پہ مرے زینہار خط

نقلین مری رقیبون نے کین سیکڑون امیر
لکھا جو اُس نے مجھکو ہوا اشتہار خط

ردیف ظاے معجمہ

خلد مین ہاتھ نہ آئیگی یہ صحبت واعظ
توبہ سو بار مین کر لونگا کچھ انکار نہین
مے کشی سے تو ذرا ہو مجھے فرصت واعظ
کانپتا خوف سے مستونکا ہو رویان رویان
کچھ زبان سے نہین توبہ کی ضرورت واعظ
دل جلونسے نہ جہنم کا کیا کر مذکور
کہین انکو بھی نہ آ جائے حرارت واعظ
حق بجانب ہی جو زہاد کی تعریف کرے
تو نے رندون کی اُٹھائی نہین صحبت واعظ
درد دل کون سُنے ذکر جو مین کرتا ہون
اور اُلٹی مجھے کرتا ہے نصیحت واعظ
فیض ساقی سے یہان پیر جوان ہوتے ہین
درِ میخانہ نہین ہے درِ جنت واعظ
ہمسے دیوانون کے آگے یہ قیامت کا بیان
کہین آ جائے تجھی پر نہ قیامت واعظ
تو جو رندونکی حقیقت نہین سمجھا نہ سمجھ
رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ

لکھے ہین ہم نے حُسن ایسے علم ہو اوطاق نسیان
بیاض اپنی بیاض گردن کتاب اپنی کتابِ عارض
نہین ہے ممکن میان فانوس ہو جو پوشیدہ شمع روشن
اگر پڑینگے ہزار پردے نہون گے وجہ حجاب عارض
برنگ ذرہ بسان شبنم ہزار دیدار کے ہین طالب
دکھائیے آفتاب عارض دکھائیے آفتاب عارض
نمود خط سیہ اگر ہو تو بوسہ عاشق کو ہو عنایت
ضرور ہے تکو صدقہ دینا گہن مین ہے آفتاب عارض
کہین مہ چاردہ اگر ہم تو ہو یہ تشبیہ محض بیجا
کہ مہر نصف النہار سے سُنا ہے ہم نے خطاب عارض

امیر کی احتیاط ہمنے وگرنہ ممکن تھا ہم بھی کہتے
شراب عارض کباب عارض ثواب عارض عذاب عارض

ردیف طاء حطی

آیا ہے بندھ کے تیر مین مجکو اُدھر سے خط
لکھنا پڑا جواب مین خونِ جگر سے خط
کرتا ہون مین تو روز روانہ ادھر سے خط
لکھا نصیب کا نہین آتا اُدھر سے خط
مضمون اسمین ہین کمر یار کے رقم
اتنا نہ باندھ کھینچ کے قاصد کمر سے خط
غربت مین کس طرح نہ پریشان ہون غریب
اک عمر ہو گئی نہین آیا ہی گھر سے خط
مضمون شوق کچھ ہین قلم سے نکل گئے
ڈر ہے نکل نہ جائے کبوتر کے پر سے خط
چڑھیے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوے نقاب
لکھوا لیجے غلامی کا پہلے قمر سے خط
غربت نے نام اہلِ وطن سے بھلا دیے
بھیجون کسے مین لکھ کے الٰہی سفر سے خط
مین تھام لون جگر کو بہت ہے یہ بیقرار
قاصد ٹھہر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط
بہتے ہین اشک آنکھ سے فرطِ سُرور مین
اے دل نہ شاد ہو کے لگا چشم تر سے خط
اُنکو غرور حسن ہے ہمکو غرور عشق
آئے کبھی اُدھر سے نجائے ادھر سے خط
آیا جو تیر روح نے قالب سے یہ کہا
میری طلب مین دیکھ یہ آیا اُدھر سے خط
آنسو روان نہین دم تحریر خط شوق
تحریر کر رہا ہون مین آب گہر سے خط

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر
ایسے ہجوم شوق مین آیا اُدھر سے خط

تیرے کہنے سے رند جائین گے
یہ تو ہے خانۂ خدا واعظ

اللہ اللہ یہ کبر اور یہ غرور
کیا خدا کا ہے دوسرا واعظ

بے خطا میکشون پہ چشم غضب
حشر ہونے دے دیکھنا واعظ

ہم ہین قحطِ شراب سے بیمار
کس مرض کی ہے تو دوا واعظ

رہ چکا میکدے مین ساری عمر
کبھی میخانے مین بھی آ واعظ

ہجو مے کر رہا تھا منبر پر
ہم جو پہونچے تو پی گیا واعظ

دُختِ رز کو بُرا مرے آگے
پھر نہ کہنا کبھی سُنا واعظ

آج کرتا ہون وصفِ مے مین امیر
دیکھون کہتا ہے اِس مین کیا واعظ

ردیف عین مہملہ

پیشِ رخِ پر نور ہے ہر دم سفری شمع
کیون شام ہی سے ہو نہ چراغ سحری شمع

دن رات یہ روشن ہے وہ روشن ہے شب بھر
پائے ترے گالونکی کہان جلوہ گری شمع

کس مہر درخشانکی طرف دیکھ رہی ہے
بیوجہ نہین ہے تری آنکھونکی تری شمع

پروانون سے ہو ملنے جو رخصت تجھے ہووے
آتی ہے کوئی دم مین نسیمِ سحری شمع

ظاہر مین ہے معشوق تو باطن مین ہے عاشق
سیرت مین ہے دیوانی تو صورت مین پری شمع

وہ جل کے ہوا خاک خبر تک نہین تجھکو
پروانے سے اچھی نہین یہ بیخبری شمع

بیچارے پتنگون کے پروبال جو پھونکے
یہ بھی ہے کوئی شیوۂ بیدادگری شمع

سبزہ ترے گالون کا اگر عکس فگن ہو
شمشاد کی صورت ابھی ہو جائے ہری شمع

کیا میری طرح تو بھی کسی مہ کی ہے عاشق
زردی ترے چہرے پہ ہے آنکھون مین تری شمع

مجلس سے ہو آئے وہ پروانے کے بدلے
گل کر گئی محفل مین نسیمِ سحری شمع

پروانے کرین کس سے بیان حالِ دل اپنا
سنتی ہی نہین شکوۂ بے بال و پری شمع

جام مے دیکھ کے جلے سے ہوا تو باہر
پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
بات کیا سیدھی نظر سے نہین لیتا ہی سلام
گھر مین اللہ کے رہ کر یہ مشیخت واعظ
دیکھ میخانے نے یہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے
سر پہ مستون کے ہے اللہ کی رحمت واعظ
ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا
نہ حیا تجھ مین ہے باقی نہ مروت واعظ

مست ہم دختر رز کے ہین وہ حورونکا امیر
کبھی سمجھے گا نہ رندون کی حقیقت واعظ

صبح کے وقت صبوحی کی مذمت واعظ
کیا ہوا ہے تجھے کیون آئی ہی شامت واعظ
فصل گل مین بھی ہے محروم مے گلگون سے
دن تو اچھے ہین بڑی ہی تری قسمت واعظ
اپنی کچھ کہہ مری کچھ سن تو مزہ بھی اُٹھے
تا کجا تذکرۂ دوزخ و جنت واعظ
دو گھڑی بادۂ گلرنگ کا بھی چرچا ہو
ختم کر ختم کر اب وعظ کی صحبت واعظ
بے سبب آٹھ پہر ذکر مے و جام نہین
کچھ تو ملتی ہے زبان کو ترے لذت واعظ
نشۂ بادۂ وحدت کے اُٹھائے جو مزے
تو کرے پیر خرابات کی خدمت واعظ
ذوق پر اپنے ہی موقوف عذاب اور ثواب
ہے یہی میکدہ دوزخ یہی جنت واعظ
ذکر تو دختر رز کا ہو کسی رنگ سے ہو
وعظ مین تیرے بھی کچھ ملتی ہی لذت واعظ
قبر پر سنگ کی جا چاہئیے خشت سر خم
کر اُٹھا آج بہک کر یہ نصیحت واعظ
ایکدم ذکر سے اُسکی نہین تھمتی ہی زبان
دختر رز سے ہے تجکو بھی محبت واعظ
مسجد و خانۂ کعبہ تو بہت دیکھ چکا
میکدے کی بھی مناسب ہی زیارت واعظ
دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے کہ مے ہی کیا چیز
نہ بصیرت ہی تجھے ہی نہ بصارت واعظ

میکدہ چھوڑ کے جنت کی طرف جلے امیر
چڑھ کے منبر پہ یہ کی خوب عدالت واعظ

جیب بھی ہو بک رہا ہے کیا واعظ
مغز رندون کا کھا گیا واعظ

چین پیشانی پر ابرو پر شکن اچھی نہین
دیکھیے بیکار ہو جائیگی بل کھاتی ہو تیغ
رو چین قالب سے نکل آتی ہین مارے شوق کے
میان سے اُسکے نکلنے بھی نہین پاتی ہو تیغ
یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلن یہ بانکپن
قہر کی چالین تجھے ای ترک سکھلاتی ہو تیغ
سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل مین کیا
اُس سے شرماتا ہو تمین اور مجھ سے شرماتی ہو تیغ
بسملون کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا
میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہو تیغ
آبرو یہ اُلفت دندانِ قاتل مین ملی
اپنا مالا اب گلے مین میرے پہناتی ہو تیغ
چاہتی ہو بے مشقت سُرخرو ہو جایئے
قتل ہو جانے کا بیڑا مجھسے اُٹھواتی ہو تیغ
ہو یہ بازارِ جزاے تیغ زن اپنی خبر
دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہو تیغ
سخت عاجز ہو ہماری سخت جانی دیکھکر
پیستی ہو دانت سر پتھر سے ٹکراتی ہو تیغ
حال سارا آبداری کا ابھی کھل جائے گا
مُنھ مرے زخمونکا کیون گُدگُدا کے کھلواتی ہو تیغ
کیا عروس مرگ کا دولھا بنائیگی اسے
سُرخ جوڑا تیرے کشتے کو جو پہناتی ہو تیغ
ہو پری آنے مین بجلی سے سوا جانے مین ہو
ناز سے آتی ہو اور انداز سے جاتی ہو تیغ
خضرِ رہ بھی ہو فقط رہزن نہ اسکو جانیے
جان لیتی ہو تو منزل پر بھی پہونچاتی ہو تیغ
اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم
حلق مین دو بوند پانی لے کے ٹپکاتی ہو تیغ
تشنۂ دیدار ہون پیاسا نہ مجکو ذبح کر
دیکھ قاتل شرم سے پانی ہوئی جاتی ہو تیغ
مجرمانِ عشق کو ہی دم مین بیڑا پار ہے
آج کل دریاے رحمت بنکے لہراتی ہو تیغ
بسملونکے خون سے قاتل اسے سیراب کر
دیکھ تو کب سے زبان خُشک دکھلاتی ہو تیغ

رعب ایسا چھا گیا ہو سخت جانی کا امیر
موت میری دور ہی سے مجکو دکھلاتی تیغ

تیرے آگے کیا حسینونکا جلے مہ رو چراغ
انجم و مہتاب پروانے ہین تیرے تو چراغ
ہاتھ سے اپنے جلائے تو جو اے گلرو چراغ
گُل بھی ہو جائے تو پھر پھولونکی دے خوشبو چراغ

معشوق کرے کیا جو مرے آپ ہی عاشق
پروانہ جلے خود تو خطا سے ہو بری شمع
محفل مین کھلے بالون حسین کیا کوئی آیا
بیوجہ نہین تیری پریشان نظری شمع

بہتے ہین آمیر اشک جو اس کے تو عجب کیا
ہے سوز و گداز غم اُلفت سے بھری شمع

میرے دل مین نہین ہین ارمان جمع
گھر مین اللہ کے ہین مہمان جمع
سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع
پہ نہین خاطر پریشان جمع
جوشش سودا خیال خط غم زلف
ہین پریشانیون کے سامان جمع
آرزو داغ بیکسی حسرت
کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع
ہم کوئی روکنے سے رُکتے ہین
در جانان پہ کیون ہین دربان جمع
ایک دل کے ہزار دل ہو جائین
اس لیے کر رہا ہون پیکان جمع
ہنس پڑو تم ہمارے رونے پر
لطف دین ہون جو برق و باران جمع
آرزوئین تری ہین دل مین بھری
یا پری خانے مین ہین پریان جمع
ای جنون کب سے دونون ہین مشتاق
آج ہو جائین جیب و دامان جمع
آج اُٹھین گے زخمیون کو مزے
ہو رہے ہین دہان نمکدان جمع
گر یہی طبع کی روانی ہے
چار دن مین ہے اپنا دیوان جمع

اب ملے گی سخن کی داد آمیر
آج محفل مین ہین سخندان جمع

ردیف غین معجمہ

دیکھنا ہمدم یہ بجلی ہی جو چمکاتی ہی تیغ
یا پری کہسار سے کھینچے ہوے آتی ہی تیغ
جب گنہگارون پہ تیرے رحم فرماتی ہی تیغ
ابر رحمت بنکے مقتل مین برس جاتی ہی تیغ
واہ سے شوق شہادت ایک پہ گرتا ہی ایک
عمر گذری ہی کہ دم لینے نہین پاتی ہی تیغ

یہ اپنی عمر کا عالم ہے عہد پیری مین
نسیم صبح سے جس طرح جھلملائے چراغ
تمیز ہو کہ نہ ہو شرط دل کا آنا ہے
خدا کی شان کہ پروانہ آشنائے چراغ
جہان کو فیض ہے مجھسے مین قید کلفت مین
مکان مین نور اندھیرا ہو زیر پائے چراغ
وہ صاف دل تھا جلے بے فتیلہ وہ روشن
جو کاسہ گر نے مری خاک سے بنائے چراغ
عبث ہو سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا
وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ
جنون رہا یہی تا صبح یاد عارض مین
کبھی جلائے کبھی رات کو بجھائے چراغ
خدا ہے دل جو بچے حادثون کے جھونکون سے
کہان تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ
رہے نہ داغ جوانی اسیر پیری مین
جلائے شب کو سحر ہو گئی بجھائے چراغ

ردیف فا

زلفین آئی ہین لٹک کر روے جانان کی طرف
پانون پھیلائے ہین اس کافر نے قرآن کی طرف
گھر سے اٹھے تھے کہ جائینگے گلستان کی طرف
وحشت دل لیچلی ہمکو بیابان کی طرف
پھول مرجھا جائین شاخون پر شجر ہو جائین خشک
مین جگر تفتہ جو جا نکلون گلستان کی طرف
مل کے اک اک کور سے ہم دیر تک رویا کیے
لے گئی عبرت جو کل گور غریبان کی طرف
رہ گیا ہے آسرا تیری عنایت کا مجھے
تو ہی اب اے یاس ہو جا میرے ارمان کی طرف
ہون وہ زخمی دل کو میرے درد کا ہی یہ مزہ
دیکھتے ہین چشم حسرت سے نمکدان کی طرف
ہو چکین وہ دست وحشت کی جو تھین چالاکیان
ہاتھ اب برسون نہین اٹھتا گریبان کی طرف
حشر ہے شہر خموشان مین جو برپا دیکھنا
کسکی میت آئی ہے گور غریبان کی طرف
کچھ تو تمکو چاہیئے اپنے اسیرونکا خیال
روز آ نکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف
زاہدا تسبیح مین زنار کا ڈورا نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف
آپ سے جاتا نہین ہر بار مین مجبور ہون
دل کھنچا جاتا ہی میرا کوئے جانان کی طرف

وقت گریہ یادِ گیسو لختِ دل ہمراہ اشک
رات کو برسات مین ہون جسطرح جگنو چراغ
نورِ عرفان کے لیے آنکھونمین آنسو ہین ضرور
نور تب دیتا ہی جب روغن سے ہو مملو چراغ
قصرِ سلطان خانۂ درویش پر ہی طعنہ زن
اے مہِ تابان ہو گردون پر نکل کر تو چراغ
فرقتِ محبوب مین کیسی بہارِ بزمِ عیش
تیرہ آتا ہے نظر مثلِ گلِ خوشبو چراغ
جوشِ وحشت مین بیابان مرگ قسمت نے کیا
قبر پر راتون کو ہو گا دیدۂ آہو چراغ
ملکے مہندی پانونمین جب وہ ہوے گرمِ خرام
نقشِ پا سے شب کو روشن ہو گئے ہر سو چراغ
نور کا پتلا بنایا کیا تجھے اللہ نے
ساقِ سیمین شمعِ روشن کاسۂ زانو چراغ
پھر کی افشان زلف مین شبکو چراغان ہو گیا
ہو گئے روشن میانِ کوچۂ گیسو چراغ
صبح تک شب کو تصور کس کے عارض کا رہا
گاہ اس پہلو تھا روشن گاہ اُس پہلو چراغ
ایک سے ہے ایک کو اس محفلِ عالم مین فیض
شبکو ہے آنکھونکے حق مین قوّتِ بازو چراغ
اُسکی زلفِ مشک سا کی لائی ہے خوشبو صبا
مشکبو شمعین سرِ محفل ہین عنبر بو چراغ
صاف محرابِ حرم ہے ابروے خمدار یار
کیون نہ کہیے خالِ روشن کو تہِ ابرو چراغ
روشنی اُسکی ہے شب بھر ہے یہ روشن تا دن
کیا چراغِ داغِ دل کا ہو گا ہم پہلو چراغ
شمعِ کافوری مبارک منعمون کی بزم کو
ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ

سینہ ہے پُر داغ اشکونمین ہین لختِ دل امیر
باغ مین گویا کہ روشن ہین کنارِ جو چراغ

نہ آئے شب کو میسّر اگر نہ آئے چراغ
کہ داغ سینے کے روشن ہین یان بجائے چراغ
گلہ نہین ہے اگر اقربا نہ لائے چراغ
کہ جگنوؤن نے مری قبر پر جلائے چراغ
نقاب ڈال کے آئے ہین وہ تو کیا پروا
چھپے نہ پردۂ فانوس مین ضیائے چراغ
لنڈھے شراب کے ساغر جو محتسب آیا
ہوا غضب کی چلی یکقلم بجھائے چراغ
ہوے جو ہم تو مرادین بر آئین عالم کی
بتون نے خانۂ اللہ مین جلائے چراغ

تیغ ابرو تیر مژگان دونون حامی ہین مرے
ایک سینے کی طرف ہی ایک گردن کی طرف

لاابالی جب نکل چلتے ہین پھر کے نہین
بوے گل کب دیکھتی ہی پھر کے گلشن کی طرف

لاکھ اُبھارے وحشت دل کوے جانان سے امیر
ہین نہ صحرا کی طرف جاؤن نہ گلشن کی طرف

کیونکر نہ مرغ دل ہو ہمارا شکار زلف
رشتہ جو دام کا ہے وہ ایک ایک تار زلف

افسون پڑھو ہزار اُترتا نہین یہ زہر
ہے اُسکی موت ہی جسے ڈس جائے مار زلف

چوٹی مین اپنی پھول جو رکھے ہین یار نے
دکھلا رہی ہے طرفہ تماشا بہار زلف

کرتا ہی پھنس کے گیسوؤن مین دل خدا کی یاد
مصروف ذکر مین ہو شب زندہ دار زلف

حاضر ہے میری آنکھون سے لو دامن مژہ
منظور جھاڑنا ہو جو تمکو غبار زلف

جاؤ گے تم جو کھولے ہوے بال سوے دشت
آہو کرینگے مشک کے نافے نثار زلف

سوداگر اپنا دل ہے ٹھکانے ہین ایسے دو
یا سبزہ وار خط ہے وطن یا تتار زلف

گلزار روے یار کی کیا بڑھ گئی ہے زیب
آیا ہے گھر کے اُسپہ جو ابر بہار زلف

چھٹ جائین دل غریب کے ای شانہ کر کمک
گھبرا رہے ہین قیدی زندان تار زلف

جاتا نہین ہے رہرو دل اب کسی طرف
آیا پسند جب سے سواد دیار زلف

بڑھ جاتی اور چشم بصیرت کی روشنی
دیتا ذرا جو کحل جواہر غبار زلف

اے دل سمجھ کے کوچۂ الفت مین رکھ قدم
ڈر ہے نہ کاٹ کھائے کہین اُنکے مار زلف

بہتر کہین یہ قید رہائی سے ہے امیر
ہون پاے بند سلسلۂ تابدار زلف

ردیف قاف

ہین تری زلف رسا کے عاشق
ہم بھی ہین یار بلا کے عاشق

تیرے معشوق خدا کے معشوق
تیرے عاشق ہین خدا کے عاشق

چاہتا ہون وصل اُس سے جو دو عالم مین نہین
مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف

اب کہین یاران رفتہ کا نشان ملتا نہین
شوق دل لیچل ہے مجھے گورِ غریبان کی طرف

جاکے اب یارونکی تنہائی مین دیکھون گا امیر
لیچلی ہے بیکسی گورِ غریبان کی طرف

شوخیان کہتی ہین ہم ہین اُنکی چتون کی طرف
چتونین کہتی ہین ہم ہین چشم پُرفن کی طرف

سیر دیکھو دل بھی ہی اُس شوخ پُرفن کی طرف
دوست ہو کر تُو لیتا ہی میرے دشمن کی طرف

دیکھ قاتل جذب شوق قتل کا منکر نہو
وہ چلی تلوار تیری میری گردن کی طرف

اُس رُخ رنگین پہ زلفین دیکھکر کہتی ہی خلق
جھوم کر کالی گھٹا آئی ہے گلشن کی طرف

ہاتھ جب اُسپر اُٹھاتا ہی مرا دستِ جنون
بڑھ کے کہتا ہے گریبان مین ہون دامن کی طرف

عارض گلگون سے اُٹھی ہی جو اُس گل نے نقاب
بلبلین اب رُخ نہین کرتی ہین گلشن کی طرف

گر پڑا کیا کوئی لخت دل کا لعل ای چشم تر
ڈھونڈھنے کو اشک آتے ہین جو دامن کی طرف

کھینچ لیتا ہی جو قاتل ہاتھ میرے قتل سے
دیکھتی ہے تیغ کس حسرت سے گردن کی طرف

کوئی گل توڑا کہ گلچین نے کیا بلبل کو ذبح
ای صبا ہنگامہ کیسا ہی یہ گلشن کی طرف

دونون آنکھون سے ہی میری آبرو برسات کی
ایک بھادون کی طرف ہی ایک ساون کی طرف

ناقبول خلق مجھسا کوئی عالم مین نہین
برق بھی آتی نہین ہی میرے خرمن کی طرف

میان سے کھینچا جو خنجر یار نے از پئے شوق
روح سارے جسم کی کھنچ آئی گردن کی طرف

میرے گھر آتے نہین اچھا نہ آؤ خوش رہو
خاک اُڑاتے آؤگے اک روز مدفن کی طرف

پھول مُرجھا جائین تو مجھسے نکرنا کچھ گلہ
اے صبا چلنے کو مین چلتا ہون گلشن کی طرف

آجتک خورشید کا مُنھ اس طرف ہوتا نہین
دیکھنا آسان نہین اُس روے روشن کی طرف

جب مین کہتا ہون دم آخر کوئی اپنا نہین
تیغ کہتی ہی کہ مین ہون تیری گردن کی طرف

جب بہت تعریف سُنتا ہون مین چشم حور کی
دیکھ لیتا ہون ترے کمرے کے روزن کی طرف

بے سبب سیر شب ماہ نہین ہے یہ امیرؔ
ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

جادۂ راہ عدم ہے رہِ کاشانۂ عشق
ملک الموت ہین دربان درِ خانۂ عشق

مرکز خاک ہے دُردِ تہِ پیمانۂ عشق
آسمان ظرف برآوردۂ میخانۂ عشق

کم بلندی مین نہین عرش سے کاشانۂ عشق
دونون عالم ہین دو مصراع[لہ] درِ خانۂ عشق

ہے جو واللیل سراپردۂ کاشانۂ عشق
سورۂ شمس ہے قندیل درِ خانۂ عشق

دل مرا شیشہ ہے آنکھین مری پیمانۂ عشق
جسم با جوشِ محبت سے ہے میخانۂ عشق

ہم تھے اور پیش نظر جلوۂ مستانۂ عشق
جس زمانہ مین نہ محرم تھا نہ بیگانۂ عشق

غرق ابھی بحر فنا مین یہ دو عالم ہو جائین
ایک اشارہ جو کرے نرگس مستانۂ عشق

ہم وہ فرہاد تھے کاٹا نئی صورت سے پہاڑ
حسن کا گنج لیا کھود کے ویرانۂ عشق

کچھ گرہ مین نہین گرمی کے سوا مثل سپند
برگ و بر دود و شرر ہون جو لگے دانۂ عشق

عین مستی مین ملے ہین مجھے گوشِ شنوا
سُن رہا ہون مین صدائے لب پیمانۂ عشق

آ رہے باغِ جنان سے جو زمین پر آدم
فی الحقیقت تھی وہ اک لغزشِ مستانۂ عشق

معتقد کون نہین کون نہین اُسکا مرید
پیر ہفتاد و دو ملت کا ہے دیوانۂ عشق

دل نے تسبیح بنا کر وہ کیے زیب گلو
ہاتھ آئے جو کوئی گوہر یکدانۂ عشق

زلف معشوق نہ گھٹ جائے ادب کا ہے مقام
بڑھ چلین اتنے نہ موئے سر دیوانۂ عشق

سُننے والونکے یہ ڈر ہے نہ جلین پردۂ گوش
کیا سُناؤن کہ بہت گرم ہے افسانۂ عشق

خاک درکار ہے وہ لوث خطا سے جو ہو پاک
ورنہ ہر خاک سے اُگتا ہے کوئی دانۂ عشق

کہتے ہین مرگ جوانی جسے سب اہل جہان
اپنے نزدیک ہے وہ بازیٔ طفلانۂ عشق

آہ عاشق نے ہوئی غفلت معشوق نہ کم
خواب تھا حسن فسون ساز کو افسانۂ عشق

بخت برگشتہ ہون تب بھی نہین جاتا یہ مزہ
نہ گرے بادہ جو واژون بھی ہو پیمانۂ عشق

[لہ] مصرع تختۂ در یعنی کواڑ ۱۲ عبدالباری آسیؔ

غمزے حورون کے اُٹھاتے ہین کوئی
آپ کے ناز و ادا کے عاشق

منھ نہ دکھلاؤ سُناؤ آواز
کان اپنے ہین صدا کے عاشق

پانوءن رکھتے نہین بالائے زمین
تیرے نقش کفِ پا کے عاشق

ان جفاؤن پہ وہی ذوقِ وفا
ہم تو ہین اپنی وفا کے عاشق

تجھ سے روٹھے نہین ای تیغ جفا
ناز کرتے ہین ادا کے عاشق

شوخ چشمی نہ کرا اتنی ظالم
گڑے جاتے ہین حیا کے عاشق

منھدی ملواؤ نہ تم غیرون سے
رنگ لائین گے حنا کے عاشق

دیکھیے حشر مین کیا ہوتا ہے
ہم ہین محبوبِ خدا کے عاشق

رغبت اب دل کو ہے یون جانبِ غم
جیسے معشوق کو تاکے عاشق

رات دن ہوتے ہین اس بت پہ امیر
سیکڑون بندے خدا کے عاشق

ہین نہ زندون مین نہ مُردون مین کمر کے عاشق
نہ ادھر کے ہین الٰہی نہ اُدھر کے عاشق

ہو وہی آنکھ جو مشتاق ترے دید کی ہو
کان وہ ہین جو رہین تیری خبر کے عاشق

جتنے ناوک ہین کماندار ترے ترکش مین
کچھ مرے دل کے ہین کچھ میرے جگر کے عاشق

برہمن دیر سے کعبے سے پھر آئے حاجی
تیرے در سے نہ سرکنا تھا نہ سرکے عاشق

آنکھ دکھلاؤ نہین مرتے ہون جو آنکھون پر
ہم تو ہین یار محبت کی نظر کے عاشق

چھپ رہے ہونگے نظر سے کہین عنقا کیطرح
تو نے دیکھے کہین جیتے ہین کمر کے عاشق

بے جگر معرکۂ عشق مین کیا ٹھہرینگے
کھاتے ہین خنجر معشوق کے جگر کے عاشق

تجھکو کعبہ ہو مبارک دلِ ویران ہمکو
ہم ہین تنہا اسی اُجڑے ہوئے گھر کے عاشق

کیا ہوا لیتی ہین پریان جو بلائین تیری
کہ پریزاد بھی ہوتے ہین بشر کے عاشق

بیکسی درد و الم داغ تمنا حسرت
چھوڑے جاتے ہین پسِ مرگ یہ ترکے عاشق

دورانِ سر کے ساتھ ہی چکر بھی پانون مین
ہون مبتلائے رنج و بلا سر سے پانون تک

موقوف شمع پر نہین کچھ سوزشِ درون
جس پر گری یہ برق جلا سر سے پانون تک

ادنی یہ خار وادیِ وحشت کی ہی خلش
ایک آبلہ ہی جسم مرا سر سے پانون تک

میری نگاہِ شوق کی اللہ ری گرمیان
وہ گل عرق مین ڈوب گیا سر سے پانون تک

کچھ تمکو میری طوق و سلاسل کی ہے خبر
زیور مین غرق رہتے ہو کیا سر سے پانون تک

اچھی کسی کی آنکھ کسی کی نگاہ ہے
یکتا ہین آپ نام خدا سر سے پانون تک

گرمی سے حسن کے وہ ہوئے ہے عرق عرق
دیکھو ٹپک رہی ہی ادا سر سے پانون تک

زلفِ دوتا سے آپ ہی الجھن مین انکا دل
گھیرے ہی دو طرف سے بلا سر سے پانون تک

گریان اگر مین نہر بین سے گذر گیا
فوارہ آب آب ہوا سر سے پانون تک

تڑپے شبِ وصال نہ کیونکر نگاہِ شوق
گھیرے ہوے ہی انکو حیا سر سے پانون تک

جب مین نے فکر کی ترے دانتون کے وصف مین
آب گہر مین ڈوب گیا سر سے پانون تک

پہونچائے کربلا مین جو بخت رسا امیر
ملیے بدن مین خاکِ شفا سر سے پانون تک

کرون ضبط نفس ہمدم کہان تک
لگی ہی آگ اک دل سے زبان تک

دھوان دل سے مرے اٹھتا ہی ایسا
اندھیرا ہے زمین سے آسمان تک

کرون کس شوق سے ہر بار سجدہ
جو پہونچے سر تمھارے آستان تک

تجھے ملتا نہین گھر ان کا قاصد
گئے کیونکر پیمبر لامکان تک

غش آیا ہے مجھے مسجد مین بے مے
چلو لے کر مجھے پیر مغان تک

جو موت آئے تو پہچانے نہ مجکو
ہوا ہون ہجر مین لاغر یہان تک

امیر اب مہربان ہی مجھ پہ صیاد
خبر پہونچے نہ اسکی باغبان تک

طور پر کہتی ہی یہ شمع تجلّی کی زبان
سُرمۂ حسن ہی خاکستر پروانۂ عشق
طالبِ درد ہی اس درجہ مرا طائرِ دل
ٹوٹ پڑتا ہی یہ جس دام مین ہو دانۂ عشق
ہون وہ دیوانہ کہ قدمون سے لگا ہی مرے حسن
ہی مرے پانون مین زنجیر پریخانۂ عشق
مرکے دے روح کو میری یہ الٰہی قدرت
ہنس بن بن کے چُگے گوہر یکدانۂ عشق
کیا فلاطون کو ہی نسبت ترے دیوانے سے
آشنا ہی یہ محبت کا وہ بیگانۂ عشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر
شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

جلد آجاؤ کہ ہین گورکنارے مشتاق
دم مین آجائین نہ حورون کے تمھارے مشتاق
دلِ صد چاک بھی چلمن ہی کسی کمرے کی
سر جھکاتے ہین تو کرتے ہین نظارے مشتاق
مست ہونے کا اُنھین حکم ہی اے نرگسِ یار
خوب پہچانتے ہین تیرے اشارے مشتاق
تہ و بالا ترے دیدار کا طالب نہین کون
گُل زمین پر ہین تو گردون پہ ستارے مشتاق
استخوانو کہین جلدی ہو بدن سے باہر
ہین ہماؤ سگِ محبوب تمھارے مشتاق

بیخودی تا بکجا آپ مین آؤ بھی امیر
دیر سے بیٹھے ہین احباب تمھارے مشتاق

ردیف کاف تازی

آئی جو کھل کے زلف سا سر سے پانون تک
لینے لگی بلائین ادا سر سے پانون تک
لاغر ہون اسقدر مجھے پہچانتی نہین
رو رہ کے دیکھتی ہی قضا سر سے پانون تک
رخ نور جبہہ نور شکم نور ساق نور
تو اے صنم ہی نور خدا سر سے پانون تک
کھائے ہین ہمنے گُل ترے چھلّون کے اسقدر
خالی نہین ہی جسم مین جا سر سے پانون تک
گنڈا نظر گذر کا پہنائیگی آپ کو
قد ناپتی ہی زلفِ رسا سر سے پانون تک
دلکش وہ مجھ ضعیف کا ہر عضو جسم زار
مین کاہ ہون وہ کاہ ربا سر سے پانون تک

بجا ہین بلبل و گلچین خراب خندۂ گل
دو آتشہ ہے چمن مین شراب خندۂ گل
اگر ائے برق اگر التہاب خندۂ گل
تو کیون نہو دلِ بلبل خرابِ خندۂ گل
ہنسی ہو اُس گلِ تر کی جواب خندۂ گل
تبسمِ نمکین انتخاب خندۂ گل
کریگی بلبلِ نالان جو حشر مین فریاد
صبا سے ہو گا حساب و کتاب خندۂ گل
محال ہے کہ چڑھے عشق حسن کے منھ پر
کہان ہے نالۂ بلبل جواب خندۂ گل
چمن مین نالہ کشی ہے قبول لے صیّا
پر اس چمن مین نہین مجکو تاب خندۂ گل
ابھی تو صورتِ شبنم ہون اشک بلبل خشک
چمک دکھائے اگر آفتاب خندۂ گل
جو کاسۂ سرِ بلبل سے ملے وہ منصف ہون
بھرون مین اُس مین لبالب شراب خندۂ گل
شرابِ نغمۂ بلبل کو پی کے کیون نہو مست
ابھی تو نام خدا ہے شباب خندۂ گل
سمندِ ہوش ہو بلبل کا کیون نہ برق خرام
جو تازیانہ ہو موجِ شراب خندۂ گل
دیا ہے وہ تجھے اللہ نے دلِ نازک
کہ آب آب کرے جسکو تاب خندۂ گل
نہ جانتی تھی صبا یہ کہ ہو گی غش بلبل
کھلا کے غنچہ اُٹھاتی نقاب خندۂ گل
ذرا نہین کسی بلبل کو ہوش صورتِ مست
غضب کی تُند کھنچی ہی شراب خندۂ گل
غش آگیا مجھے غنچون کے مسکرانے سے
کسے ہے حوصلۂ انتخاب خندۂ گل
یہی ہے شام سے مضمون گریۂ بلبل
سحر کو دیکھیئے گا اضطراب خندۂ گل
نظیر گریۂ بلبل سے ہے گریۂ مینا
ہنسی ہے جام کی ساقی شراب خندۂ گل
امیر خیر ہو گلشن مین جان بلبل کی
کھچی ہے صبح تیغ خوشاب خندۂ گل

پر توِ رخ سے ترے ہی جو منوّر محفل
ہے تجلّی کدۂ طور سے بڑھ کر محفل
جذب دل کھینچ کے گل پیرہنوں کو لے آئے
عطر مجموعہ سے ہو جائے معطر محفل
رشک پروانہ ہین ہم تم ہو اگر غیرتِ شمع
امتحان کے لیے ہو جائے مقرر محفل

آئے نظر نہ عالمِ غم ہو اگر مکین
خالق نے کیا وسیع بنایا مکانِ دل

سمتی نہین ہی اہلِ صفا کے خمیر مین
دیکھا کہان کسی نے کبھی استخوانِ دل

کیا آنسوؤن نے پردۂ الفت کیا ہے فاش
آنکھون سے آشکار ہے رازِ نہانِ دل

کرین گے یاد ہم دُرِ دندانِ یار کو
اسطرح موتیون سے بھرینگے دہانِ دل

ممکن نہین کہ وہم کسی کا پہونچ سکے
کوسون ہی لامکان سے بلند آستانِ دل

مانندِ شمع نطق کی طاقت نہین مگر
روشن مری زبان سے ہی میرا بیانِ دل

دو ٹکڑے ہو ابھی جگرِ بوالہوس امیر
کھینچون جو معرکے مین مین تیغِ زبانِ دل

گل وہ رُخِ نازک ہی پسینا عرقِ گل
شبنم سے ہی لبریز کٹورا طبقِ گل

بلبل کا قفس چھائے کبھی پھولون سے صیاد
اس رخ پہ بھی چاہیے پھولے شفقِ گل

تازیست تھا مجھ زار کو عشقِ رخِ رنگین
ہو غسل و کفن کو عرقِ گل ورقِ گل

اُس روئے کتابی کا ہی ذکر اور دہن اپنا
بلبل کو فراموش ہوگا سبقِ گل

ہی فصلِ خزان مین بھی وہی رنگِ بہاران
گل سینۂ بلبل مین ہی داغِ قلقِ گل

کس سے رُخِ رنگین کا سنا ہم نے فسانہ
گل کان ہوئے کان کے پردے ورقِ گل

کب خار الجھ سکتے ہین دامانِ صبا سے
گلشن کی قلمرو مین ہی نظم و نسقِ گل

آہون نے کیے لختِ جگر برہم و درہم
کیا تند ہوا مین ہین پریشان ورقِ گل

آمد ہے یہ گلزار مین کس کی کہ صبا نے
صدقے کے لیے زر سے بھرے ہین طبقِ گل

وہ رنگ کہان اب کہ خزان باغ مین آئی
بیکار ہے اب تذکرۂ ماسبقِ گل

تحریر کرے وصفِ رخ اسکا تو ہے لازم
کاتبِ خطِ گلزار مین لکھے ورقِ گل

زیبا ہے کہون جو فلکِ خاک چمن کو
پھولی ہی عجب موسمِ گل مین شفقِ گل

پائیگا امیر اُس رخِ گلرنگ کا بوسہ
بلبل کے سوا کوئی نہین مستحقِ گل

شمع محفل میں ہی پروانے ہیں گرد سر شمع
کیا تکلف ہے کہ محفل کے ہی اندر محفل
ہم ہیں پروانۂ دل سوختۂ بزم خیال
شمع رویوں سے یہان گرم ہی شب بھر محفل
سرفروش آئے ہیں مشتاق شہادت ای ترک
جمع کرتا ہی ہمیشہ ترا خنجر محفل
اُسکے بجھ کانے سے برہم ہوئے یہ غیر امیر
شمع کیا ہمیہ ہوئی دست بہ خنجر محفل

جب یار ہوا جفا کے قابل
تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہی خوف سے سارے تن میں رعشہ
اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
آئے نہ مجھے دیکھنے اطبّا
جب مین نہ رہا دوا کے قابل
بوسے مرے دل پہ پیسکر دانت
یہ دانہ ہے آسیا کے قابل
کلفت سے امیر صاف کر دل
یہ آئنہ ہے جلا کے قابل

ای دل مجھے بیشِ جہلا بات سے حاصل
خالی ہی مکان حرف و حکایات سے حاصل
تسکین مجھے دیتے نہیں ای حضرتِ واعظ
کیا اور ہے مجھے قبلۂ حاجات سے حاصل
پتھر ہے ترا دل مین کہون حالتِ دل کیا
کعبے مین جو بُت ہو تو مناجات سے حاصل
ہی زیست کا حاصل تو فقط وصل کی لذّت
جس رات کا وعدہ نہو اُس رات سے حاصل
روتا ہون لہو بھی تو مجھے مَے نہین ملتی
کیا بندگی پیر خرابات سے حاصل
ظاہر مین دیا بوسہ تو کیا دل ہی مکدّر
نیّت ہی نہین ٹھیک تو خیرات سے حاصل
تقدیر مری تو نہ بدل دیگا دعا سے
ای شیخ پھر اس کشف و کرامات سے حاصل
قسمت مین جو مرے ہے وہ بہرکیف ملیگی
پھر قاضی و مفتی کی ملاقات سے حاصل
پہچانتے ہین اہلِ سخن خوب سخن کو
خاموش امیر اتنی مباحات سے حاصل

فراہم ہوئے اسدرجہ سوم مین میرے
بن گئی غیرتِ بتخانۂ آذر محفل

ہجر مین چار ادھر چار اُدھر روتے ہین
جس طرح ماہ محرم مین ہو گھر گھر محفل

صاف فانوس خیالی کا گمان ہوتا ہے
لعار ہی ہے یہ ترے رقص سے چکّر محفل

باغ کس کام کا جسمین گل و شمشاد نہو
لطف دیتی نہین بے شیشہ و ساغر محفل

قص کے وقت قیامت ہی تمھاری ٹھوکر
یون اُلٹ جائے نہ مثلِ صفِ محشر محفل

لیکے نالون کے علم ہم بھی ضرور آئین گے
ہو گی جس روز محرم مین ترے گھر محفل

جا چکا عہد جوانی کا چلین سوئے عدم
شمع سان دیکھ چکے دہر مین شب بھر محفل

شمع فانوس مین پھولے نہ سمائی ای گل
تیرے آتے ہی ہوئی جامے سے باہر محفل

ہل گیا یار کا ابرو جو ذرا رقص کے وقت
ایک ہم کیا کہ ہوئی کشتۂ خنجر محفل

گذرا اُس ماہ دو ہفتہ کا بھی شاید ہو امیرا
کیجیئے چودھوین تاریخ مقرر محفل

فرقت یار مین ماتمکدہ ہے ہر محفل
[illegible] سرسے برابر محفل

عجب شمع کی صورت دلِ قاتل نہ جلے
بسملون کے ہوتے سایۂ خنجر محفل

چاہیئے آئنہ رویون کا بھی مجمع ہو جائے
کیجیئے چل کے سر قبر سکندر محفل

ہم بغل مجھسے ہو غیرون کو لگائے رکھو
مین خلوت ہی ہے جمع ہو با

کس پریرو کا تصور نہین دل مین اپنے
جمع رہتی ہے اس آئینے کے ا:

سب مکانون سے جُدا پیر مغان کا ہے مکان
کی ہی الگ شہر سے باہر

پری حسن سے تیرے ہی جہان کی رونق
جسطرح شمع سے ہوتی ہے منوّر

پردلہے نہ افشا کی نہ اخفا کا خیال
گھر کے باہر کبھی خلوت کبھی

ہر دل سوختگان روز الم ہے شب عیش
چشم پروانہ مین آتشکدہ ہے ہر محفل

دل کے جاتے ہی ہوئی انجمن چشم اُدا
محفل آرا نہ ہو کوئی تو ہے ابتر محفل

بوسے گلِ فردوس آ میرا اپنا ہے مُردہ
سرکا جو ذرا تختۂ مدفن تو نہین ہم

ہوے جو رنگ وصلِ یار مین ہم
اُچھے پھولے پھلے بہار مین ہم
ہو گئے مژدہ ہجر یار مین ہم
گھر مین اپنے ہین یا مزار مین ہم
اُسکو لائین گے خاک قابو مین
کہ نہین اپنے اختیار مین ہم
کون پوچھے گا ہم غریبون کو
روز محشر ہین کس شمار مین ہم
فرش سے عرش تک نشان نہین
دُور پہونچے ہواے یار مین ہم
حضرتِ دل جو تم ہو پہلو مین
مر کے بھی رہ چکے مزار مین ہم
وصل مین بھی شکستہ خاطر ہین
تو بہ اُست ہین بہار مین ہم
پیشِ رُخسار یار خار ہین گُل
ایک دو کیا کئین ہزار مین
قاصد آیا ہے پر نہین پاتا
گم ہوے ایسے انتظار مین ہم
گھر مین ہین لیکن اپنے نام کی طرح
ہین ہر اک مُلک ہر دیار مین ہم
زلف و رُخسار کے تصور سے
ہین حلب مین کبھی تتار مین ہم

جبر جو چاہین ہم پہ وہ کر لین
ہین امیر اُنکے اختیار مین ہم

موا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم
کچھ آج تک ہمین اُسکی خبر نہین معلوم
مکانِ دل مین ہی کس کا گذر نہین معلوم
یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم
کیا ہے بیخبری نے جہان سے فارغ
فلک کہان ہی زمین ہی کدھر نہین معلوم
مین جسکو دیتا ہون اُس فتنہ گر کے نام کا خط
وہ ٹالتا ہے کہ مجھکو تو گھر نہین معلوم
تری گلی ہی کہ میدان حشر ہے قاتل
یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم
ہوا شہیدِ تبسم جگر کہ دل یارب
گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہین معلوم

ردیف میم

کیون نالے کرین بلبلِ گلشن تو نہین ہم
ای ضبط جنون عقل کے دشمن تو نہین ہم

دلکو جو بچاتا ہون تو کہتی ہین وہ آنکھین
کیا لوٹ ہی لین گے کوئی رہزن تو نہین ہم

خالق نے تمھین مہر بنایا ہمین شبنم
دکھلاؤ جو تم چہرۂ روشن تو نہین ہم

خط دیکے تجھے کوچۂ جلاد مین بھیجین
کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ذلت سے کبھی لین گے نہ ہم بوسۂ گیسو
صدقہ کسے دیتے ہو برہمن تو نہین ہم

کیا ضعف سے حاصل کہ ترے گھر مین نہ پہونچے
ذرے ہین مگر ذرۂ روزن تو نہین ہم

دل کھینچے لیے جاتا ہے قاتل کی گلی مین
کچھ آپ روانہ سوے مدفن تو نہین ہم

ہٹ جائینگے بیٹھے نہ کبھی ساتھ سے تیرے
سایہ ہین غبارِ سُمِ توسن تو نہین ہم

سو بار کہین گے ارنی طور پہ جاکر
کیا سمجھے ہین موسیٰ ہمین الکن تو نہین ہم

کرتا ہون جو کنگھی تو یہ کہتے ہین وہ گیسو
کانٹون مین نہ کھینچو ہمین دامن تو نہین ہم

ظاہر مین تو نرگس کیطرح پائی ہین آنکھین
پر قابلِ نظارۂ گلشن تو نہین ہم

بخیے کا دیا حکم تو بولے دہنِ زخم
سلواتے ہو کیون قابلِ سیون تو نہین ہم

موسیٰ سے یہ کہدو کہ بہت بڑھ کے نہ بولین
کچھ نابلدِ وادیِ ایمن تو نہین ہم

کہتا ہے حیا سے وہ دہانِ مسی آلود
کیا دیکھتے ہین سب گلِ سوسن تو نہین ہم

غیرونکے جو دشمن ہین تو کیا تیری طرح سے
ای دوست کسی دوست کے دشمن تو نہین ہم

کیا نالہ کشی کی ہمین بت دیتے ہین ترغیب
نِسان ہین ناقوس برہمن تو نہین ہم

کرتی ہین یہ طنز اُنسے خطِ سبز پہ آنکھین
کچھ پیرہنِ خضر مین رہزن تو نہین ہم

کیا حوصلہ انکا ہے جو زندان مین یہ سمجھین
زندانیِ تاریکیِ مدفن تو نہین ہم

بے سنتِ احباب یہان قبر ہے روشن
محتاج چراغِ سرِ مدفن تو نہین ہم

[illegible]

زار سے زار ہین جہان مین امیرؔ
دل ہی بیٹھے جو لطف اُٹھائین ہم

ردیف نون

کیا دیر ہی امیرؔ کے عفوِ گناہ مین
اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین
آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین
تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ مین
کانٹا ہوا ہون سوکھ کے لیکن نہال ہون
کھٹکونگا اور اپنے عدو کی نگاہ مین
بیہوش کوئی بزم خرابات مین نہین
مشہور یہ خبر ہے غلط خانقاہ مین
خالی شرارتون سے نہین ظلمتِ جہان
لپٹی ہوئی ہی برق گلیمِ سیاہ مین
پیری مین قد نگون جو ہوا دانت بھی چلے
بھاگڑ پڑی شکست علم سے سپاہ مین
مُدت ہوئی پھرے ہوئے آنکھونکی پُتلیان
صورت تمھاری پھرتی ہی ابتک نگاہ مین
نکلا نہین ہی خط ترے عارض پہ حسن نے
کانٹے بچھائے ہین یہ محبت کی راہ مین
کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے ای فقیر
ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین
بے قصد بد سے بھی کبھی ہوتا ہی کار نیک
شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین
دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین
اللہ رے جذب میری تڑپ کا کہ چرخ سے
تاثیرین دوڑی آتی ہین آغوش راہ مین
اعلی کو کیون نہ صحبت ادنی سے ہو حذر
دیکھا کبھی نہ پرتوِ خورشید چاہ مین
یوسف سے بھی سوا ہی مرے دل کا مرتبہ
ڈوبا ہوا ہی چاہ زنخدان کی چاہ مین
بیداغ عشق ارض سے تا آسمان ہی کون
ماہی مین فلس ہی تو کلف جِرمِ ماہ مین

ہی نقش دل پہ صورت توحید ای امیرؔ
ہون محوِ ذکر اشہد ان لا الہ مین

ہون زار اسقدر کہ تری جلوہ گاہ مین
چھپ جاؤنگا مین پردۂ گردِ نگاہ مین

کیا ہو ذوق شہادت نے محو یہ دم قتل
لگے ہین زخم کہان جسم پر نہین معلوم
شب وصال ہون بوس و کنار سے محروم
دہن کہان ہی کدھر ہے کمر نہین معلوم
پڑا ہے [illegible] قاتل پر
کدھر کو اڑکے گیا تن سے سر نہین معلوم
شب وصال سر شام سے وہ کہتے ہین
کہ آج کیون نہین ہوتی سحر نہین معلوم
ادھر کو منھ جو نہین پھیرتا کبھی خورشید
یہ کس کا گرم ہی بازار ادھر نہین معلوم
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یارب
کسی کا حال کسی کی خبر نہین معلوم
خضر ہو راہبری ہی ثواب اے زاہد
کہ ہمکو بادہ فروشون کا گھر نہین معلوم
ہمیشہ نالۂ دل بے اثر ہے کیا باعث
یہ نخل کیون نہین لاتا ثمر نہین معلوم
جہان مین اب نظر آتا ہی رات دن اندھیر
فلک سے کیا ہوئے شمس و قمر نہین معلوم
بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثل گرد راہ آمیر
ہوا ہے قافلہ راہی کدھر نہین معلوم

تیرے جور و ستم اٹھائین ہم
یہ کلیجا کہان سے لائین ہم
جی مین ہی اب وہان نہ جائین ہم
دل کی طاقت بھی آزمائین ہم
نالے کرتے نہین یہ الفت مین
باندھتے ہین تری ہوائین ہم
اے لب یار کیا ترے ہوتے
لب ساغر کو منھ لگائین ہم
دل مین تم دل ہی سینہ سے خود گم
کوئی پوچھے تو کیا بتائین ہم
آب شمشیر یار اگر مل جائے
اپنے دل کی لگی بجھائین ہم
اب جو منھ موڑین بندگی سے تری
اے بت اپنے خدا سے پائین ہم
زندگی مین ہے موت کا کھٹکا
قصر کیا مقبرہ بنائین ہم
توبۂ مے سے کیا پشیمان ہین
ابر و دیکھکر گھٹائین ہم
دل مین ہی مثل مجمر و آتش
جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

چہرہ دکھا جو حسن کا شاہد ہی آئنہ
قرآن ضرور چاہیئے دست گواہ مین

اُس تُرک کجکلہ پہ اُٹھین کیون نہ اُنگلیان
اندازہ ماہِ نو کا ہے طرفِ کلاہ مین

دیکھو جاکے آنکھ تو دیکھو رقیب کو
چھُریان بھری ہوئی ہین تمھاری نگاہ مین

وہ ہون جو منزل چلا کبھی
گھیرا ادھر اُدھر سے بگولون نے راہ مین

کوچے سے تیرے اُٹھ گیا شاید ترا فقیر
کملی سی اک پڑی ہوئی دیکھی ہی راہ مین

اعضا تمام صوم مین رہتے ہین روزہ دار
روزے ہزار رکھتے ہین ہم ایک ماہ مین

پست و بلند دائرۂ عشق مین نہین
پائین و صدر ایک ہی اس بارگاہ مین

ہی راست رو وہی جو ہے دینِ رسولؐ پر
ہوتی ہی کوئی راہ غلط شاہراہ مین

غواص آئین بحر سے موتی نکالنے
پرتو اگر پڑے ترے دانتونکا چاہ مین

یون روے یار دیکھ کے مجروح دل ہوا
ہو جائے جیسے چاک کتان نورِ ماہ مین

مقراض دونون پاؤن ہین وحشت کے جوش مین
کچھ ماندگی سے کام نہین قطعِ راہ مین

نشہ کے ڈورے یار کی آنکھون مین ہین
یا چند سرخ پوش مکانِ سیاہ مین

وہ تو سُنتا ہی نہین ہی داد خواہی کیا کرون
اسکے آگے جاکے سر پھوڑون الٰہی کیا کرون

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس
چار دنکی زندگی مین بادشاہی کیا کرون

میرا محضر خون دیکھکر
سوچتا ہی اسپہ مین اپنی گواہی کیا کرون

دھوتے دھوتے آنسوؤن سے ہوگئین آنکھین سفید
بخت بد جاتی نہین تیری سیاہی کیا کرون

مجکو ساحل تک خدا ہی پہنچائیگا اے ناخدا
اپنی کشتی کی بیان تجھ سے تباہی کیا کرون

نزع مین آنکھین ملا کر یار نے مجھ سے کہا
اب تری آنکھو نہین دم ہی کم نگاہی کیا کرون

ترک لذت سے جُدائی مین زبان ہی آشنا
بادۂ صاف و کبابِ مُرغ' ماہی کیا کرون

شوق کہتا ہی پہونچ جاؤن مین اب کعبے مین جلد
راہ مین بتخانہ پڑتا ہی الٰہی کیا کرون

ہین جلوہ گر شرار تری دود آہ مین
یہ نجم چھپتے ہین کوئی ابرِ سیاہ مین
وہ توڑ اے فلک ہی مرے تیر آہ مین
چاہون تو رخنے ہون سپرِ مہر و ماہ مین
سمجھے سریر و تاج کو کچکول و بوریا
ہو فقر کا مزہ جو دلِ بادشاہ مین
آہ اُس دہن سے نکلے تو کیونکر حسین نہو
بنجاے ماہ میم جو مل جائے آہ مین
سایہ پڑا مگر مرے بخت سیاہ کا
یہ تیرگی نہ تھی تری زلفِ سیاہ مین
افعال نیک کے لیے اچھی جگہ بھی ہو
مے پیجئے تو چل کے کسی خانقاہ مین
آنے نہ دے حیا کو یہ ہی رات وصل کی
کیا کام غیر کا ہی تری جلوہ گاہ مین
دیوانہ تیرا آتا ہی لرزان ہین اہلِ شہر
تم کی دھاک سے ہی تزلزل سپاہ مین
کیون مثل رخ نہ ہمکو خطِ سبز ہو پسند
پھولونکی ہمکو آتی ہی خوشبو گیاہ مین
ہل زمانہ بنکے بگڑتے ہین کیسے جلد
ہی ماہ کو زوال و کمال ایک ماہ مین
ہم رہروانِ عشق کو محشر کا خوف کیا
پڑتے ہین ایسے کتنے ہی میدان راہ مین
زلفونکی آڑ مین نہین کرتے وہ چشمکین
بجلی تڑپ رہی ہی یہ ابرِ سیاہ مین
کیا سمجھے قدر ساغرِ جمشید کی وہ چشم
دُنیا نہین سماتی ہے جسکی نگاہ مین
تونے تو اے سیاہی شبہاے تارِ ہجر
دھبا لگا دیا مرے بختِ سیاہ مین
اُترے جو نشہ توبہ کرین ہم شراب سے
لغزش نہ تا زبان کو ہو عذرِ گناہ مین

آئے وہ گور پر جو ہوے دفن ہم امیر
جاگے نصیب سوئے اگر خواب گاہ مین

کس کام کی ہو آنکھ تری جلوہ گاہ مین
کیا احتیاج شمع تماشاے ماہ مین
ہین شوخیان یہی جو تمھاری نگاہ مین
بجلی گرے گی چار طرف جلوہ گاہ مین
محراب اُسکی تیغ کو سمجھا پڑھی نماز
پہونچا مین قتل گاہ مین یا عید گاہ مین
فریاد کس سے تیرے سوا ہی اجل کرین
ساتھی ہمارے چھوڑ گئے ہمکو راہ مین

ضعف کا پاس کرے دست جنون کیے ہوتے
یہ بہت دور گریبان سے ہم دیکھتے ہین
ہی اگر طالبِ مقصود تو مٹ جا اے دل
نفع تیرا ترے نقصان سے ہم دیکھتے ہین
حشر مین ہاتھ سے رضوا نکے اُسے بھی ہو نصیب
ذلتین جو ترے دربان سے ہم دیکھتے ہین
مظہرِ خاص تجھے حق نے بنایا ہے صنم
شان اُسکی تری ہر شان سے ہم دیکھتے ہین
رو ابرو پہ ہے منھ لال ہی چتون ہی پھری
آج اُنھین اور ہی سامان سے ہم دیکھتے ہین
جب نظر بندہ نوازی پہ تری جاتی ہے
مور کو بڑھ کے سلیمان سے ہم دیکھتے ہین
دل یہ کہتا ہی بدخشان مین شفق پھولی ہے
سُرخ جب ہونٹھ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین
خاک پر پلتے ہین غلطان اسی حسرت کے سبب
جو گُہر دور ترے کان سے ہم دیکھتے ہین
بار بار آتی ہی زلف اُس رُخ روشن کی طرف
ربط کافر کو مسلمان سے ہم دیکھتے ہین
ہو کہین لالہ و گل اور کہین شمس و قمر
ہر جگہ تمکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین
کُنہ باری کو پہونچ جائے دلا فکر سے تو
یہ تو باہر ترے امکان سے ہم دیکھتے ہین
ہر طرف اپنی ہی صورت ہمین آتی ہے نظر
آئینہ خانہ مین حیران سے ہم دیکھتے ہین
کیا سواری کسی قاتل کی پھری مقتل سے
لاشے آتے ہوئے میدان سے ہم دیکھتے ہین

مجھین سے نہین کاوش ہے حسینون کو امیر
چھیڑ پریون کو ہر انسان سے ہم دی

تیغ جلاد کو ارمان سے ہم دیکھتے ہین
موت کو اپنی عجب شان سے ہم دیکھتے ہین
اب بھی قاتل تجھے ارمان سے ہم دیکھتے ہین
زیر خنجر بھی اُسی آن سے ہم دیکھتے ہین
دیکھتے تھے رُخ اُمید کو جس حسرت سے
یاس کو بھی اُسی ارمان سے ہم دیکھتے ہین
سُنکے حالِ دلِ عشاق کو اِس کان سے وہ
صاف اُڑا دیتے ہین اُس کان سے ہم دیکھتے ہین
آنکھ آئینے سے کیون اُنکی پھری رہتی ہے
کیا یہ سمجھے ہین کہ حیران سے ہم دیکھتے ہین
مدح کرتا ہی جو تو غیر کی دانائی کی
پھر وہین منھ کو ترے نادان سے ہم دیکھتے ہین

کل گیا تھا پیش زاہد سوچتا ہون دل مین آج
خدمت پیر مغان مین عذر خواہی کیا کرون
فرض کر دم آہ رُک سکتی ہی تھم سکتے ہین شک
چھپ نہین سکتا ہی لیکن رنگ کا ہی کیا کرون

وہ مرے اعمال روز و شب سے واقف ہے امیر
پیش خالق ادّعاے بے گناہی کیا کرون

گلے مین ہاتھ تھے شب اُن پری سے راہین سیر
سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین
نکل کے چہرے پہ میدان صاف خط نے کیا
کبھی وہ شہر تھا ایسا کہ بند راہین تھین
فراق مین ترے عاشق کو جا کے کل دیکھا
کہ وہ تو ہیچ تھا کچھ اشک تھے کچھ آہین تھین
بگولے اب ہین کہ غربت ہی گور شاہان پر
سرون پہ چتر جلو مین کبھی سپاہین تھین
ہزارون لوٹ گئے کل اُٹھی جو وہ چلمن
خدنگ ہوے مژہ برچھیان نگاہین تھین
کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ
دگر نہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین
یہ ضعف ہی کہ نکلتی نہین ہین اب دل سے
کبھی فلک سے بھی اونچین ہماری آہین تھین
جگر مین ہجر کی کل چھچھ رہی تھین کچھ پھانسین
اگر جو غور سے دیکھا تری نگاہین تھین
پہونچ گئے سر منزل چلے جو چال نئی
اُنھین مین پھیر تھا دیکھی ہوئی جو راہین تھین
فلک کے دور سے دُنیا بدل گئی ورنہ
جہان بنے ہین یہ میخانے خانقاہین تھین
یہ ضعف ہے کہ ہلنا گران ہی قدمون کو
سُبکروی مین کبھی انکو دستگاہ
رُباعیان مری چوگوشیہ کلاہین تھین

حسین زر کے ہین طالب کہ اب ہین گرد امیر
غریب ہم تھے تو یہ پیار تھا نہ چاہین تھین

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین
ل ہی واقف ہی جس ارمان سے ہم دیکھتے ہین
داغ سے بڑھ کے نہین دل مین کسیکا جلوہ
گھر کی رونق اسی مہمان سے ہم دیکھتے ہین
ہو پری تو نہین پریون کی مگر خو تجھ مین
اُنس تجکو بہت انسان سے ہم دیکھتے ہین

اُس دل کا مبتلا ہون جو رکھتا ہو داغِ عشق
پروانۂ چراغِ حریمِ خدا ہون مین
کشتہ کیا ہی مجکو محبت کے جوش نے
مذبوحِ خنجرِ نگہِ آشنا ہون مین
اعضائے تن کو ایک ہو زخمون کا اشتیاق
آہن ہو تیغ یار تو آہن رُبا ہون مین
کہتی ہو ہر پلک تری زُلفِ دراز سے
چھوٹے سے قد پہ میرے نجانا بلا ہون مین
رُسوا ہوے جو آپ تو میرا قصور کیا
جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بے خطا ہون مین
زندہ کیے ہین مین نے دلِ مُردہ سیکڑون
فیضِ سخن سے عیسیٰ مُعجز نما ہون مین
مقتل ہی میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز
دل سے ادا یہ کہتی ہی تیری قضا ہون مین
لذّت ہی آب تیغ مین آبِ حیات کی
زندہ بسانِ خضر ہون گو مر چکا ہون مین

مانند سبزہ اِس چمنِ دہر مین امیر
بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

دامن سے لوگ اُسکے اکثر لگے ہوئے ہین
کوچے مین سیکڑون کے بستر لگے ہوئے ہین
کیونکر نہون نگاہین قاتل کی تیز ایسی
پُتلی کی سان پر یہ خنجر لگے ہوئے ہین
نکلین گے حشر کے دن ہم ناتوان کیونکر
قبرون کے مُنھ پہ بھاری پتھر لگے ہوئے ہین
کیا دیکھے عاشقون کے وہ داغدار سینے
پھولونکی کشتیون مین زیور لگے ہوئے ہین
یارب ہی کسکی آمد جو شہر مین ہے شادی
صندل کے آج چھاپے گھر گھر لگے ہوئے ہین
چاہی جو مین نے عُجلت بولا بگڑ کے قاصد
اُڑ جاؤن کسطرح مین کیا پر لگے ہوئے ہین
کیا حالِ دل سُناؤن جاسوس اُس پری کے
آواز میری سُننے در پر لگے ہوئے ہین
نالے وہ باری باری عُشاق کے پڑھین گے
عُجلت سے کچھ نہ ہو گا نمبر لگے ہوئے ہین
مین جانتا ہون بلبل جو ہی تری حقیقت
اک مُشت استخوان مین دو پر لگے ہوئے ہین
بڑھتا ہی آبرو مین کیا آنسوؤن سے میرے
کون ایسے لعل تجھ مین گوہر لگے ہوئے ہین
ہی حکم یار کوئی میری طرف نہ دیکھے
یہ اشتہار اب تو گھر گھر لگے ہوئے ہین

شکل آئینہ بنایا ہی ہمین حیرت نے
دیکھتے ہین جسے حیران سے ہم دیکھتے ہین
شک یہ ہوتا ہی کہ حلقے مین ہی ناگن کے یہ مَن
زلف اپنی جو ترے کان سے ہم دیکھتے ہین
جان باقی نہین گو دل مین ہمارے لیکن
تجھپہ قربان ہو سو جان سے ہم دیکھتے ہین
خط نمایان کبھی کرتا ہی کبھی خال وہ رُخ
روز اک معجزۂ قرآن سے ہم دیکھتے ہین
بھر گیا جی غمِ دلدار سے شاید اے دل
کچھ کشیدہ تجھے مہمان سے ہم دیکھتے ہین
رشک ہوتا ہی کہ شاید ہی تمہارا عاشق
تنگ ایمان جسے جان سے ہم دیکھتے ہین
ساغرِ بادہ بھی ہی جام جہان مین ساقی
سیرِ عالم ترے احسان سے ہم دیکھتے ہین
جی مین آتا ہی کرین ہاتھ کلائی سے قلم
جب الگ اُسکو گریبان سے ہم دیکھتے ہین
ہو گیا بس کچھ آئین مین کہ اب غیرون کو
جھک کے ملتے ترے دربان سے ہم دیکھتے ہین
لحن داؤد سے آہن جو ہوا موم تو کیا
دلکو پانی تری ہر تان سے ہم دیکھتے ہین
عرش کا حال دلِ صاف سے آتا ہے نظر
رفعتِ بام کو دالان سے ہم دیکھتے ہین
دوربینی کہین کیا چشمِ بصیرت کی امیر
صاف سیرِ قدمِ امکان سے ہم دیکھتے ہین

بخت سیہ سے گو کہ گلیم گدا ہون مین
شاہون کے سر پہ سایۂ بالِ ہما ہون مین
صحرا مین مثل موج ہوا گم نما ہون مین
دریا مین نقش آب کی صورت فنا ہون مین
واکردہ چشم دل صفتِ نقش پا ہون مین
ہر رہگذر مین راہ تری دیکھتا ہون مین
مطلب جو اپنے اپنے کہے عاشقون نے سب
وہ بُت بگڑ کے بول اُٹھا کیا خدا ہون مین
ای انقلاب دہر مٹاتا ہے کیون مجھے
نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین
وحشت مین گو کہ قیس سے بڑھ کر نہین مگر
اتنا کہونگا ایک وہ تھا دوسرا ہون مین
اُفتادگی مین اُس نے نہ سمجھا جُدا مجھے
سایہ صفت قدم بقدم زیر پا ہون مین
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا
عقدہ یہ آج تک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین

قاضی بھی اب تو آئے ہین بزم شراب مین
ساقی ہزار شکر خدا کی جناب مین

جا پائی خط نے اُسکے رُخِ بے نقاب مین
سورج گہن پڑا شرفِ آفتاب مین

دامن بھرا ہوا تھا جو اپنا شراب مین
محشر کے دن بھگلائے گئے آفتاب مین

رکھا یہ تمنے پلے حنائی رکاب مین
یا پھول بھر دیے طبقِ آفتاب مین

تیر دعا نشانے پہ کیونکر نہ بیٹھتا
کچھ زور تھا کمان سے سوا اضطراب مین

وہ ناتوان ہون قلعۂ آہن ہو وہ مجھے
گر دے جو کوئی بند مکانِ حباب مین

حاجت نہین تو دولت دنیا سے کام کیا
پھنستا ہے تشنہ دام فریبِ سراب مین

مثلِ نفس نہ آمد و شد سے ملا فراغ
جبتک رہی حیات رہے اضطراب مین

سرکش کا ہی جہان مین دوران سر مآل
کیونکر نہ گردباد رہے پیچ و تاب مین

چاہے جو حفظ جان تو نہ کر اقربا سے قطع
کب سوکھتے ہین برگِ شجر آفتاب مین

دل کو چلا تصور حسنِ ملیح سے
ہوتی ہے بے نمک کوئی لذت کباب مین

ڈالی ہین نفس شوم نے کیا کیا خرابیان
موذی کو پال کر مین پڑا کس عذاب مین

اللہ رے تیز دستی مژگان رخنہ گر
بیکار بند ہو گئے اُنکی نقاب مین

چلتا نہین ہے ظلم تو عادل کے سامنے
شیطان ہی پردہ ور کہ ہین مہدی حجاب مین

کچھ ربط حسن و عشق سے جائے عجب نہین
بلبل بنے جو بلبلہ اُٹھے گلاب مین

چومے جو اُسکا مصحفِ رُخ زلف مین پھنسے
مارِ عذاب بھی ہی طریقِ ثواب مین

ساقی کچھ آجکل سے نہین بادہ کش ہین ہم
اس خاک کا خمیر ہوا ہے شراب مین

فرقت مین میرے دل کے ڈرانے کیواسطے
مشعل ہے برق کی کفِ دیو سحاب مین

جب نامہ بر کیا ہے کبوتر کو ای امیر
اُس نے کباب بھیجے ہین خط کے جواب مین

راحت کہان ہے اسکو جو ہے پیچ و تاب مین
دیکھا نہ پائے موج کو کفش حباب مین

مجھ بینوا گدا کو پوچھے امیر وہ کیا
شاہون کے اُس گلی مین بستر لگے ہوے ہین

جب خوبرو چھپاتے ہین عارض نقاب مین
کہتا ہے حسن مین نہ رہون گا حجاب مین

بے قصد لکھدیا ہی گلہ اضطراب مین
دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین

بجلی چمک رہی ہی فلک پر سحاب مین
اب دخترِ رز کو چین کہان ہی حجاب مین

اللہ رے میرے دل کی تڑپ اضطراب مین
گھبرا کے کروٹین لگے لینے وہ خواب مین

مہمان کے ساتھ کھانیکا ہوتا نہین حساب
ہم تم کباب کھائین ڈبو کر شراب مین

ای برق تو ذرا ابھی تڑپی ٹھہر گئی
یان عمر کٹ گئی ہی اِسی اضطراب مین

ملنے کا وعدہ منھ سے تو اُنکے نکل گیا
پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنس کے خواب مین

دو کی جگہ دیے مجھے بوسے بہک کے چار
تھے نیند مین پڑا اُنھین دھوکا حساب مین

قاصد ہی قول و فعل کا کیا اُنکے اعتبار
پیغام کچھ کہا ہے لکھا کچھ جواب مین

ترغیب میرے قتل کی دو اُنکو ہمدمو
ہے کار خیر تم بھی ہو داخل ثواب مین

کیا آہ کی ہوا سے ہوا ہل گئے جو دو
اُٹھتا مزہ جو بند نہوتے نقاب مین

سمجھے ہین دلمین کیا جو یہ گلرو ہوا مین ہین
مہمان چار دن کا ہی جوبن شباب مین

سمجھا ہے تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال
واعظ بتا یہ مسئلہ ہے کس کتاب مین

خونخوار ہے وہ مست ملے گا بڑا مزہ
قیمہ مرے جگر کا ملا دو کباب مین

کام آئی کیسی ظلمتِ عصیان بروزِ حشر
سایہ ہمارے سر پہ رہا آفتاب مین

دیکھا کیا جو دفترِ آفاق بعد جمع
ہم سے پہلے ہو گئے نظری انتخاب مین

منظور قید و قتل جو ہو حکم دیجیے
ہی یہ گناہگار بھی حاضر جواب مین

دامن مین اُنکے خون کی چھینٹین پڑین امیر
بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

پروا نہین جو آنے پاتے نہین ہین شب بھر
ہم خواب مین تمھاری محفل کو دیکھتے ہین
کیون منھ بنا رہے ہو بوسے کے مانگنے پر
خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
لیلیٰ کو دیکھکر جو بیخود نہین ہوئے ہین
ناقے کو دیکھتے ہین محمل کو دیکھتے ہین
دُنیا اَمیر ساری ہے محفلِ مشائخ
دیتا ہے جان اُسپر جس دل کو دیکھتے ہین

شمشیر ہو سنان ہو کسے دون کسے ندون
اِک جان ناتوان ہو کسے دون کسے ندون
مہمان اِدھر ہُما ہو اُدھر ہو سگِ حبیب
اِک مُشتِ استخوان ہو کسے دون کسے ندون
دربان ہزار اُسکے یہان ایک نقد جان
مال اِس قدر کہان ہو کسے دون کسے ندون
بُلبُل کو بھی ہو پھولونکی گلچین کو بھی طلب
حیران باغبان ہو کسے دون کسے ندون
سب چاہتے ہین اُس سے جو وعدہ وصال کا
کہتا ہو اِک زبان ہو کسے دون کسے ندون
شہزادی دُختِ رز کے ہزارون ہین خواستگار
چپ مُرشدِ مُغان ہو کسے دون کسے ندون
یارون کو بھی ہو بوسے کی غیرونکو بھی طلب
ششدر وہ جانِ جان ہو کسے دون کسے ندون
دل مجھ سے مانگتے ہین ہزارون حسین اَمیر
اِکتا یہ ارمغان ہے کسے دون کسے ندون

تصور ایک بحرِ حسن کا یون ہو مرے دل مین
روان رہتا ہو دریا جسطرح آغوشِ ساحل مین
ہوائے زلفِ جانان نے نہ چھوڑا مر کے بھی پیچھا
قیامت مین بھی ہم جکڑے ہوئے آئے سلاسل مین
شرابِ سُرخ شیشے مین نہین ہے یار اے ساقی
بھرا ہو خونِ بسمل یہ گلوے مُرغِ بسمل مین
تمنائے شہادت مین مرکر بھی ہوئی راحت
تڑپ کر خلد سے پھر آرہا مین کوئے قاتل مین
ترا خالِ ذقن دیکھا تو ہمکو یہ خیال آیا
فرشتونکی جگہ ہے قیدِ زہرہ چاہِ بابل مین
کیا جوہر نے مجھے جسدم نکھر کر روبرو آیا
بجا ہے تیغ آئینہ ہو لازم دستِ قاتل مین
رہِ صحرائے ہستی کو یہ آسانی سے کاٹے گا
تری تلوار کا دم آگیا ہو تیرے بسمل مین

ساقی مسیح وقت ہی بزم شراب مین
دیتا ہے بھر کے مے قدح آفتاب مین

دریا سے حل یہ مسئلہ ہی ہم چاہیے
دیکھو ملا صدف مین خلا ہے حباب مین

دل صاف ہو تو کشمکشِ دہر کیا کرے
شعلہ ہی کب دھوئین کیطرح پیچ و تاب مین

دُنیا بھی دین ہی جو ہو لذت بشر سے ترک
کیون ہو حرام نشہ نہ ہو جب شراب مین

مُردہ جو اہلِ دل ہون تو زندہ اُنھین سمجھ
عارف کی آنکھ رہتی ہی بیدار خواب مین

دریا مین ہو گیا ہی نہانے سے اُنکو عشق
شاید ہے نقشِ حُبّ کا اثر نقشِ آب مین

خط اُسکے روئے صاف پہ نکلا غضب ہوا
مانند ماہ داغ لگا آفتاب مین

رکھ دیکھ بعد مرگ بھی میرے گلے پہ تیغ
طاقت ہی جذب آب کی مُردہ سحاب مین

دکھلاتے ہین وہ وقت گزک معجزِ مسیح
ہونٹون سے جان پڑتی ہی مرغِ کباب مین

پروا نہین ہی ہمکو اگر ہین قفس مین بند
صیاد سیرِ باغ کی کرتے ہین خواب مین

پیری مین یہ جھکی ہوئی پلکون کا حال ہے
دیوارین جیسے خم ہون مکانِ خراب مین

لکھا ہی مین نے دیدۂ گریان کا اپنے حال
جذّاب چاہیے کوئی کاغذ کتاب مین

میخانے مین جو آئے تو ناصح رہے خموش
دم مارنے کی جا نہین انسان کو آب مین

پیاسون کو خاک سیر کریگا یہ آسمان
چشمہ تو ہے پر آب نہین آفتاب مین

زاہد کو فیضِ صحبتِ رندان سے کیا امیر
عالم کبھی نہ رہ کے ہو کیڑا کتاب مین

•

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین
دل ہمکو دیکھتا ہے ہم دل کو دیکھتے ہین

واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین
کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین

ہر چند ماندگی نے ہمکو بٹھا دیا ہے
صد شکر دُور سے تو منزل کو دیکھتے ہین

آنکھون کو بند کرلین خالق سے لو لگائین
کیون غرق ہونیوالے ساحل کو دیکھتے ہین

شوقِ نظارہ دیکھو پٹی ہوئی ہو عینک
آنکھین ہین بند لیکن قاتل کو دیکھتے ہین

ل مُردہ سحاب اصح

تڑپتا ہے دل صیاد بھی اس کے تڑپنے پر
قیامت کا اثر ہے اضطراب مرغ بسمل مین
بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہی اے دل
جہان آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل مین
دہان زخم نے کس کس مزے سے اسکو چوسا ہی
لب شیرین کی لذت ہی زبان تیغ قاتل مین
جدا ہوتی نہین گردن سے قاتل زور کرتا ہی
زبان تیغ نے لذت یہ پائی خون بسمل مین
ذرا محمل سے ہٹکر خاک اڑا او بے ادب مجنون
خیال اتنا تو کرنا چاہیے ہے کون محمل مین
کرامت ہی کوئی ساقی کہ تیری چشم میگون ہی
چھکایا ایک پیمانے سے تونے سب کو محفل مین
لگا کر وار اوچھا پھر نہ دیکھا اسطرف تمنے
قضا روتی رہی بیٹھی ہوئی پہلوئے بسمل مین
اجازت چاہتی ہی کس سے پروانونکے آنیکی
تڑپتی ہی عرض بجلی کی طرح جو شمع محفل مین
نہ آمادہ ہوا ہو کوئی غمزہ اسکا شوخی پر
الٰہی تیز بجلی سی چمکتی ہی مرے دل مین
امیر اسکی تجلی گاہ ہی دنیا جو آنکھین ہون
ہی گل ہی گلستان مین وہی ہے شمع محفل مین

بے حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہین
شوق دیدار مین آنکھون سے حباب آتے ہین
اشک آنکھون مین مرے گرم شتاب آتے ہین
شہسواران عدم پا برکاب آتے ہین
یاد وہ ولولۂ عہد شباب آتے ہین
جوش کیا کیا ہمین ہنگام خضاب آتے ہین
پی کے مے جذب یہ مجھ رند کا بڑھ جاتا ہی
اڑ کے منھ تک صفت مرغ کباب آتے ہین
سطرح مجلس زہاد مین جاتا ہون مین رند
متقی جیسے سوئے بزم شراب آتے ہین
بیخبر دیکھ کے مُردون کو یہ کہتی ہے زمین
جو یہان آتے ہین مست مے خواب آتے ہین
جو تہ گنبد تسلیم و رضا بیٹھ رہے
لب سے انکے سوالونکے جواب آتے ہین
سُم رہوار سے روندینگے وہی خاک مزار
تا در گور جو ہمراہ رکاب آتے ہین
صفت شمع سحر جو تری محفل سے ہین دور
موت کے انکو پسینے دم خواب آتے ہین
موت آتی ہی کہ آتی ہی سواری انکی
کئی جلاد بھی ہمراہ رکاب آتے ہین

جگہ تربت ہی کی تھوڑی سی ملے بعدِ فنا مجکو
فلک میرا بھی حق ہی کچھ زمینِ کوئے قاتل مین

یہ کسکی نوکِ مژگان کا تصور آنے والا ہے
کھٹک جاتا ہی اک کانٹا سا جو ہردم مرے دل مین

نکالے رنگ کو جاہل نہین پر قابل صحبت
طلب ہوتا ہی کب طاؤس بہرِ رقص محفل مین

تڑپتے ہین کہ شوقِ قتل مین یہ رقص کرتے ہین
تماشا بسملون کا ہو رہا ہی کوئے قاتل مین

یہ کیون گھبرا رہے ہین کچھ سبب اسکا نہین کھلتا
کبھی جاتے ہین آنکھون مین کبھی آتے ہین وہ دل مین

چھری کو تیرے ای صیاد ابتک بیقراری ہے
کوئی رگ رہگئی ہی کیا گلوے مرغِ بسمل مین

تقاضا جان نثاری کا یہ ہی ایذا نہوا اُسکو
خوشی سے کاٹ کر سر اپنا رکھدین دستِ قاتل مین

ہزارون قیس مشرب ساتھ پھرتے ہین بیابان مین
مرے دل مین خیالِ یار یا لیلی ہے محمل مین

کبھی غمزہ اگر تیغِ نگہ کو روک لیتا ہے
تو پلکون سے چبھو جاتے ہین وہ نشتر مرے دل مین

جہان ظلمت تھی میرے گھر شبِ فرقت سمٹ آئی
دھوئین کا نام اب باقی نہین ہی چاہِ بابل مین

بمشکل ضعف مین پہونچا ہون میدانِ شہادت تک
جمانے دے قدم اے دردِ پہلو کوئے قاتل مین

عروسِ مرگ تیری تیغ کا منھ چوم لیتی ہے
نکلتی ہے لگا کر جب یہ غوطہ خونِ بسمل مین

نکلجائے ترا تیر آکے پہلو سے یہ کیا ممکن
ابھی ای ترک اتنی جان باقی ہی مرے دل مین

امیر ابتک نہین کھلتے جو اُسکی تیغ کے جوہر
توقف کیون ہی کیا منہدی لگی ہی دستِ قاتل مین

کسی مہرہ شمائل کا تصور ہی مرے دل مین
منجم یا قمر کا ہی گذر خورشید منزل مین

قدم رنجہ تو فرماؤ کوئی رہنے نہ پائے گا
نکلجائینگی جتنی آرزوئین ہین مرے دل مین

بچیگی خوب ای قاتل غضب کا رنگ لائے گی
منگائی ہی جو منہدی پیس اُسکو خونِ بسمل مین

نہین کرتا کبھی پروائے جنت ای گلِ خوبی
نہایت پائی ہمنے بے نیازی تیرے سائل مین

یہی حیرت کا عالم ہی تو نظارہ کہان مجنون
نکل بھی آئے محمل سے تو پھر لیلی ہی محمل مین

دوئی اٹھ جائے تو جھگڑا کہان شیخ و برہمن کا
بت آئین سجدے کرتے شوق سے اس کعبۂ دل مین

حرص و ہوا کو حدِّ جہان سے نکال دون
دو دن کو مین جہان مین اگر بادشاہ ہون

ہفتے مین ایک دن تو مرے گھر مین آئیے
امیدوار رحمت گاہ گاہ ہون

رہتا ہے صبح و شام گناہون کا سامنا
فارغ جو اس سے ہون تو کبھی عذرخواہ ہون

غیر از چراغ غول نہین کوئی پیش و پس
تاریک شب مین رہرو گم کردہ راہ ہون

تاب و توان نہ مجھ مین نہ عقل و حواس و ہوش
شکل آدمی کی صورتِ مردم گیاہ ہون

کہتا ہی روئے یار یہ خطِ سیاہ سے
تو ہالہ ماہ کا ہے مین ہالے کا ماہ ہون

لاغر یہ عشق موئے کمر نے کیا مجھے
پنہان نگاہِ خلق سے مین مثل آہ ہون

دست کشادہ ہے سبب تنگی معاش
دریا دلی سے اپنے مین محبوس چاہ ہون

اس قلزمِ جہان مین سفینہ ہے میری ذات
سارا جہان ہو غرق اگر مین تباہ ہون

رکھتا نہین ہی فرق سرِ مو مرا سخن
گویا زبان خامۂ صنع الٰہ ہون

مدّنظر ہے صاحب جوہر کا مجکو حفظ
مثل نیام تیغ کے حق مین پناہ ہون

روضہ رسولؐ کا ہے اگر بارگاہِ حق
مین بھی امیرِ خاک درِ بارگاہ ہون

خیالِ لب مین ابرو دیدہ ہائے تر برستے ہین
یہ بادل جب برستے ہین لبِ کوثر برستے ہین

خدا کے ہاتھ ہے چشمون مین ہے آب آبرو اپنی
بھرے بیٹھے ہین دیکھین آج وہ کسپر برستے ہین

ڈبو دینگی یہ آنکھین بادلونکو ایک چھینٹے مین
بھلا برسین تو میرے سامنے کیونکر برستے ہین

کبھی آہین کبھی ہین سختی ایام سے نالے
ہوا چلتی ہی بجلی گرتی ہی پتھر برستے ہین

جہان ان ابروؤن پر میل آیا کٹ گئے لاکھون
یہ وہ تیغین ہین جنکے ابر سے خنجر برستے ہین

لبِ شیرین سے ایسی سخت باتین میری تربت پر
کہ گویا کوہکن کی قبر پر پتھر برستے ہین

چھلکے بہتے ہین مے سے جوش پر ہی رحمتِ ساقی
ہمارے میکدے مین غیب سے ساغر برستے ہین

جو ہم برگشتہ قسمت آرزو کرتے ہین پانی کی
زہے بارانِ رحمت چرخ سے پتھر برستے ہین

مرگ کے بعد نہ آئینگے کبھی ہم اُنھین یاد
جن حسینون کے تصوّر دمِ خواب آتے ہین

غیر منھ پر نہ چڑھے کھینچتے ہین ہم نالے
کہو ابلیس ہٹے تیرِ شہاب آتے ہین

سوزشِ دل سے یہ جلتی ہین ہماری آنکھین
اشک منھ پر صفتِ اشکِ کباب آتے ہین

ہجرِ ساقی مین کبھی دل کبھی جلتا ہے جگر
ہر طرح سے مرے حصّے مین کباب آتے ہین

راتین وصل کی یاد آتی ہین اُڑ جاتے ہین ہوش
غش پہ غش ہجر کی شب مین دمِ خواب آتے ہین

یہ قضا ہی کہ ادا آپ کی سُبحان اللہ
صف اُلٹتی ہی جو مسجد مین جناب آتے ہین

نہین جاتے کبھی پیری مین جوانی کے خیال
صُبح کو یاد مجھے رات کے خواب آتے ہین

کرتے ہین ہجر کے پیغام مرا دل زخمی
تیر آتے ہین کہ نامون کے جواب آتے ہین

عملِ بد جو ہوے ہم سے سیہ کاری مین
گور مین بنکے وہی مار عذاب آتے ہین

یون نہو دیدۂ تر یار کو رحم آہی گیا
خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہین

دھیان بیجا ہی بطِ مے کی ہم آوازی کا
ایسے نغمے تجھے کب مرغِ کباب آتے ہین

پانون تھکتے ہین کوئی بحر جہان مین اُنکے
سر اُٹھائے ہوے جو مثل حباب آتے ہین

جوشِ وحشت مجھے ہر سال نیا آتا ہی جوان
ب بہار آتی ہی ایام شباب آتے ہین

ہم ترے کوچے مین آئے تو کیا کون گناہ
لوگ کعبے مین بہ [illegible] ب آتے ہین

حال افلاک دلِ صاف مین آئینہ ہے
ایک قطرے :

دھیان بندھتا ہی جو اُس عارض و گیسو کا امیر
متصل لخلخۂ مشک و گلاب آتے ہین

عینک ہون خواہ آئینۂ دیدہ شناسا ہون
جیسا ہون پیشِ چشم ہون پیشِ نگاہ ہون

با وصف بخت تیرہ مین روشن نگاہ ہون
سرمہ وہ ہون کہ سرمۂ چشمِ سیاہ ہون

منکر ہو میرے قتل سے قاتل جو روزِ حشر
بولے زبانِ تیغ کہ مین گواہ ہون

کر دینگے اشک گرم مرے مجکو رو سپید
گو روسیاہ ہون مگر ابرِ سیاہ ہون

چلو امیر چلو تا کجا اقامتِ دہر
مسافرانِ عدم انتظار کر ہین

کیون نہ موسیٰ کو خطر ہو شوقِ برقِ طور مین
مشکلین پڑتی ہین سالک کو حجابِ نور مین
روزِ حشر ایسی جلن ہوگی دلِ محرور مین
بھاگ کر ڈوبے گا دوزخ چشمۂ کافور مین
خاکسارون کی ہو ذلت دیدۂ مغرور مین
مال کیا ظرفِ گلی ہے مجلسِ فغفور مین
ہم ہون یا موسیٰ ہون کوئی دیکھ سکتا ہو اُسے
پردے حیرت کے پڑے ہین جلوہ گاہِ طور مین
کیا تماشا ہو اسے سمجھے ہین غافل جلترنگ
جامِ چینی رو رہے ہین ماتمِ فغفور مین
حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے
دار بھی ہو شاخِ سدرہ دیدۂ منصور مین
گور مین چونکاے یہ عبرت پکاری بار بار
ہوشیاری شرط ہو غافل شبِ دیجور مین
نزع کے وقت آدمی سے ہل سکین کیا ہاتھ پاؤن
شام کو باقی نہین رہتی سکت مزدور مین
بُت تراشون پر پڑین پتھّر کیا پھر جلوہ گر
چھپ رہے تھے بُت خدا سے ڈر کے سنگِ طور مین
گھر بنایا ہو یہ کس کا قصرِ تن ہے بے ثبات
جھونکنی ہو خاکِ عبرت دیدۂ مزدور مین
شیخ کو تھوڑا نہ جانو یہ بڑا مکّار ہے
ساری دُنیا چھوڑ بیٹھا ہو تلاشِ حور مین
منزلِ مقصود کی مستونکو دکھلاتی ہو راہ
خضر بن بیٹھی ہو سبزی دانۂ انگور مین
اُنسے کہتی ہو حیا اتنا جو میرا پاس تھا
نور بن کر چھپ رہی ہوتی نگاہِ حور مین
محتسب کے لاکھ احسان کہ خوشے کی طرح
کاٹ کر مستونکے سر لٹکا دیے انگور مین

ہو اگر گردون مخالف غم نہین مجکو امیر
ہون مین ظلِّ دامنِ شاہِ ابو المنصور مین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہو تنِ محرور مین
جاے ہیزم استخوان جلتے ہین اس تنور مین
رنگ پریون کا جدا لطف اور ہو اُس حور مین
ہو زمین و آسمان کا فرق نار و نور مین
جان جاتی ہو خیالِ عارضِ پُر نور مین
ڈوبتی ہو میری کشتی چشمۂ کافور مین

غضب کا ابر خون افشان ہوا بر تیغ قاتل بھی
روان ہی خون کا سیلاب لاکھون سر برستے ہین
سمائے ابر نیسان خاک مجھ گریا نکی آنکھون مین
اک بلکون سے یہان بھی متصل گوہر برستے ہین

وہان ہین سخت باتین یان آمیز آنسو پر آنسو ہین
تماشا ہے ادھر موتی اُدھر پتھر برستے ہین

عروس مرگ پر جو دل نثار کرتے ہین
لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین
وہ شانہ بالون مین کیا بار بار کرتے ہین
لباس زیست مرا تار تار کرتے ہین
جو سیدھی طرح سے آنکھین وہ چار کرتے ہین
ہزار تیر کلیجے کے پار کرتے ہین
جو راہ چلتے ہین وہ ملکے پانوُن مین مہندی
زمین کو صفحۂ نقش و نگار کرتے ہین
موے یہ بھی لحد اپنی ہے تختۂ نرگس
ہزار آنکھ سے ہم انتظار کرتے ہین
ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی
وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
مزے بتو نکے تو خود لوٹتے ہین حضرت دل
خدا سے مفت مجھے شرمسار کرتے ہین
دل و جگر نکلتا تو بھی میرے سینے سے
تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین
یت مرے خاک ہوا خاک ہو گئی برباد
وہ موت کا بھی نہین اعتبار کرتے ہین
نہ شاخ گل ہی مراد ل نہ دامن مے خوار
بہار مین سے کیون داغدار کرتے ہین
مین بادہ کش ہون وہ وحشی کہ کھینچے ساقی
لگا کے شیشے مجھے سنگسار کرتے ہین
خدا نے آن حسینون کو دی ہی اور ہی کیا
بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین
صاف دل ہین قابت کا کچھ خیال نہین
جو ہمکو پیار کرے اُسکو پیار کرتے ہین
طلسم گنج بھی آتا ہے جب نظر ہمکو
وہ مُردہ دل ہین گمان مزار کرتے ہین
کبھی تو ان سے جو کرتا ہون وصل کی خواہش
خدا کے فضل کا امیدوار کرتے ہین
گلہ نہین جو اُڑاتے ہین تیغ کے ٹکڑے
یہ ترک ایک سے مجکو ہزار کرتے ہین
فلک کے قصر سے ہوا اور کیا ہمین حاصل
فقط نظارۂ نقش و نگار کرتے ہین

رہے دماغ اگر آسمان پہ دور نہین
کہ تیرے کوچے مین مشتِ غبار ہم بھی ہین

کہو کہ نخلِ چمن ہمسے سرکشی نہ کرین
نہین کی طرح سے باغ و بہار ہم بھی ہین

ہمارے آگے ذرا ہو سمجھ کے زمزمہ سنج
یہ اک نغمہ سرائے ہزار ہم بھی ہین

کہانتک آئنے مین دیکھ بھال ادھر دیکھو
کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہین

شراب منھ سے لگاتے نہین ہین اے زاہد
فراق یار مین پرہیزگار ہم بھی ہین

ہمارا نام بھی لکھ لو جو ہے قلم جاری
قدیم آپ کے خدمتگزار ہم بھی ہین

ہما ہین گرد مری ہڈیون کے آٹھ پہر
سگ آ کے کہتے ہین امیدوار ہم بھی ہین

جو لڑکھڑا کے گرے تو قدم پہ ساقی کے
امیر مست نہین ہوشیار ہم بھی ہین

چار ابرو ہین ترے حسن مین بہتر چارون
کیا رباعی ہو کہ مصرع ہین برابر چارون

کس گلِ تر کا مین کشتہ تھا کہ مرقد پہ مرے
سب نکلے چارچمن گوشۂ چادر چارون

ایک دم حکمِ خدا مجکو فراموش نہین
دل پہ لکھے ہین سماوی ہین جو دفتر چارون

کیا ہوا چار عناصر جو پریشان ہے آج
دم مین ہو جائینگے اک جا دمِ محشر چارون

ہاتھون پانؤنکا بھروسا تھا سو وہ بھی تہِ خاک
ہوگئے مجھ سے جدا وائے مقدر چارون

ابر مژگان کی شبِ ہجر جو بارش ہے یہی
گھر کی دیوارین گرلے گا مقرر چارون

زہرہ و مشتری و شمس و قمر وقتِ نثار
گرد پھرتے ہین ترے باندھ کے چکر چارون

تندرستی کی کہان فرقتِ جانان مین امید
حد اصلاح سے اخلاط ہین باہر چارون

حق تو یہ ہے کہ ہین تیرے درِ دولت کے گدا
خسرو و قیصر و دارا و سکندر چارون

خاک ہین لعل و زمرد ہون کہ یاقوت و عقیق
ہون غنی میری نظر مین ہین یہ پتھر چارون

بطنِ مادر بغلِ گور مکان باغ بہشت
اپنے بندونکو خدا نے یہ دئیے گھر چارون

ہے امیر احمدِ مرسل کے جو ہین چار وزیر
چار یاری ہون مجھے ہین وہ برابر چارون

چاہتا ہی ایک دم مین طی کرے ہستی کی راہ
آج ایسی آگئی طاقت ترے رنجور مین

اپنی طاعت کی جزا چاہے جو خالق سے بشر
پیسے محنت سے اجورہ دے کفِ مزدور مین

جمع مال انسان تو کیا جو انکو کرتا ہے تباہ
شہد دلواتا ہے آتش خانۂ زنبور مین

فرش استبرق کی کچھ حاجت نہین ای باغبان
بادہ کش ہین پڑ رہین گے سایۂ انگور مین

ہین اگر پھولون خلش سے آسمان پیدا کرے
خار ہر غنچے مین جیسے نیش ہے زنبور مین

سچ ہی اہل درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط
اشک رہتے ہین لباب دیدۂ ناسور مین

کشتگان عشق سے کہتی ہی تیغ حسن یار
شربت دیدار کا چشمہ ہے کوہ طور مین

ساقیا کیون دمبدم یہ خشک وہ شاداب ہے
خون تن مستون کا شاید بھر دیا انگور مین

سچ ہی انسان کو مصیبت مین خدا آتا ہی یا
موت کا دھیان اکثر آتا ہی دل رنجور مین

میری بزم عیش مین رویا ہی یہ جی کھول کر
ایک قطرہ خون نہین باقی تن طنبور مین

داغ سے ہی سینۂ پرسوز عاشق کا فروغ
گردۂ نان آئنہ ہے خانۂ تنور مین

داغ الفت کھائیے جاتی جوانی ہے تو کیا
چاہیے شب بھر چراغ ای دل شب دیجور مین

رات دن مین لاکھ بار اُٹھ اُٹھ کے رہجاتا ہی پھر
درد شاید قید ہی میرے دل رنجور مین

عیب سلطان کیا ضرورت ہی رعیت مین بھی ہو
ننگ ہی رہتے تھے کیا سب کشور تیمور مین

ترک کر لذت اگر چاہے جہان مین عافیت
شہد آتش سے سوا ہے خانۂ زنبور مین

سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصہ مل چکا
کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین

سینۂ پر درد مین کیا روح کو آرام ہو
کون سوبا چین سے ہمسایۂ رنجور مین

کیسے موسیٰ لن ترانی کی صدا کیسی امیر
حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

ہٹاؤ آئنہ امیدوار ہم بھی ہین
تمھارے دیکھنے والون مین یار ہم بھی ہین

تڑپ کے روح یہ کہتی ہی ہجر جانان مین
کہ تیرے ساتھ دل بیقرار ہم بھی ہین

رہ نہ رُسوائی سے نادم ہو کے قاتل بعد قتل
وہ تری تقدیر مین تھا یہ مری تقدیر مین
کُشتۂ دخون ایسا ہی ہتا دورِ ترکا مین اگر
روز عزرائیل پھرتے کوچۂ شمشیر مین
نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہین
رتجگا رہتا ہو شب بھر خانۂ زنجیر مین
باندھتا ہے گر ہوائے ظلم کر مجکو شکار
جب گھٹین گے پر مرے تب پر لگینگے تیر مین
عشق ابرو مین جو چلّاتا ہون کہتا ہے وہ تُرک
کون دیتا ہی دہائی کوچۂ شمشیر مین
منحصر ہی مجرمون پر شان رحمت کا ظہور
ہے خطائے فاش اگر تقصیر ہو تقصیر مین
تیر پر تیر اُس ستمگر نے لگائے اسقدر
رہگئی حسرت تڑپنے کی دلِ نخچیر مین

کج نہادون سے ضرر کیا راستبازون کو امیر
خم نہین آتا ہو صحبت سے کمان کی تیر مین

ہی یہ بیمہری کا چرچا دورِ چرخِ پیر مین
خونِ مادر طفل پیتے ہین ملاکر شیر مین
قصّہ غیرون سے تمھارے عشقِ ابرو مین ہوا
چل گیا ہتھیار ہم سے کوچۂ شمشیر مین
ضبطِ غم سے آہ بنتی ہی مرے دل مین گرہ
تیر ہو جاتا ہے پیکان سینۂ نخچیر مین
سرنوشت اتنی جو مجھ کج واژگون طالع کی ہے
شاید اُلٹا قط لگا تھا خامۂ تقدیر مین
صُبحِ پیری کا بھی ہر مانی نشان باقی ہے
چھوڑ دینا کچھ سفیدی بھی مری تصویر مین
کیجئے دنیا کی ساری لذّتون کو انتخاب
لیجئے شیراز سے مے سیب کشمیر مین
زیر ابرو شوخیان کرتی نہین چشمانِ یار
چوکڑی بھرتے ہین آہو سایۂ شمشیر مین
آئے ہین کس بادشاہِ ملکِ وحشت کے قدم
ہوتی ہی نالون کی شلّک خانۂ زنجیر مین
دیر سے سوئے حرم پیری مین جاکر کیا کرون
تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر مین
اے جنون تو جذب کو کچھ کام فرمائے اگر
چشمِ لیلیٰ کے ہون حلقے قیس کی زنجیر مین
ذوقِ رحمت کھینچتا ہے سوئے رحمت اے کریم
جانتا ہی تو کہ مین مجبور ہون تقصیر مین
ملکے آنکھین ابروئے جانان سے جب روئے ہین ہم
بھر دیے ہین ہم نے موتی دامنِ شمشیر مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون — طاقت جواب دے کہ جو بارِ دگر کہون
طولِ شبِ فراق کا قصہ نہ پوچھیے — محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوئے یار سے کہتا ہوا پھرا — اپنی خبر نہین ہے مجھے کس کی خبر کہون
اے اہلِ دیر و کعبہ مین غماز کچھ نہین — جو اس طرف کی سن کے کسی سے ادھر کہون
سنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل — کہیئے تو مین بھی قصۂ سوزِ جگر کہون
شب کو کہو جو روز تم اپنی زبان سے — سورج قمر کو شام کو مین بھی سحر کہون
حاصل صفائے قلب ہو آئینے کی طرح — کیون منھ پہ صاف صاف نہ عیب و ہنر کہون
[illegible] علیل ہے حسین تمہارا سا — بڑھکر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون
تشبیہ سامنے کی ہے اسے فکر چاہیے — گیسو کو شام جبہے کو اُسکے سحر کہون
محرم ہون مین لذتِ بوس و کنار سے — کیونکر نہ اُنکو بے دہن و بے کمر کہون
ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر
اکبار جو ک ہی عمر بھر کہون

سختیِ دل لیٹا ہے ناحق آہ بے تاثیر مین — کچھ نہین حاصل جو پیکان ہو ہوائی تیر مین
ہوئے میری لاش نے پامال حسرت سے کہا — دیکھئے کیا ہے مری تقدیر مین
پھر تو ہے ای دل کنارا مرگ کا زیرِ قدم — پیرتے دو ہاتھ اگر آبِ دمِ شمشیر مین
بہتے بہتے ایکدن شیرین کو پہنچے گا ضرور — نامہ لکھکر ڈالدے فرہاد جوئے شیر مین
عشق ابروئے بتان مین دل نے کی ایسی تپش — زلزلہ آیا زمین کوچۂ شمشیر مین
مجھ سے پھر گئی بولا جنون — تو مبارک اور ایک حلقہ بڑھا زنجیر مین
آنے جب نخچیر ہونے پر کمی تر کون کی کیا — پر نہین سرخاب کا ای ترک تیرے تیر مین
موئے ابروئے بتان مین تل نہین امرغ روح — دانہ چھنکا ہے یہ دامِ جوہرِ شمشیر مین
عشقِ گیسو مین ملی دنیا کی گردش سے نجات — نیند بھر کر پانون سوئے خانۂ زنجیر مین

شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین
ہر ایک سی ہی خزان و بہار غربت مین

گلِ وطن کی جو بو بھی اُڑا کے مجھے
لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت مین

عجب نہین ہے جو ہو موجزن نسیم کرم
دکھائین خار گلون کی بہار غربت مین

امید و بیم و غم بے کسی و دردِ فراق
یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

مین بوے نافۂ آہو کہ نکہتِ گل ہون
وطن مین صبر نہ مجکو قرار غربت مین

بچھا کے مین نے مصلا پڑھا دوگانہ
اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین

وہ زار ہون کہ مین زندہ ہوا زمین مین دفن
پڑا جو اُڑ کے بدن پر غبار غربت مین

چراغ شامِ غریبی نے گل کھلائے نئے
دکھائی صبح وطن کی بہار غربت مین

قرار گھر مین بیابان مین اضطراب ہو کیون
وہی وطن مین وہی کردگار غربت مین

کبھی کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہلِ وطن
بڑھ کے موت سے ہے انتظار غربت مین

تڑپ گیا صفتِ ابر یہ دلِ مضطر
برس پڑا اگر ابرِ بہار غربت مین

کبھی نہ بھول کے اہلِ وطن نے یاد کیا
نہ ہچکی آئی مجھے زینہار غربت مین

جو دوستانِ وطن نے دیے ہین داغ امیرؔ
مین جانتا ہون اُسے لالہ زار غربت مین

تڑپا مین جو آنکھونکو پسند آگئین آنکھین
دل لوٹ گیا چوٹ غضب کھا گئین آنکھین

کیا مست نگاہین مجھے دکھلا گئین آنکھین
دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین

مجروح ہوا ایک نظارے مین مرا دل
دو پھل کی کٹاری تھی کہ چمکا گئین آنکھین

آفت کی سفیدی تھی قیامت کی سیاہی
نیرنگ دو عالم نے مجھے دکھلا گئین آنکھین

اوروں سے تو بیباک سر بزم لڑا کین
عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین

موسیٰ کی طرح تاب تجلی کی نہ آئی
ہم طور پہ پہونچے تھے کہ پتھرا گئین آنکھین

ہون لاکھ زبانین رہے پر مشق خموشی
پلکون سے اشارے مین یہ سمجھا گئین آنکھین

انجمن مین مست ہو جائین نہ کیونکر سامعین
قل مینا کا عالم ہے تری تقریر مین
نقل سے کوئی نکلتا ہو جہان مین کار اصل
پائین کب غواص موتی قلزم تصویر مین
بیقراری سے مجھے الفت مین حاصل ہو سکون
پائے دل موج پریشانی سے ہے زنجیر مین

دور گردون مین کہان ہو جائے آسایش امیر
سیر کو آتی ہو ویرانی ہر اک تعمیر مین

عاشقون سے ہو ترقی حسن کی تنویر مین
جنکے رخ سے رنگ اڑ آیا تری تصویر مین
قتل مجھکو یاد ابرو مین ان آنکھون نے کیا
ن ٹھگون نے مل کے مارا کوچۂ شمشیر مین
غیر ممکن ہو دل حیران مین میرے دخل غیر
عکس پڑتا ہو کہان آئینۂ تصویر مین
قتل عاشق قاتلون کے واسطے ہو قوت روح
جب لہو چاٹا مرا دم آگیا شمشیر مین
بیخبر میرے مآل مرگ سے ہو وہ حسین
ہو کے یوسف ہو پریشان خواب کی تعبیر مین
عشق ابرو مین جوان و پیر سب جاتے ہین قتل
رات دن چلتا ہو رستہ کوچۂ شمشیر مین
بنی وحشت سے ہو روشن خانۂ زندان غم
مردمک ہو پانون اپنا دیدۂ زنجیر مین
گرمی خورشید محشر سے انھین کیا کام ہے
ہین ترے کشتونکی روحین سایۂ شمشیر مین
کام آتی ہو جوانون کے بہت تدبیر پیر
طاقت پرواز ہو زور کمان سے تیر مین
دھیان اس ابرو کا آیا عارض روشن کے بعد
دھوپ سے ہم اٹھ کے بیٹھے سایۂ شمشیر مین
جمع زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ثابت ہمین
سکی قسمت مین نہین ہو غیر کی تقدیر مین
زخمیون کا کام نکلے کچھ تو اہی ناوک فگن
ہو مناسب ہون پر طاؤس تیرے تیر مین
کیا عجب ہو اس رخ پرنور پر نکلا جو خط
جمع ہوتے ہین پتنگے شمع کی تنویر مین

کب خزانۂ غیب کا ملتا ہے بے قسمت امیر
چھانتا ہے خاک ناحق خواہش اکسیر مین

وطن کی یاد ہو لیل و نہار غربت مین
یہی ہو ایک بڑی غمگسار غربت مین

پلکون سے وہ آمیر لیا کرتے ہین سلام
جس طرح گونگے انگلیون سے گفتگو کرین

مجروحون پر جو چشم کرم جنگجو کرین
سو زخم ایک تار نظر سے رفو کرین

منھ پر جو گرد آہ پڑے شست و شو کرین
اتنی تو میرے اشک مری آبرو کرین

جو لوٹتے ہین ایک نظر مین وہ اور ہین
بہکین نہ ہم جو نوش سبو کے سبو کرین

دیوانگی کا سلسلہ طاعت مین بھی نہ جائے
پہلے پڑھین نماز تو پیچھے وضو کرین

تار نگاہ دیدۂ یعقوبؑ اگر ملے
ہم چل کے چاک دامن یوسفؑ رفو کرین

ہون مست معرفت مجھے کب ہی دماغ مے
غمزے نہ میرے سامنے جام و سبو کرین

انسان ہو کے ہم رہین محروم ای فلک
سبزے کی سیر سر لب آب جو کرین

ہم میکشون کو کام شراب و گزک سے ہی
قرآن پڑھین تو ورد کلوا واشربوا کرین

ملنے نہ ملنے سے ہمین کیا کام سے ہی کام
جبتک کہ دم مین دم ہی تری جستجو کرین

زاہد ترے فرشتون کو یہ دن نہین نصیب
جنت سے حور آئے جو ہم آرزو کرین

ثانی نہ میرے یار کا پائین یہ مہر و ماہ
برسون چراغ لیکے اگر جستجو کرین

مرنے کے بعد بحث کو آئے ملک تو کیا
کچھ حوصلہ اگر ہو تو اب گفتگو کرین

جبتک کہ دل ہی چاہیے ہمکو تری تلاش
جبتک چلے زبان تری گفتگو کرین

کب زاہدونکو مسئلۂ عشق کا ہے فہم
نامحرمون سے راز کی کیا گفتگو کرین

آیا وہ مست باغ مین کہتے سحاب کے
کہدو کہ جام لالہ و گل شست و شو کرین

چوری ہی کب ثبوت مرے نقد ہوش کی
مفتی شہر قطع نہ دست سبو کرین

شوق سجود ہے تہ محراب تیغ اگر
آب بقاے خضر و سکندر وضو کرین

ہے غنچہ سان بہار خموشی مین اے آمیر
بلبل کی طرح باغ مین کیا ہاو ہو کرین

معشوق کا جلوہ مجھے دل مین نظر آیا
صد شکر جسے ڈھونڈھتی تھین پا گئین آنکھین

تیغین تھین کہ یارب ے قاتل کی نگاہین
بسمل کی طرح سے مجھے تڑپا گئین آنکھین

اس فتنۂ دوران نے جو دی آنکھ کو گردش
چکر کبھی آیا کبھی تیورا گئین آنکھین

اس ناز سے دیکھا کہ بہم کٹ گئے عاشق
ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین

ہی سوزِ غمِ عشق سے یہ سوز حرار
رونے پہ دل اُمڈا تو مری آگئین آنکھین

تا چند امیر اس چمنستان کا نظارہ
ل سیر سے اُکتا گیا پتھرا گئین آنکھین

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

فرقت مین سیر باغ کی کیا آرزو کرین
دل خون ہوا اگر کسی غنچے کو بو کرین

یارب وہ ذوق دے کہ ترے مستِ معرفت
مستی بغیر بادۂ جام و سبو کرین

دُنیا سے ہاتھ دھو کے چلین کوئے یار مین
جائز نہین کہ طوف حرم بے وضو کرین

مغرب سے اُٹھ کے تم سوے مشرق جو آرہا
مُردون کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کرین

بوسہ جو چار ابروئے محبوب کا ملے
کعبے مین سجدہ آٹھ پہر چار سو کرین

قدرت خدا کی اشک مسلسل بہائین ہم
مالے کو موتیون کے وہ زیب گلو کرین

ملتے ہین ہاتھ دیکھ کے صبحِ شبِ وصال
یہ چاک وہ نہین ہے کہ جسکو رفو کرین

گلزار کو جو آپ سے اذن ثنا ملے
پتے بنین زبانِ شجر گفتگو کرین

دامن ہی چاک چاک گریبان ہی تار تار
کس کس جگہ لباس ہم اپنا رفو کرین

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہون
سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کو بو کرین

ہمسے جو بت خفا ہین تو نا مہربان خدا
کعبے کا قصد دیر کی کیا آرزو کرین

مین دست روزگار مین تیغِ اصیل ہون
جوہر شناس ہون تو مری آبرو کرین

نیچی نظر حیا سے کرین کیا وہ جنگجو
جو اِک نظر مین خون ہزار آرزو کرین

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے
لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین

مر کر بھی مے سے ہمکو تعلق وہی رہا
تختے لحد مین پیر مغان کی دکان کے ہین

ڈوبے ہوے لہو مین نظر آئین کیون نہ گل
سینچے ہوے مری مژہ خون فشان کے ہین

شکوہ شب وصال مین تا چند چپ بھی ہو
دل نکلے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین

ناوک فگن چمک یہ ترے عارضون کی ہر
دو آئنے لگے ہوے گھر مین کمان کے ہین

طاقت ہماری گھٹ گئی ہمت نہین گھٹی
بچھا کرین تو روان کے ہین

دنیا مین بھی سفر ہمین عقبیٰ مین بھی سفر
ہم لوگ رہنے والے الٰہی کہان کے ہین

روشن چراغ برق سے رہتا ہے رات بھر
چمکے ہوئے نصیب مرے آ

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہین میرے زخم
ظالم مزے بھرے ہوے تجھ مین کہان کے ہین

اے ہمت بلند ابھی تو کمی نکر
جلوے جو خاص ہین وہ اُدھر لامکان کے ہین

یان جان پر بنی ہی تجھے ہین رکاوٹین
ہو تیغ یار چل بھی یہ غمزے کہان کے ہین

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہین نہین
سچ سچ بتا یہ لفظ انھین کی زبان کے ہین

اُس مہروش کو کیا مین لکھون شرح اشتیاق
ے کاغذ کل تہ سات ورق آسمان کے ہین

بلبل کو شوق گل تھا نہ قمری کو عشق سرو
سارے یہ گل کھلائے ہوے باغبان کے ہین

ان ابروون سے حضرت دل روز سامنا
کہئیے تو ایسے آپ بہادر کہان کے ہین

سمجھے یہ ہم جو خلد مین حور آگئی نظر
شاید ا امتحان کے ہین

اُس طفل تند خو سے جو ملتا ہون اے امیر
کہتے ہین لوگ ڈھنگ نئے اس خول کے ہین

دل و جگر دونون جل گئے ہین فقط انگارا ہین جان ملی ہین
تمھارے ہجر مین آہ تو کیا ایسی ہوئی بجلیان ملی ہین

مجال میری نہین لیدل کہ مانگون جو سیب و دہن کا
ہزارون منتین ہین دعائین ہین تب اُس سے کچھ گالیان ملی ہین

ہمین تو نغمہ پسند آیا ہی نغمہ سنجان بوستان کا
سُنے نہ دیکھے یہ حلق تا لو صدائین اے باغبان ملی ہین

جیتے جی جان سے گذرتے ہین
مرنے والون پہ ہم تو مرتے ہین
کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے
ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہین
دل ٹھہر جائے یہ امید نہین
ایسے بگڑے کہین سنورتے ہین
کس سے چوری اگر خدا سے نہین
سچ ہے زاہد بتون پہ مرتے ہین
لکھتے ہین خط جو وہ رقیبون کو
روز پرچے ہمین گذرتے ہین
مل گیا گھاٹ تیغ قاتل کا
اب کوئی دم مین پار اترتے ہین

چاہتے ہین تو اک نظر مین امیر
مہر ذرے کو بھی وہ کرتے ہین

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان
خدا جانے کل تم کہان ہم کہان
جو خورشید ہو تم تو شبنم ہین ہم
ہوے جلوہ گر تم تو پھر ہم کہان
حسین قاف مین گو کہ پریان بھی ہین
مگر ان حسینون کا عالم کہان
الٰہی ہو دل جائے آرام غم
نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہان
کہون اسکے گیسو کو سنبل مین کیا
کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان
وہ زخمی ہون مین زخم ہین بے نشان
الٰہی لگاؤن مین مرہم کہان

زمانہ ہوا غرق طوفان امیر
ابھی روئی یہ چشم پرنم کہان

شہرے جو دور دور ہماری فغان کے ہین
دہشت سے ہوش اڑے ہوئے تو آسمان کے ہین
ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین
یاران رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین
گھبرا کے جب فراق مین مانگی دعائے وصل
آئی صدا یہی تو مقام امتحان کے ہین
سات آسمان کو توڑ کے تا عرش جا چکا
اے تیر آہ بس اب ارادے کہان کے ہین

کریگا یاد اے غم ہمکو بعدِ مرگ تو برسون
کھلایا ہی جگر برسون پلایا ہی لہو برسون
تڑپ کر دل نے میرے مدّتون رُسوا کیا مجکو
بہاکر اشک آنکھون نے ڈبوئی آبرو برسون
گدازِ عشق مثلِ شمع ہر مو سے ہوا ظاہر
پسینا بنکے ٹپکا جسم سے میرے لہو برسون
مزہ یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہی دعا بسمل
رہے یون ہی الٰہی ربطِ شمشیر و گلو برسون
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ اُلفت کو
نہین آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسون
فنا کے بعد ایسے بیکسون کو کون پوچھے گا
مگر اے بیکسی رویا کریگی مجکو تو برسون
چھپائے منھ اگر وہ یوسفِ گل پیرہن دو دن
چمن کا منھ نہ دیکھے کاروانِ رنگ و بو برسون
نہین اے بیکسی بعدِ فنا کچھ خوفِ تنہائی
رہے گا میری تربت پر ہجومِ آرزو برسون
رہائی حلقۂ گیسو سے جیتے جی تو کیا ممکن
موئے پر بھی نہ اُترے گا مرے طوقِ گلو برسون
نچھوڑا پاس ایمان حق پرستی اسکو کہتے ہین
برہِ شوقِ بتان مین بھی چلے ہم قبلہ رو برسون
مزا لینے کے رگڑا ہی گلا شمشیرِ قاتل سے
برنگِ زخم ہم ہنس ہنس کے روئے ہین لہو برسون
نہ آیا ساقیِ پیمان شکن ہم سرو کی صورت
قدم کو گاڑ کر بیٹھے کنارِ آبِ جو برسون
وہ بلبل ہون کہ یون صیّاد نے جی میرا بہلایا
لگایا ڈھیر پھولون کا قفس کے روبرو برسون
نہ کر اے یاس یون برباد میرے خانۂ دل کو
اسی گھر مین جلایا ہی چراغِ آرزو برسون
کبھی ہمکو بھی تھا اے درد دعویٰ ضبطِ اُلفت کا
پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسون

امیر اُس کے نشان تک سعی سے کوئی جو جا سکتا
تو کیسے پانوٗن ہم آنکھون سے کرتے جستجو برسون

رہے تصویرِ حیرانی ہم اُنکے روبرو برسون
لبِ خاموش سے کی دردِ دل کی گفتگو برسون
نہین نکلتی ہی دل سے مرکے اُنکی آرزو برسون
یہ وہ گل ہی کہ مرجھائے پہ بھی دیتا ہی بو برسون
کوئی گاہک نہ ٹھہرا دل کا بازارِ محبت مین
پھرے ہم بیچتے یوسفؑ کو لینے چارسو برسون
نہوگا باوفا میخوار اے پیرِ مغان ہمسا
گھٹا کر خون بڑھائی دختِ رز کی آبرو برسون

زمین مین گڑکر جو لطف اُٹھایا ادا ہو کسطرح شکر اُسکا
ابھی پائین تجھین زندگی مین وہ راحتین جو یہان ملی ہین

خدا نے وہ سلطنت عطا کی کہ شش جہت مین ہی جسکا شہرہ
بسیط ملکِ سخن ہی اپنا حدین کہانسے کہان ملی ہین

اسیر گیسو کے ہین جیسے ہوے ہین آزاد قید غم سے
نہ کیون ہون اپنے جنون کے صدقے کہ ہمکو یہ بیڑیان ملی ہین

امیر رہتا تھا جس جگہ پر وہان کل اک ڈھیر راکھ کا تھا
وہ خاک چھانی تو ریزہ ریزہ جلی سی کچھ ہڈیان ملی ہین

نہان رہتا ہی آئینے سے وہ بیگانہ خو برسون
حیا دیکھو نہین آتا ہی اپنے روبرو برسون

رہی اے گُل سکر و جون کو تیری جستجو برسون
پھرا کی کو بکو پیراہنِ یوسفؑ کی بو برسون

فلک دیتا ہے مثلِ زخم کسکو فرصتِ را
جو کچھ ہنستا ہی ہنس لے پھر تو روئیگا لہو برسون

دلِ شفّاف مین دیکھا ہے جلوہ روے حیران کا
رہے ہین اے سکندر یون ہم اپنے روبرو برسون

کہان رہتا ہی کوئی مردِ میدان دشت وحدت مین
کیا ہمنے خموشی کی زبان سے ذکر ہو برسون

سراپا جرم ہون لیکن وہ رندِ پاک طینت ہون
کیا زاہد نے میرے آب خجلت سے وضو برسون

خدا کے گھر سے او ناشاد کوئی جاکے پھرتا ہے
عجب کیا گر نہ نکلے تیرے دل سے آرزو برسون

فراقِ یار مین سب دوستون نے مجھ سے منھ موڑا
شریکِ رنج تنہائی رہا ہی درد تو برسون

مری حالت پہ ہجرِ یار مین مر مر گئی حسرت
دلِ مایوس سے روئی لپٹ کر آرزو برسون

جھکاتے ہم کہانتک سر نہ پاے خم پہ اے ساقی
حمائل اپنی گردن مین رہا دستِ سبو برسون

جنون مین یہ نئی بخیہ گری کی دستِ وحشت نے
کیا ہی پھاڑ کر دامن گریبان کو رفو برسون

تمھاری اک نگاہِ ناز نے توڑا اشارے مین
بنایا چشم و دل نے جو طلسمِ آرزو برسون

ہلائے جسنے لب اک ہاتھ مارا اُڑ گئی گردن
زبانِ تیغ سے اُس ترک نے کی گفتگو برسون

رہا نگِ حنا سے خاک مر جلکر
مری مٹی سے آئیگی گُلِ عشرت کی بو برسون

کہان ہونگی امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین
رہے گا خلد مین بھی یاد ہمکو لکھنؤ برسون

کیا سخی ہین عدم آباد کے جانے والے
جب پلٹ جاتے ہین وہ ہاتھ کمر پر رکھکر
اور پچتا کے کرین کیا اِدھر آنے والے
کسکے کوچے سے یہ آتے ہین ہوا کے جھونکے
جو ترے دل مین ہی وہ دیکھنے والے تیرے
کیسے چالاک ہین یہ تُرک کہ کرتے ہی نگاہ
گُل سے مطلب ہمین گلشن مین نہ بُلبُل سے غرض
گو نکل جاتے ہین آکے گھٹا کے لئے
سادہ آئینہ رُخون کو نہ سمجھنا اے دل
ہیزم خشک سمجھتے ہین مجھے کیا رہرو
سچ ہی آندھی ہین مٹانے کو حسینون کے لیے
مین خریدار اگر ہون تو نگہ کا اُن کی
حُسن کی شان کو ہی یہ قلموتی لازم
ملک الموت کبھی بنکے سُلا دیتے ہین

نقد جان پہلی ہی منزل مین لُٹا جاتے ہین
جادۂ ملک عدم مجکو بتا جاتے ہین
مارے غیرت
کہ مری شمع لحد روز بجھا جاتے ہین
نگہ ناز کے انداز سے پا جاتے ہین
سُرمہ تلوار سے آنکھون مین لگا جاتے ہین
سیر کرنے کو کبھی باغ مین آجاتے ہین
ساقیا دل تو یہ مستونکے بڑھا جاتے ہین
کہئے مطلب کی تو یہ صاف اُڑا جاتے ہین
راہ چلتے ہوئے جو آگ لگا جاتے ہین
جو گھروندا یہ بناتا ہے مٹا جاتے ہین
تیغ کیون میرے گلے سے وہ لگا جاتے ہین
کیا کہون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہین
فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہین

کیا بلا ہوگئے وہ گیسو مجھے پیٹے ہین امیر
آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہین

مین اُلفت سے وہ حسن کے جوش مین
لٹک کر وہ زلف آئی ہے تا کمر
نہ اُٹھوا ابھی بزم سے مے کشو
نکل آنکھ سے اشک ٹھہرا ہے کیا
کہین لعل ہم کیا لب یار کو

نہ مین ہوش مین ہون نہ وہ ہوش مین
کہ لیلےٰ ہے مجنون کے آغوش مین
ہمین بھی تو آنے لینے دو ہوش مین
گہر ہو کبھی زیب اُس گوش مین
کہ ہے فرق گویا و خاموش مین

نہ ہے مرکر بھی یا رب میکدے مین دورِ مستون کا
بنائے جائین انکی خاک سے جام و سبو برسون
ا تیغ نگاہِ ناز نے زخمی کیا مجھکو
کہ آ [illegible] ھے ناز بُو برسون
چلے تھے اکیدن ٹھکرا کے ساغر کو سُو مستون نے
کیے سر زاہدون کے کاٹ کر نذرِ سبو برسون
ہین کیونکر نہ توصیفِ دہن مین دم بخود شاعر
جگھ کچھ بھی اگر پاتے تو کرتے گفتگو برسون
پسیجا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل
کیا خنجر سے ہمنے شکوۂ دردِ گلو برسون
صدف سے بھی نہ نکلے شرم آئی تیرے دانتون سے
گرہ مین باندھ رکھی موتیون نے آبرو برسون
ہماری آنکھ نے کیا جانے کس حسرت سے دیکھا تھا
کہ تیغِ یار روئی چشمِ جوہر سے لہو برسون
زبان اظہارِ حق سے کافرون مین کوئی رکتی ہی
خدا کی حمد کی ہمنے بتون کے روبرو برسون
لگایا دخترِ رز کو نہ منھ مین نے ہجرِ ساقی مین
بہت طاقون پہ سر پٹکا کیے جام و سبو برسون
ہوا یہ قحطِ آبِ آتشین ساقی کی فرقت مین
رہا وردِ دعائے توبہ ہمکو بے وضو برسون
تصور کب گیا دل سے مرے مژگانِ جانان کا
کھٹکتا ہی رہا آنکھون مین روز ایک ایک مُو برسون
امیر اِک مصرعِ تر تب کہین صورت دکھاتا ہے
ن مین خشک جب ہوتا ہی شاعر کا لہو برسون

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتے ہین
ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہین
طرفہ شوخی ہی اگر طور پہ آجاتے ہین
ہوش وہ برقِ تجلّی کے اُڑا جاتے ہین
دم کے دم کو مرے پہلو مین جو آجاتے ہین
دل لگانے کی جگھ تیر لگا جاتے ہین
پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دمِ نزع
وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہین
یہ بھی ایما ہی کہ غصہ نہین اُترا اب تک
جائے گُل قبر پہ تیوری جو چڑھا جاتے ہین
کرتی ہی تیغِ قضا ڈھونڈھ کے اُنکو چورنگ
چوٹ شمشیرِ ادا کی جو بچا جاتے ہین
یاد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رُلانا میرا
چار آنسو مری تربت پہ بہا جاتے ہین
ساغرِ زہرِ ہلاہل بھی جو دیتا ہے فلک
یادِ ساقی مین بلا نوش چڑھا جاتے ہین

پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب
اُتو قبائے تن پہ ہے یہ جھریان نہین
ادنیٰ یہ فیض ہی سخنِ آبدار کا
موتی صدف مین ہین مرے مُنھ مین زبان نہین

ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا امیر
نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغِ ادا کا وہی بسمل سمجھین
زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین
قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہون
اپنے سر کو بھی نہ خنجرِ قاتل سمجھین
ای پری اُنکے لیے فکرِ سلاسل ہی عبث
جو تری زلفِ مسلسل کو سلاسل سمجھین
اِک تجلّی مین جو موسیٰؑ سے ہو طالب کا یہ رنگ
اور پھر کسکو وہ دیدار کے قابل سمجھین
جانِ جان جسکو کہے جان اُسے ہم جانین جان
دلربا جسکو کہے دل اُسے ہم دل سمجھین
لاکھ دو لاکھ مین شاید کہ اُٹھے ایک کا پانوٗن
عاشق اتنی جو کڑی عشق کی منزل سمجھین
زندگی یار کے اور موت ہی اللہ کے ہاتھ
اُسکو آسان کہین ہم کسے مشکل سمجھین
آشنا درد سے کچھ ہون جو بتانِ بیدرد
میری ہر آہ کو اک مصرعِ بیدل سمجھین
کیا کسی دل کے تڑپنے پہ اُنھین رحم آئے
رقصِ بسمل کو جو آرائشِ محفل سمجھین
بُت مین بھی دیکھتے ہین نورِ خدا کا جلوہ
واعظو حق کسے جانین کسے باطل سمجھین
اپنے ہاتھ اپنا گلا کاٹ کے خود بسمل ہون
کچھ بھی لذّت جو تڑپنے کی یہ قاتل سمجھین
زخم کا ذکر تو کیا ضد ہے یہانتک مجھ سے
زہر دین بوسۂ خط کا جو وہ سائل سمجھین
آپ پیری و جوانی پہ نہ جائین صاحب
دلِ عاشق کو بدستور وہی دل سمجھین
گھر کرین دل مین وہ شرماتے ہین کیون آنکھون سے
اُسکو محمل تو اِنھین پردۂ محمل سمجھین

یون تو ہر غنچۂ گل شکلِ صنوبر ہے امیر
جسمین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

کسطرح موت کو آسان نہ وہ بسمل سمجھین
تیغ کو تیغ جو قاتل کو نہ قاتل سمجھین

قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین
کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش مین

بہت دخترِ رز سے گرمی نہ کر
کہین آئے واعظ نہ وہ جوش مین

نہ کر ساقیا اب تو قحطِ شراب
نہین جانِ رندِ قدح نوش مین

پلا وصل مین
نہ انکو آسیہ

مزہ کیا رہے
وہ ہوش مین

میکش کے دل کے راز کسی پر عیان نہین
شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہی زبان نہین

لم مین اُسکے حسن کا جلوہ کہان نہین
فانوس کا بھی شمع سے خالی مکان نہین

موجود خشت خم ہی اگر نردبان نہین
اتنی تو میفروش کی اونچی دکان نہین

کرتے ہو انکسار کی باتین ہی آج کیا
میرا بیان ہی یہ تمھارا بیان نہین

مُردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا
دو گز بھی کیا زمین تہِ آسمان نہین

اک حور وش کی خانۂ زندان مین ہی جو یاد
موجین نسیم خلد کی ہین بیڑیان نہین

نے تو دو اُنھین
پنہان ہی تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین

کیا باغبان کا ڈر کہ مین ہون طائرِ اثر
جز شاخ نالہ اور کہین آشیان نہین

چشم سیاہ یار کے کتنے کیے ہین وصف
ہی میل سُرمہ مُنھ مین ہمارے زبان نہین

طوطی ہی آجکل سگِ جانان کا بولتا
لذّت مین نیشکر ہین مرے استخوان نہین

مرقد مین بھی نصیب کی گردش وہی رہی
سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین

بالیدہ اُسکے آنے سے ایسا ہوا چمن
ساقی وہ کون شیشہ ہی جو آسمان نہین

زندان چمن ہی وحشی تارک مزاج ہون
پھُولونکی بدھیان ہین مری بیڑیان نہین

آنکھون سے ہم تو ساعد جانان کے گرد ہین
حلقے ہماری آنکھون کے ہین چوڑیان نہین

ہون اس چمن مین طائر کم پر تو کیا ہوا
صیّاد ابھی ہی دور بلند آشیان نہین

لذّت جو آبلے نے اُٹھائی ہی خار کی
کیونکر بیان کرے کہ دہن ہین زبان نہین

ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا
حورین دوڑین لیکے پنکھے ہمارے ہاتھ مین
ہم بہت لاغر ہین پہناؤ نہ ہمکو ہتھکڑی
ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین
انگلیان شوخی سے چمکاتا نہین وہ رقص مین
یہ سمندِ ناز بھرتا ہے طرارے ہاتھ مین
جام کیسا جام چلّو کو بنا سکتے نہین
ہی تہیدستی سے رعشہ بھی ہمارے ہاتھ مین
ناز سے کہتے ہین رکھکر اپنی آنکھون پر وہ ہاتھ
دیکھو یون نخچیر ہوتے ہین چکارے ہاتھ مین
آتشِ رنگِ حنا بھی ہی عجب معجز نما
ہی ضیا مثلِ کفِ موسیٰ تمھارے ہاتھ مین
کیا نزاکت ہی جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول
آتشِ گل سے پڑے چھالے تمھارے ہاتھ مین

حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر
چھپ رہی ہین مچھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

کھائی شکست گل نے اُس گل سے یہ چمن مین
ثابت ہی ٹکڑے ٹکڑے جو عضو ہی بدن مین
ہین چشم و دل ٹھکانے جبتک ہی روح تن مین
کیا مصحف آرسی ہی دولھا مین اور دُلھن مین
ہی چرخ پر یہ ایما ابروے ماہِ نو کا
کچھ کچھ خمیدگی بھی لازم ہی بانکپن مین
غصّے سے یاد اُسنے مجکو کیا ہی شاید
جو ساتھ ہچکیون کے رعشہ بھی ہی بدن مین
بڑھتی ہی عمر جتنی ہوتی ہی عقل افزون
ہر دم نیا مزہ ہی اس بادۂ کہن مین
یُمنِ قدم سے تیرے بالیدگی ہے ایسی
جو شمع ہے لگن مین شمشاد ہی چمن مین
ہی جمع مال آفت دیکھ اے بخیل غافل
کیسے کا باندھتے ہین کسکر گلا رسن مین
کیا جانیے کہ چھوڑا پھولون نے کیا شگوفہ
بلبل پکارتی ہے صیاد کو چمن مین
شیخِ حرم اگر تو جلوہ بتون کا دیکھے
کعبے سے اُٹھ کے بیٹھے پہلوے برہمن مین
دیوانگی بھی غافل گدڑی فقیر کی ہے
ہشیار بھی ہین اکثر مستون کے پیرہن مین
دیبا حریر قاقم تھا رخت خواب جن کا
زیر لحد پڑے ہین لپٹے ہوے کفن مین
داغِ جگر کا پھاہا جل کر وہین چھڑا امین
یہ بھی کنول ہو روشن اس گل کی انجمن مین

آپ لے دیکھین کرین میرے تحیّر پہ نظر
ہمہ تن چشم وہ مجکو ہمہ تن دل سمجھین
پیچ قسمت نے دیے ہین یہ اسیرونکو ترے
موج گل بھی اگر آجائے سلاسل سمجھین
کھینچ کر تیغ ہی آئین وہ کہین آئین تو
نہ چلائین نہ سہی قتل کے قابل سمجھین
جلد لے لین کہین اسکو بھی فراغت ہو جائے
وہ مری جان کو بھی کاش مرا دل سمجھین
جو رہین بن بن کے ہین روضین شہدا کی نکلین
خلد سمجھین کہ اسے کوچۂ قاتل سمجھین
ہی مزہ عفو گنہ کا انھین کچھ دور نہین
بیگناہون کو جو تعزیر کے قابل سمجھین
دورسائی مین ہی یہ ربط شکستہ دل مین
ٹوٹ کر چور رہو شیشے کو اگر دل سمجھین
دل جو انگارون پہ لوٹے تو وہ کیون شاد نہون
شمع و پروانے سے جو گرمی محفل سمجھین
پانی ٹپکائین دم نزع نہ منھ مین احباب
تشنۂ آب دم خنجر قاتل سمجھین
بسمل ناز و ادا ہم سے کہان ہوتے ہین
رک کے گر تیغ چلے غمزۂ قاتل سمجھین
لستے خود بین نہون یارب کہین توڑین اسکو
آئنے کو یہ حسین کاش مرا دل سمجھین
ہمہ تن داغ مین ہون لالے کا تختہ ہی بدن
لالہ رو کاش مجھے سیر کے قابل سمجھین
ذبح کے دم جو پڑے تیغ کے نالے پہ نظر
ہم وہ بسمل ہین کہ گردن مین حمائل سمجھین
مردے کچھ کم نہین زندونسے زمین کے نیچے
غافلون سے کہو محفل تہ محفل سمجھین

لے اڑے گر طرف باغ فنا ہمکو امیر
نالۂ دل کو پر طائر بسمل سمجھین

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین
پھول ہو جائینگے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین
گل ترے چھلونکے ہین ای گل جو سارے ہاتھ مین
باغ الفت کا ہی گلدستہ ہمارے ہاتھ مین
پوچھتے ہو کس سے جو چاہو کرو مختار ہو
دل تمھارے ہاتھ مین ہی یا ہمارے ہاتھ مین
ای پری افشان چھڑکنے کا جو تجکو شوق ہو
زہرہ دم لے آسمان سے لیکے تارے ہاتھ مین
لطف اٹھے سیر ساحل کا شب مہتاب مین
ہاتھ اسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین

عشق دہن مین تیرے مُنھ سے یہ خون ڈالا
اب تک لہو بھرا ہے ہر غنچے کے دہن مین
چھیڑے صبا نہ اتنا کہدو مین لُٹ گئے گُل ہون
جا کر چمن سے مجکو آنا نہین چمن مین
کس وقت ہون پشیمان کب ہونٹ چاٹتا ہون
جب دانت تک نہین ہین باقی مرے دہن مین
وحشت امیر اپنی کچھ آج سے نہین ہے
مانند گُل ازل سے ہے چاک پیرہن مین

ہم جو مست شراب ہوتے ہین
ذرّے سے آفتاب ہوتے ہین
ہے خرابات صحبت واعظ
لوگ ناحق خراب ہوتے ہین
کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے
عمل ناصواب ہوتے ہین
بادشہ ہین گدا گدا سُلطان
کچھ نئے انقلاب ہوتے ہین
ہم جو کرتے ہین میکدے مین دعا
اہل مسجد کو خواب ہوتے ہین
وہی رہجاتے ہین زبانون پر
شعر جو انتخاب ہوتے ہین
کہتے ہین مست رند سودائی
خوب ہمکو خطاب ہوتے ہین
آنسوؤن سے امیر ہین رسوا
ایسے لڑکے خراب ہوتے ہین

کچھ خار ہی نہین مرے دامن کے یار ہین
گردن مین طوق بھی تو لڑکپن کے یار ہین
سینہ ہو کُشتگان محبت کا یا گلا
دونون یہ تیرے خنجر آہن کے یار ہین
خاطر ہماری کرتا ہے دیر و حرم مین کون
ہم تو نہ شیخ کے نہ برہمن کے یار ہین
کیا پوچھتا ہے مجھ سے نشان سیل و برق کا
دونون قدیم سے مرے خرمن کے یار ہین
کیا گرم ہین کہ کہتے ہین خوبان لکھنؤ
لندن کو جائین وہ جو فرنگن کے یار ہین
وہ دشمنی کرین تو کرین اختیار ہے
ہم تو عدو کے دوست ہین دشمن کے یار ہین
کچھ اس چمن مین سبزۂ بیگانہ ہم نہین
نرگس کے دوست لالہ و سوسن کے یار ہین

سُن لے جو بتکدے مین اُس گُل کی آمد آمد
چھپتا پھرے ہر اک بُت دامانِ برہمن مین

کیا تکمۂ گریبان انگور کا ہے دانہ
رنگِ شرابِ گلگون ہے اُس کے پیرہن مین

مین نفس کے ہون در پے ہی نفس میرے در پے
رہزن کو فکر میری مین فکر راہزن مین

کنعان کے چاہ مین تھا یوسفؑ کو سہل گرنا
جب جانیے کہ گرتے تیرے چہِ ذقن مین

یاران رفتہ کا ہے غم اے امیر ناحق
چھوٹے ہوئے سفر کے ملجائین گے وطن مین

سمجھا یہ مین جو نکلے شاخون سے گُل چمن مین
صوفی نکل کے بیٹھے خلوت سے انجمن مین

ہی باغ باغ بلبل جسطرح تو چمن مین
پھرتے تھے یون ہی ہم بھی خوش خوش کبھی وطن مین

ئس بُت نے منہ چھپایا گیسوے پُر شکن مین
ل خدا خدا کر خورشید ہی گہن مین

زادرہ کے ہم نے ایّام عمر کاٹے
دو چار دن سفر مین دو چار دن وطن مین

ظاہر یہ جانہ اسکے ہے پیر زالِ دُنیا
غافل ہے یہ زلیخا یوسفؑ کے پیرہن مین

آواز کن جو آئی کانون مین ہم یہ سمجھے
غربت پکارتی ہی بس رہ چکے وطن مین

حالِ بدن کہون کیا دل ہی بجھا ہوا ہے
اک شمع ہی سو وہ بھی خاموش انجمن مین

کیا جانین خبر خموشی تیرے گرفتہ خاطر
کہنے کو سو زبانین ہین غنچے کے دہن مین

یارون سے اُنس کیسا غربت مین عمر گذری
ٹھہرے مسافرانہ دو چار دن وطن مین

راتونکو مثل شبنم چھپ چھپ کے باغبان سے
ہر پھول سے لپٹ کر روتا ہون مین چمن مین

غربت مین ہی جو صورت خط مین لکھون کہانتک
تصویر اپنی بھیجون احباب کو وطن مین

قت مین عیش کیسا شیشے کی طرح ساقی
رو رو کے دل ہی خالی کرتا ہون انجمن مین

ہم دو گھڑ
ہین فرقت مین ر
مثلِ حباب باقی ہے سانس پیرہن مین

موے سفید سر پر تیاری عدم ہے
غربت سے خاک اُڑاتے جلتے ہین ہم وطن مین

سنبل نے روز فرقت پھانسی گلے مین ڈالی
لی یہ مجکو کھینچا شمشاد نے چمن مین

ہون وہ لاغر جو ملک آئے پس مرا
بھر گئے دل مین یہ سمجھے کوئی مدفن مین نہین

چھوٹ کے بھی قید ہون قوت جو مرے تن مین نہین
کہ نشان طوق کا ہی طوق جو گردن مین نہین

خوف آفات جہان کا دل روشن مین نہین
دخل سیلاب کبھی ماہ کے خرمن مین نہین

چشم نمناک نے اشکون کا یہ مینھ برسایا
کہ کہین گرد کدورت دل دشمن مین نہین

پردہ بیجا ہے غم عشق کوئی چھپتا ہے
چشم خونبار نہان گوشۂ دامن مین نہین

ل جو صد چاک ہی انھین ہی خیال رخ دوست
شاہد پردہ نشین کون سی چلمن مین نہین

اپنے چہرے کی سیاہی سب اسی کو دیتا
کیا کرے بخت مرا قابوئے دشمن مین نہین

باغبان باغ کو کیا آکے خزان نے لوٹا
کوئی گل میخ بھی دروازۂ گلشن مین نہین

فاتحہ پڑھنے مری قبر پہ آئے کوئی کیا
طائرون کا بھی گذر گنبد مدفن مین نہین

گرے آنسو ترے میخوار کے ہین اے ساقی
رات کو کرمک شب تاب یہ ساون مین نہین

بزم میخانہ ہے کیا انجمن راز و نیاز
ہاتھ کس مست کے یان شیشے کی گردن مین نہین

دل کھنچے جاتے ہین سب کے ترے بازو کی طرف
نقش حب کا کوئی تعویذ تو جوشن مین نہین

کوچۂ عشق مین جا دیکھ فروغ رخ حسن
طور کس جا ہی اگر وادی ایمن مین نہین

خندہ زن کیا ہی کہ طوق ایک ہی آہن ہو کہ زر
ی گردان مین نہین یا مری گردن مین نہین

غور سے دیکھ لیا عاشق و معشوق ہین ایک
خال عارض ہی سویدا دل روشن مین نہین

کیا زمانہ ہی نہین صاف کسی سے کوئی
دوست کے دل مین وہ ہی جو دل دشمن مین نہین

آب یہ سنجیدگی طبع سے خالی ہی جہان
مصرع سرو بھی موزون کسی گلشن مین نہین

میکشو شیشۂ مے کی ہے حفاظت لازم
دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن مین نہین

واہ کیا تازہ مضامین ترے رنگین ہین امیر
رنگ ایسا کبھی فردوس کے گلشن مین نہین

کانٹے ہین جتنے وادیِ غربت کے اے جنون
سب آستین کے جیب کے دامن کے یار ہین

گم گشتگی مین راہ بتاتا ہے ہمکو کون
ہے خضر جسکا نام وہ رہزن کے یار ہین

جلتے ہین شوق برق تجلی مین کیا ہی خوف
جتنے تمام وادیِ ایمن کے یار ہین

پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے امیر
دندان نہین یہ میرے لڑکپن کے یار ہین

بے نشانی تو گذر خلد کے گلشن مین نہین
داغ مے ایک بھی زاہد ترے دامن مین نہین

زار اے مرگ ہون مین کچھ بھی مرے تن مین نہین
کس سے الجھین گے فرشتے کوئی مدفن مین نہین

سرو بے سایہ جو تجھ سا کوئی گلشن مین نہین
طوق قمری کی طرح میری بھی گردن مین نہین

کہدو آئین نہ فرشتے مجھے خجلت ہوگی
ہی جگہ تنگ سمائی مرے مدفن مین نہین

کیون نہ خوش ہون کہ بھرا ہے یہ مرے کینے سے
گر مرے دوست کی جا اب دلِ دشمن مین نہین

مرگ کے بعد بھی ہی تیرگیِ بخت ایسی
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن مین نہین

کیا مری طرح سے ہوگا ترا عاشق ای بت
پتلی پتھرائی ہوئی چشمِ برہمن مین نہین

آبِ فوارہ صفت خاک لہو اُچھلے گا
رگِ جہندہ کوئی قاتل مری گردن مین نہین

غم دوری کی نکالے دلِ عشاق سے پھانس
نوک ایسی مژۂ یار کی سوزن مین نہین

مین وہ رہرو ہون کہ ہے دست تہی نانِ سفر
کچھ ندامت کے سوا قسمتِ رہزن مین نہین

ہین نہ ملنے کی جو لذت سے بری عالیِ قدر
گذر برق کبھی ماہ کے خرمن مین نہین

حور و غلمان مین جو ہی حسن بشر مین بھی وہ ہے
کم یہ تصویر گلی رنگ مین روغن مین نہین

دوڑتے ہین دل عاشق کو سمجھکر کنجشک
ابھی کمسن ہین انھین ہوش لڑکپن مین نہین

بخت سے مجکو وہ معشوق ملا سادہ مزاج
چین چولی مین شکن تک کہین دامن مین نہین

دونون خواہان تھے بڑے پہلے مجھی پر وہ تیغ
لاگ اور اسکے سوا کچھ سر و گردن مین نہین

دولتِ حسن کو کیا دولتِ دنیا پہونچے
جو چمک رنگ طلائی مین ہے کندن مین نہین

عالمِ پیری مین وہ یوسف لقا ملتا نہین
صبح ہی خورشید روشن کا پتا ملتا نہین

وصل بت ہوتا نہین ہی یا خدا ملتا نہین
ڈھونڈھنے پر آدمی کو کیا ملتا نہین

حسن بے پردہ ہی عاشق کا پتا ملتا نہین
فیض بخشی پر کریم آیا گدا ملتا نہین

ای امیر اول تو وہ نا آشنا ملتا نہین
مل گیا جسکو کہین اُس کا پتا ملتا نہین

دل لگاتے ہین تو دنیا کے مزے کیواسطے
اے بتو تم سے کوئی بہرِ خدا ملتا نہین

ذبح کرتا ہی تو میرے دست و بازو کھولدے
رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین

حسرتین گھیرے ہین اس کثرت سے بسمل کو ترے
روح نکلے تن سے اتنا راستا ملتا نہین

اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب
کون ہی جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین

ٹھوکرین کھانا مقدم ہی جو منزل کا ہی قصد
راہرو بہکے نہ جب تک راستا ملتا نہین

ہوشیاری شرط ہی غافل جہان جھپکی پلک
خواب مین بھی ساتھ والون کا پتا ملتا نہین

دیر مین بھی ہی اُسی کا فیض اے اہلِ کرم
برہمن کو بت بھی بے اذنِ خدا ملتا نہین

منکرِ یکرنگیِ معشوق و عاشق ہین جو لوگ
دیکھ لین کیا رنگ کاہ و کہربا ملتا نہین

اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے
دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین

تازہ وارد ہون عدم مین حالِ دل کس سے کہون
گور بیگانہ ہی کوئی آشنا ملتا نہین

ہجر کے حرفون مین بھی ایسا اثر ہے ہجر کا
لب سے لب وقتِ تلفظ اک ذرا ملتا نہین

رزق کی وسعت جو ہی منظور ای دل کر دعا
بھیک کا ٹکڑا گدا کو بے صدا ملتا نہین

راہرو کا ذکر کیا ہی سرزمین عشق مین
سیکڑون منزل نشانِ نقشِ پا ملتا نہین

جس لحد مین دیکھئے ستر ہین مُردے اے امیر
خاک کے نیچے بھی کُنجِ انزوا ملتا نہین

موے مژگان سے ترے سیکڑون مرجاتے ہین
یہی نشتر تو رگِ جان مین اُتر جاتے ہین

حرم و دیر ہین عشاق کے مشتاق مگر
تیرے کوچے سے ادھر یہ نہ اُدھر جاتے ہین

غمِ دُنیا کا گذارہ مرے مسکن مین نہین
اشک ماتم کی جگہ دیدۂ روزن مین نہین
کونسا بل ہی جو زلفِ بتِ پُرفن مین نہین
زور ایسا کسی اُڑتی ہوئی ناگن مین نہین
ہی جنون خوب ہوا دور ہوئی قید لباس
شکر ہی طوق گریبان مری گردن مین نہین
اُسکی آمد ہوئی گھبراکے جو کہتا ہے یہ رنگ
رخصت اے گل کہ گزارہ مرا گلشن مین نہین
ہی جنون دستِ درازی کا ترے قایل ہون
چاک ہی کون گریبان کا کہ دامن مین نہین
چاہیئے کیا نہ مجھے محشر مین کوئی اور گواہ
کیا مرے خون کا دھبا ترے دامن مین نہین
کہتے ہین وہ خطِ رخ جلد بنا ای حجام
کام اس عنبر قدم کا مرے گلشن مین نہین
ڈھونڈھ لو گرمیِ دل جاکے گران جانون مین
یہ شرر سنگ مین ہو
ہمہ تن ہوکے زبان کہتی ہی مقتل مین وہ تیغ
کون سر ہے جو مرے سایۂ دامن مین نہین
آتشِ مے سے جو اُٹھتا ہے دھُوان کافی ہی
کسکو پروا ہے ہوا ابر جو گلشن مین نہین
جانتا ہی مری خاطر کی کدورت وہ مہر
ذرہ خورشید سے پنہان کبھی روزن مین نہین
کبھی زندان کی طرف بھی وہ پری آ نکلے
اثر اتنا کسی زنجیر کے شیون مین نہین
تیغ قاتل کا لبِ خشک ہو تر ذبح کے وقت
خون اتنا بھی ہماری رگِ گردن مین نہین
دور کر پیچ طبیعت سے کہ ہو سب کو عزیز
عقدۂ تار کی جا دیدۂ سوزن مین نہین
تیرے بیتاب کو کیا سیر ہو گلشن کی پسند
آشیان طائرِ سیماب کا گلشن مین نہین
کشتۂ تیغِ تحیر ہون مین اس محفل مین
جان تصویر کے مانند مرے تن مین نہین
کیون لگاتے ہین سرِ گورِ غریبان لوحین
دفن لاشے ہین دفینہ کسی مدفن مین نہین
بزم مین جنکے رہا کرتی تھین شمعین روشن
سوجھتا کچھ اُنھین تاریکیِ مدفن مین نہین
تھی کبھی سایۂ دیوار مکان ظلِّ ہُما
آشیان جغد کا اب کون سے روزن مین نہین

قتل کرتی ہے دوبارہ ہمین شرم اُنکی امیر
زخمِ شمشیر ہے خم یار کی گردن مین نہین

محبت کا بُرا ہو دل کو روکون یا جگر تھامون
مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین
گذرگاہِ جہان خالی نہین رہتی ہی کثرت سے
تماشاگاہ ہی دیکھو ہزارون آتے جاتے ہین
شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہے
ہی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین
طلب شانے کی ہی زلفِ دوتا کی خیر ہو یارب
را حافظ ہی یکتائی کا آئینہ منگاتے ہین
بہانہ ہی حنابندی کا یہ بھی ایک شوخی ہے
ہمارا ہی لہو دل مٹھی مین ہی ہم سے چھپاتے ہین
نظر اسپر نہین کرتے خود آئے ہین پری بنکر
ہمین کو اور اُلٹے اپنا دیوانہ بناتے ہین
نظر آتا نہین کچھ دیکھنے والونکی آنکھون مین
لگاتے ہین وہ سرمہ یا کوئی جادو جگاتے ہین
عزیز ایسی ہوا ہی قاتل کہ بسمل جان دے دیکر
تری تلوار کا دم اپنے سینے مین چراتے ہین
حسینانِ جہان کہتے ہین شاید درد کا شیوہ
جگہ دیتا ہی جو دل مین اُسیکا دل دُکھاتے ہین
نہین خالی ہماری وحشتِ دل ہوشیاری سے
گریبان پھاڑ کر پیوند دامن مین لگاتے ہین
جنازے پر جو آنے کو کہو اُن سے تو کہتے ہین
کہین تابوت کا بوجھ ایسے نازک بھی اُٹھاتے ہین
گلوری وہ نہین کھاتے ہین مسّی مل کے ہونٹھون پر
نگین یاقوت کا نیلم کی پٹری پر جماتے ہین
وہ میکش ہین کہ رکھ لیتے ہین سینہ چیر کر دل مین
کوئی شیشہ کا ٹکڑا راستے مین بھی جو پاتے ہین
ہماری لغزشونکی تجکو اے زاہد خبر کیا ہے
تے ہین ہاتھ جب ہم لڑکھڑاتے ہین
وہ اُٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی
ٹھورندو چلو واعظ تو یوہین سر پھراتے ہین
دیا جاتا ہی شمشیرِ قضا پر باڑھ کا ڈورا
مبارک مرگ نوای دل وہ پھر سر منگاتے ہین
نہین ہی پیار بھی در پردہ انکا چھیڑ سے خالی
لا دیتے ہین اتنا وصل کی شب گدگداتے ہین

امیر افسردہ ہوکر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے
وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

کباب سیخ ہین ہم کروٹین ہر سو بدلتے ہین
جل اُٹھتا ہی جو یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہین
سیہ پوشاک بنکر خانۂ کعبہ مین جا بیٹھے
بلا کا بھیس اُو کافر ترے گیسو بدلتے ہین

کوچۂ یار مین اول تو گذر مشکل ہے
جو گذرتے ہین زمانے سے گذر جاتے ہین

شمع سان جلتے ہین جو بزم محبت مین ترے
نام روشن وہی آفاق مین کر جاتے ہین

اثر آبِ بقا خاک رہِ عشق مین ہے
وہی زندہ ہین یہان آکے جو مر جاتے ہین

تم جو چڑھتے ہو نظر پر تو تمھارے ہوتے
سب حسینانِ جہان دل سے اُتر جاتے ہین

زاہدو تم کو جنان ہم کو درِ یار پسند
خیر جاؤ تم اُدھر کو ہم اِدھر جاتے ہین

زندے کیا اہل عدم کو بھی پھنسا لاتے ہین
زلف کے بال اگر تا بہ کمر جاتے ہین

کیا اثر نام علیؑ مین ہی کہ لیتے ہی امیر
کام بگڑے ہوئے جتنے ہین سنور جاتے ہین

مے پئین کیا کہ کچھ فضا[1] ہی نہین
ساقیا باغ مین گھٹا ہی نہین

خضر کیا جانین مرگ کی لذت
اس مزے سے وہ آشنا ہی نہین

شعر وصفِ دہن ہین سُنکے کہا
ایسا مضمون کبھی سُنا ہی نہین

کسطرح جائین اُنکی محفل مین
جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین

کیا سُنین گے وہ خلق کی فریاد
کہتے ہین جو کوئی خدا ہی نہین

لذتِ عیش وصل کیا جانین
اسمین حصہ ہمین ملا ہی نہین

کل تلک تھا وہ ربط وہ اخلاص
آج وہ شوخ آشنا ہی نہین

ہی ہمین اب تو تیری اُلفت مین
صدمہ وہ جسکی انتہا ہی نہین

مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر
کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہین
پڑا ہون مین یہان آکر تو یون مجکو ستاتے ہین

دیا ہی غسل ابرو نے کفن رنگین پنہاتے ہین
تماشا ہی کہ کشتے کو ترے دولہا بناتے ہین

ہماری بیخودی تمہید ہی تیری نمایش کی
مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین

---

[1] فضا - بمعنی رونق و بہار اس صورت مین لفظ مصنوعہ ہی ورنہ اصل معنی فضا کے فراخی اور میدان کے ہین ۱۲ عبد الباری آسی —

الٰہی آئے کوئی حور باغ جنت سے   اُلجھ رہا ہون کہ تنہا تہِ مزار ہون مین
جو اپنے ہاتھ سے دیتے ہو دو مجھے تعزیر   گناہگار نہین تو گناہگار ہون مین
ہزار مُردون مین زندہ رہا جو ایک تو کیا   زمانہ مست ہی کیا خاک ہوشیار ہون مین
بغیر جرُم ہون پامال شرمِ ہمجنسی   کوئی گناہ کسی سے ہو شرمسار ہون مین
شریک دردِ نباتات ہون بشر کیسے   پڑین درخت پہ پتھّر تو سنگسار ہون مین
کہو فلک سے ملائے نہ خاک مین مجکو   کہ انتخابِ جہان فخرِ روزگار ہون مین
صفا بنی ہی جہان مین مری کدورت سے   کیے جو آئنون کو صاف وہ غبار ہون مین
فسردگی ہے مری باعثِ خزان   شگفتگی مین تماشاے نو بہار ہون مین
اُٹھاکے پردۂ امکان قدم کو کیا دیکھون   کہ اپنی شکل سے آئینے مین دوچار ہون مین
وہ تیغ مہر ہے جس تیغ کا مین ہون کشتہ   نگاہِ لطف ہی جس تیر کا شکار ہون مین
بہائے اپنے ہی خرمن کو جو وہ ہون سیلاب   جلائے اپنے ہی دامن کو وہ شرار ہون مین
سکون دل ہو جو حاصل تو سامنے ساحل   دکھاؤن جوش تو دریاے بیکنار ہون مین
امیرِ فوج ظفر موج جرأت و ہمّت   وزیر اعظمِ سلطانِ تاجدار ہون مین
حریم لطف و عطا مین شمیم خلقِ نبیؐ   دمِ وغا کفِ حیدرؑ مین ذوالفقار ہون مین
خمیر خاک سے مردم مین نور کا پتلا   شریکِ عام نہین خاص کردگار ہون مین

امیر دل مین جو کچھ آگیا کیا موزون
زبان بند نہین صاحب اختیار ہون مین

کرم کہ تیرے کرم کا اُمیدوار ہون مین   گناہگار ہون یارب گناہگار ہون مین
ہمیشہ گوشہ نشین ہون وہ خاکسار ہون مین   ہوا اُڑا نہ سکے جسکو وہ غبار ہون مین
نگاہِ ذائقہ مین آنسوؤن کا تار ہون مین   گلوے باصرہ مین موتیون کا ہار ہون مین
کسی کی تیغ کھنچے قتل کو فگار ہون مین   کسی کا تیر چلے صید پر شکار ہون مین

بہار آئی ہی صبحِ عید کا عالم ہی گلشن مین
نئی پوشاک شمشاد و کنار جو بدلتے ہین
نزاع کفر و دین ہی دور دور زلف و عارض مین
مسلمانون سے ٹوپی آجکل ہندو بدلتے ہین
تری نیچی نگاہین سایۂ مژگان مین پھرتی ہین
پٹے مین جیسے بانکے پیترے ہر سو بدلتے ہین
بہا مین کچھ تو پایا ہی انھین ای چشم تر بہتر
جو اپنے موتیون سے جوہری آنسو بدلتے ہین
مئے کہنہ ہی یہ آب وضو تیرا نہین زاہد
جو چشمے نور کے ہین کب وہ رنگ و بو بدلتے ہین
تری محفل مین یہ دیوار کی کھنچی ہین تصویرین
ادب سے بیٹھنے والے کہین زانو بدلتے ہین

امیر اس باغ مین رہ کر کرین کیا دم الجھتا ہے
نہ نخوت چھوڑتے ہین گل نہ کانٹے خو بدلتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہین
وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین
پھرتے ہم جس شہر مین پوچھا یہ اہل شہر سے
خوبرویون کی یہان بکتی ہین تصویرین کہین
نیچی نظرون سے مجھے آخر لگے وہ دیکھنے
اوپر اوپر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین
قیدیون کا اپنے اس ظالم کو ہے ایسا خیال
چونک اٹھتا ہی جو غل کرتی ہین زنجیرین کہین
ابروون سے ہر کس و ناکس کو تم کرتے ہو قتل
خوف ہی منھ کی نہ کھا جائین یہ شمشیرین کہین
وہ بت آئیگا تو بت بن جائینگے واعظ ابھی
حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین
لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی
پانوٴن سے میرے اتر جائین نہ زنجیرین کہین
اسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر
بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین

لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر
سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین

تمام تن مین ہین چھالے اگرچہ زار ہون مین
گرہ جو خوب نظر آنسوؤن کا تار ہون مین
بجا ہی سر سے قدم تک جو داغدار ہون مین
کہ ہجر مین ہمہ تن چشم انتظار ہون مین
کرم کرے جو وہ شمشیر کیسی تنہائی
جدا ہون عضو بدن ایک سے ہزار ہون مین

وقت فرصت تھا مین عبرتکدۂ ہستی مین
کف افسوس ملی جسنے کیا گم مجھکو
ایک کو ایک سے بڑھکر تہے جلوے کا بہی شوق
آنکھ کہتی ہے نگہ پر ہو تقدّم مجھکو
اشک سان خاک مین ملنا بہی مجھے طاعت ہے
لاکھ سجدے کے برابر ہے تیمّم مجھکو
آبرو ہے یہ مری پیر مغان کے آگے
منھسے ساغر جو لگالے تو دے خم مجھکو
وحشت دل سے زمانہ مین پھرون مثل نگاہ
سات پردون مین کرین قید جو مردم مجھکو
روز دکھلاتی ہی دنیا کا سپید اور سیاہ
اس کی شام مسی صبح تبسم مجھکو
ہون وہ مضمون کہ زلفون کو اگر ہاتھ آؤن
صورت گوہر نایاب کرے گم مجھکو
اثر طالع واژون سے عجب کیا ہے اگر
تیغ بنجاے مرا دست تظلّم مجھکو
ہون مین مشتاق شہادت کہ مین حسرت تو ہے
خاطر غیر ہی سے قتل کرو تم مجھکو
حشر مین وجد کنان قبر سے یارب نکلون
نغمۂ صور ہو آواز ترنّم مجھکو
مجلس وعظ مین مین مست اگر جا بیٹھون
مغبچے کھینچ کے لیجائین سر خم مجھکو

شمع کی طرح مین وہ سوختہ قسمت ہون اسیر
مول لے لے کے جلا دیتے ہین مردم مجھکو

لے گئی کل ہوس مے جو سر خم مجھکو
ہوش کی طرح سے مستی نے کیا گم مجھکو
کعبۂ رخ کی طرف پڑھتی ہی آنکھون سے نماز
چاہیے گرد نظر بہر تیمّم مجھکو
واہ ای بیخودی شوق کیا خوب سلوک
اسکو جب ڈھونڈھ نکالا تو کیا گم مجھکو
ہون مین وہ قطرہ جو نیسان کی بغل سے چھوٹون
کھینچ لے شوق سے آغوش مین قلزم مجھکو
نہین معلوم وہ مہمان ہوئے ہین کس کے
آج گھر گھر لیے پھرتا ہے توہّم مجھکو
غنچہ سان نزہت خاطر سے عدم کو پہونچا
بال و پر ہو گئے لب وقت تبسم مجھکو
خلوت وصل مین کچھ کام نہین ساقی کا
جام مے بھر کے پلاؤن مین تمہین تم مجھکو
بے ثباتی مین نہین کون سی جا میری نمود
ذرّے سے چھپتے ہین وہ سب سمجھتے ہین انجم مجھکو

رگائے منھ مجھے وہ نغمۂ دوست کب دیکھون
برنگ نے ہمہ تن چشم انتظار ہون مین
کھوگے جو مجھے مین بھی وہی کھونگا تمھین
اگرچہ لنگر تمکین سے کوہسار ہون مین
ہوائین باندھتے ہو کیا یہ جھوٹ کہہ کہہ کر
اڑا رہے ہو کسے کیا کوئی غبار ہون مین
گمان دزد کفن ہو اگر نسیم آئے
قفس مین بند کہ مردہ تہ مزار ہون مین
مرے گناہون سے ہوا انکی مغفرت کی نمود
گناہ اگر نہ کرون تو گناہگار ہون مین
بتونکی زلف پر افشان عذار پر غازہ
رہون گا گرد حسینونکے وہ غبار ہون مین
ہوا جو قصر فریدون مین کل گذر اپنا
صدا یہ آئی کہ اجڑا ہوا مزار ہون مین
رقیب پھولون کی بدّھی اُسے پنھاتا ہے
ملے مجھے تو اجل کے گلے کا ہار ہون مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

ٹھوکرین کھاتا ہی سر ہر گام پر رفتار مین
چال میری کوئی دیکھے کوچۂ دلدار مین
لیگیا لخت جگر لپٹے جو مین گلزار مین
برگ گل بلبل سمجھ کر لے گئی منقار مین
دیکھ سکتا ہون کوئی باہر سے مین اندر کا حال
در مین رخنہ ہے نہ روزن یار کی دیوار مین
بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہین
چشم بینا ہو تو یوسف سیکڑون بازار مین

حال آئینہ ہے میری جبہہ سائی کا امیر
منھ نظر آنے لگا سنگ در دلدار مین

ردیف واو

صورت غنچہ کہان تاب تکلم مجھکو
منھ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجھکو
اور تھا کون شب ہجر مصیبت کا شریک
دیکھ لیتا تھا مین انجم کو تو انجم مجھکو
مر کے راحت تو ملی پر ہی یہ کھٹکا باقی
آکے عیسیٰ سر بالین نہ کہین قم مجھکو

جانتے ہین جو حقیقت سے ہین آگاہ امیر
کُن کے کہنے سے ہے ہاتھ آیا تقدم مجھکو

اشک سان جنبش مژگان نے کیا گم مجھکو
لغزش پا ہوئی دریا کا تلاطم مجھکو
تجھکو قاتل ہی سے لعل لب خندا نکی قسم
نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھکو
برسون جھیلی ہی مصیبت شب تنہائی کی
مدتین گذری ہین گنتے ہوے انجم مجھکو
دیکھ لون انکو ذرا نزع مین آ لینے دے
رحم لے بیخبری کر نہ ابھی گم مجھکو
خط نکلنے سے ترے سوگ نشین ہین آنکھین
کھُل گئی وجہ سیہ پوشئ مردم مجھکو
شوق طوف حرم عشق مین باندھی ہی کمر
گرد غربت سے مناسب ہی تیمم مجھکو
شب کو نکلون جو مین لاغر تو ہون مثل کمند
کھینچ لیجاے شعاع مہ و انجم مجھکو
ہون مین وہ رند کہ مسجد مین لگاؤن زاہد
ہاتھ آجائے اگر خشت سر خم مجھکو
شمع سان محفل عالم مین وہ ہون سوختہ بخت
دل بھر آتا ہے جو آتا ہے تبسم مجھکو
صاف کہدو نہین دیدار دکھانا ہے اگر
کعبہ و دیر مین ڈلاتے ہو کیون تم مجھکو
اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینک دیا
زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجھکو
اسقدر طول خموشی کو ہوا غربت مین
بزم مین بھول گئی طرز تکلم مجھکو

وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہی امیر
اور وہ سمجھے ہین سزاوار ترحم مجھکو

پہلے تم اپنی چتون اپنی نظر کو دیکھو
پھر جسنے دل دیا ہی اُسکے جگر کو دیکھو
کیا حال پوچھتے ہو گم گشتگی کا مجھ سے
اپنے دہن کو دیکھو اپنی کمر کو دیکھو
اُس رُخ کی گرمیون سے ہی برق طور ٹھنڈی
چڑھتے ہین کسکے مُنھ پر شمس و قمر کو دیکھو
پتھرا گئی ہین آنکھین جس جا ملائکہ کی
جاکر وہان لڑی ہے میری نظر کو دیکھو
ملتا نہین ہی نالے مدت سے ڈھونڈھتے ہین
بیٹھا ہے مُنھ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

خم مے تھا کبھی اک قطرے سے کم ایساقی
اب وہی میں ہوں کہ ہے قطرۂ مے خم مجھکو

میں تو کیا عکس سے وہ آئینہ روکتا ہے
پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھکو

دھوکھا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا
ہنستے ہیں دیکھکے اب تک لب گندم مجھکو

مردمک ہوں کہ سویدا ہوں الہی کیا ہوں
دیدۂ دل میں جگہ دیتے ہیں مردم مجھکو

میں ترا عکس تھا اس آئینۂ ہستی میں
تو نے کیا پھیر لیا منھ کہ کیا گم مجھکو

دیکھتا ہوں کبھی آئینہ تو روتا ہوں امیر
بنی صورت یہ خود آتا ہے ترحم مجھکو

ں صفت گم
ہر حباب مے پرزور ہوا خم مجھکو

ہوں میں نقش قدم اس رہگذر ہستی میں
ایک نظا ہر جو کرے چار کریں گم مجھکو

میں جو مر جاؤں تو لے پیر مغاں کہدینا
مغبچے کھینچ کے ڈال آئیں بس خم مجھکو

ہو مرے قتل کی یارب یہ خوشی قاتل کو
بڑھ کے دے چار قدم تیغ تبسم مجھکو

زندہ اعجاز مسیحا سے تو ہو سکتا ہوں
ضعف سے اُٹھ نہ سکونگا نہ کہیں قم مجھکو

دی صدا دل کو جو اُس نے تم میں تنہا چھوڑا
ساتھ لالے اُٹھتے ہی نکلے لیے تم مجھکو

ہو سر عجز سے تا شل گھر سجدہ قبول
چاہیئے گرد یتیمی سے تیمم مجھکو

لالہ و گل ہوں خس و خار ہوں یارب کیا ہوں
ڈوبتا ہوں تو ڈبوتا نہیں قلزم مجھکو

یہ کلی ہے تو سنبھالے ہوئے بجلی سے یار
بیخودی راہ میں کرنا نہ کہیں گم مجھکو

ہوں وہ میکش جو کروں رخ در توبہ کی طرف
بہکے جاتے ہو بچا سے دہن خم مجھکو

نگہ مہر کہاں یار جفا پیشہ کہاں
ملک الموت سے ہے چشم ترحم مجھکو

سوز دل وجد کا باعث ہی یہاں مثل سپند
میری فریاد ہے آواز ترنم مجھکو

نظر بد نہ لگے یار کی سفاکی کو
قتل ہونے نہیں دیتا یہ توہم مجھکو

بحث کو آئے جو واعظ مجھے آجائے یہ جوش
لب ملیں ساغر مے کے دہن خم مجھکو

مری غزل کوئی رنگین سی چھانٹ کر پڑھ لو
مشاعرے مین جو آئے ہو تم تو بہل کے چلو

قضا کا کام ہے ہنگامہ کوے قاتل مین
امیر خیر ہے منھ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو
بانکپن کی نوک رکھیے کاٹیے اس تیر کو
ای خوشا وحدت نما کثرت کشا نیرنگ عشق
دیکھتا ہون ہر مرقع مین تری تصویر کو
اپنے بسمل کا ذرا ذوق شہادت دیکھیے
دے رہا ہے کیا گلے مل مل کے دم شمشیر کو
جانتے ہو لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون
ڈھونڈھتا پھرتا ہے مقتل مین تمھارے تیر کو
ڈال دی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب
واہ کس پردے مین رکھا حسن کی تصویر کو
گردن و پہلو سے نخچیر و نکے آتی ہے صدا
آفرین اس تیغ کو صد آفرین اس تیر کو
کھینچنے بیٹھا جو نقاش ازل حیرت کی شکل
رکھ لیا پیش نظر پہلے مری تصویر کو
سینۂ عاشق پہ جڑ دے یارب جوہر کھلین
چوکھٹا درکار ہے آئینۂ شمشیر کو
دست و بازو کو ترے تکلیف کیون ہو وے بھلے
آپ رکھ لون چیر کر پہلو مین تیرے تیر کو
صاف کھنچا چاہتا ہے شکل حیرانی اگر
آئینے پر کھینچ اے مانی مری تصویر کو
پیاس لاکھون کی بجھائی شاہ رہی دریا دلی
پانی پی پی کر دعائین دون تری شمشیر کو
پوچھتے کیا ہو تجھے بے بال و پر کسنے کیا
یہ پر پرواز پر کسنے دیے ہین تیر کو
خود بخود کھنچ جاتا ہون زور ناتوانی دیکھنا
کھینچتا ہے جب کبھی مانی مری تصویر کو
زلف مین حلقے بنائے ہین شرارت دیکھنا
طوق پہنائے ہین کیا اس شوخ نے زنجیر کو
چلتے چلتے تھک گئی ہو منھ نہ موڑے خوف سے
بسم اللہ دم لینے تو دو شمشیر کو
لب پر آئی آہ اِدھر جب اٹھی اسکی نظر
دیکھنا کیا تیر پر رد کا ہے ہمنے تیر کو
تا یہ شاہد ہون وہ دعوی خونفشانی کا کرے
لب دیے سوفار کو بخشی زبان شمشیر کو

لوٹتا ہی خاک پر ای ترک مدت سے امیر
ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

لڈیا جو قبر مین ہین منھ سے کفن ہٹا کر
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو
غیرونکے منھ تکے ہین مین شکل آئینہ ہون
رخ پھیرو اس طرف سے صاحب ادھر کو دیکھو
حالت مریض غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو
ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو
کس مرتبہ کو پہونچا آخر یہ رفتہ رفتہ
اس آستان کو دیکھو اور میرے گھر کو دیکھو
آخر ہے وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم
رنگت اڑی ہوئی ہے شمعِ سحر کو دیکھو
لکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا
جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے امیر مومن
کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

گلے کٹین گے نہ یون پیترے بدل کے چلو
چلے کی تیغ سرِ رہ ذرا سنبھل کے چلو
جنون بہار مین دیتا ہے ہمکو یہ ترغیب
چمن کو خانۂ زنجیر سے نکل کے چلو
برنگ صفحۂ نقاش ہو زمین رنگین
حنا جو پاؤن مین میرے لہو کی مل کے چلو
خرام یار کا طاؤس و کبک سے ہے یہ قول
نہ آئے گرمیِ رفتار لاکھ جل کے چلو
سرِ مزار غریبان ہین جا بجا پتھر
لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو
کفن پہن کے چلین گور کی طرف عاشق
جو عیدگاہ کو تم پیرہن بدل کے چلو
بدل نہ جائین کہین میرے راہ مین تیور
چلو جو ساتھ نہ تیوری بدل بدل کے چلو
سنا ہے محتسب آتا ہے دو گھڑی کے لیے
قدح کشو کہین اب میکدے سے ٹل کے چلو
ملے ہو ہمکو جو میلے مین تم تو عجلت کیا
ذرا تو ٹھہرو کہین شہر سے نکل کے چلو
بہار آئی ہوا مین ہین پھول خوشبو بر
خجل ہون عطر جو تم پیرہن مین مل کے چلو
رجوع کفر مین اسلام ہم سے کہتا ہے
کہ سوئے بتکدہ کعبے مین پہلے چل کے چلو
اگر تمھین نہین فرصت تو کہدو تیغون سے
کہ خلق جمع ہے تم میان سے نکل کے چلو
نصیب دشت مین لائے ہین وحشیو تمکو
اچھلتے ہوئے سو نا اچھل اچھل کے چلو

چھاتی سے مین لگائے رہون کیون نہ داغ کو
اے دل کوئی انیس شبِ تار بھی تو ہو
گر ہم نہین تو رونقِ بازار عشق کیا
اے حسن خود فروش خریدار بھی تو ہو
سینے مین چاہتا ہے کہ ہنگامہ ہو بپا
اے آفتابِ حشر نمودار بھی تو ہو
اتنی اُداس صحبتِ مے واہ میکشو
دستِ سبو مین شیخ کی دستار بھی تو ہو
زاہد امیدِ رحمت حق اور ہجوِ مے
پہلے شراب پی کے گنہگار بھی تو ہو
ساقی ابھی سے جاؤن مین کیا بہر میکشی
آئے بہار رونقِ گلزار بھی تو ہو
بیجا تری نگاہ کو تیزی یہ ہے گھمنڈ
برچھی کی نوک دل سے مرے پار بھی تو ہو
سوؤن مین آکے دھوپ سے پاؤن امان اگر
راضی تمھارا سایۂ دیوار بھی تو ہو
کیونکر ہو درد دل کی ہمارے لئے خبر
پردے مین خامشی کے کچھ اظہار بھی تو ہو
اشکون کے ساتھ عشق مین نالہ ضرور ہے
آراستہ ہے فوج علمدار بھی تو ہو
ساقی اُداس کیون نہو بزمِ مے و سبو
میخانے مین امیر سا میخوار بھی تو ہو

وہ حسن کیا ہے حسن جو خاطر نشین نہو
اُس کام کا وہ نام جو نقش نگین نہ ہو
کیونکر ہو دل شگفتہ جو عزلت نشین نہو
پھولے پھلے نہ دانہ جو زیر زمین نہ ہو
وہ یاس ہے کہ وصل مین بھی ہر نگاہ پر
ڈرتا ہون مین کہین نگہِ واپسین نہ ہو
راحت کی جستجو مین ہین اہلِ جہان عبث
ہاتھ آئے وہ کسی کو کہان جو کہین نہ ہو
ایذاے خلق پر ہے یہ غش موذی فلک
ہے سانپ چاہتا ہو کوئی آستین نہو
ساحل سے ہون مین تشنہ دہن خود کنارہ کش
کہدو کہ بحرِ موج سے چین بر جبین نہو
مانند بوے گل چمنِ دہر سے نکل
اے داغ بے ثبات مین عزلت نشین نہو
نام اُس حسین کا قلب مصفا پہ نقش ہے
کیونکر اس آئنے پہ گمان نگین نہو
ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہے
کیونکر جہان ہو جو جہان آفرین نہو

او کمان ابرو سمجھکر صید کر نخچیر کو
سخت جانی سے کہین صدمہ نہ پہنچے تیر کو
ہو چکا مین قتل تو اُس سے قضا نے یہ کہا
تو مبارک آج سے فرصت ملی شمشیر کو
بانظر اُس تُرک کی مجھپر پڑی تیوری چڑھی
بل پڑے شمشیر مین سیدھا کیا جب تیر کو
فصل گل مین گل کھلے تازہ ہوا نخلِ کہن
گر چکا تھا ان جوانون نے سنبھالا پیر کو
رنگ وحدت دل مین کثرت سے سما جائے اگر
ایک برگِ گل پہ کھینچون باغ کی تصویر کو
چیر کر پہلو کو دل نکلا ہے مشتاقِ نگاہ
کیا تماشا ہے ہدف لینے چلا ہے تیر کو
عشقِ دندان کا ہون مجرم ہو سزا بھی حسبِ حال
موتیون کا چاہیے دُرّہ مری تعزیر کو
ناز کیونکر ہو گنا ہون پر نہ مجھکو اے کریم
پیار کرتی ہی تری رحمت مری تقصیر کو
پیچ کی باتین ہین شانے ہی سے اے زلفِ یار
خوب سُلجھاتا ہی دل اُلجھی ہوئی تقریر کو
صفحۂ رُخسارِ جانان پر لکھا کیا خوب خط
چوم لون پانون جو دستِ کاتبِ تقدیر کو
کسکو کرتے ہین نشانہ کسکو کرتے ہین شکار
ترک لڑوائین گے کیا نخچیر سے نخچیر کو
جب کمان سے چھوٹتا ہی دلمین کرتا ہی مقام
خوب سیدھی راہ دکھلائی ہی تمنے تیر کو
دل کی ہوتی ہی درستی جتنی ہوتی ہی شکست
کرتی ہے آباد بربادی اسی تعمیر کو
پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان
گل سُنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو
قالبِ خاکی سے ہر دم ہی یہ تہدیدِ اجل
خاک مین اکدن ملا دینگے ہم اِس تعمیر کو
پانون اپنا درمیان تھا کھل گئے عقدے تمام
سخت مشکل تھین کڑیان جھیلنی شمشیر کو

ل مین گھر اُسکا ہی گردن تک گذر اُسکا امیر
تیغِ قاتل سے جگہ اچھی ملی ہے تیر کو

ھر گھر تجلیان ہین طلبگار بھی تو ہو
موسیٰ سا کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو
ے تیغِ یار کیا کوئی قایل ہو برق کا
تیری سی اُسمین تیزی رفتار بھی تو ہو
دل درد ناک چاہیے لاکھون ہین خوبرو
عیسیٰ ہین سیکڑون کوئی بیمار بھی تو ہو

تا بہ [illegible] پہلی ہے امید
مجھ سے تر دامن کا بھی شاید کہ دامن خشک ہو

ہون وہ پیاسا ذبح کے دم بھی مین سیراب ہون
حلق مین پانی بسانِ آبِ آہن خشک ہو

زیست پیری مین کہان رونق جوانی کی گئی
گُل ہے روشن چراغ ایدل جو روغن خشک ہو

تیغ کھینچے میکدے کی سمت اگر آئے وہ ترک
بت کا زہرہ آب ہو خونِ برہمن خشک

آبیاری ہو اگر بلبل کے اشکون کی یہی
ہے یقین فصلِ خزان مین بھی نہ گلشن خشک ہو

داغِ دل سے گرم اپنی خاک ہے کیا ہے عجب
چادرِ گل پڑتے ہی بالائے مدفن خشک ہو

ور بھی گردون ستاتا ہے جو پاتا ہے ضعیف
پائمالِ گاؤ دہقان ہو جو خرمن خشک ہو

حسرتِ دیدار مین کھینچون اگر مین آہِ سرد
ایک جھونکے مین یقین ہے نخلِ ایمن خشک ہو

چھین کر رختِ سفر پامال ظالم نے کیا
پانون شل ہو جائین یارب دزدِ رہزن خشک ہو

اُس مسی آلودہ لب کا وصف کیا کوئی کرے
سامنے سب کے زبانِ برگِ سوسن خشک ہو

چھیڑتی ہے رونے سے قاتل کی تیغ آبدا
غیر ممکن ہے کہ اپنا زخمِ گردن خشک ہو

حسرتِ دیدار ہے ہمکو مکانِ یار کی
دیدۂ تر کیا برنگِ چشمِ روزن خشک ہو

مین اگر رونے پہ آؤن صورتِ ابرِ بہار
سبز ہو دم بھر مین برسون کا جو گلشن خشک ہو

اسقدر ہو بخیہ گر کو غم جو دیکھے میرے زخم
جان مثلِ رشتہ تن مانندِ سوزن خشک ہو

اِس گلستان مین ہے مجھ سا کون طائر بے نصیب
بیٹھون مین جہان شاخِ نشیمن خشک ہو

کیا حرارت ہے لگاؤن مین اگر منھ سے امیر
جام مثلِ چشمۂ خورشید روشن خشک ہو

چھوڑو نہین اسے بتو حیا کو
لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو
ظالم تجھے دل دیا خطا کی
کانٹون سے کہو سنبھال لینا

کیا منھ نہ دکھاؤ گے خدا کو
پیچھے نہ لگاؤ اِس بلا کو
بس بس مین پہونچ گیا سزا کو
آتا ہے غش اِس برہنہ پا کو

امتحان تھا جو ہمارا اُسے منظور نظر
ذبح رُک رُک کے کیا تیغِ ادا نے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اِس گلشن ہستی مین امیر
دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

پیچ پر پیچ دیے زلفِ دوتا نے ہمکو
کن بلاؤن مین پھنسایا ہی خدا نے ہمکو

پر لگائے یہ ترے تیر ادا نے ہمکو
تھک گئی دوڑ کے پایا نہ قضا نے ہمکو

تو وہ تیرون کا کیا تیر ادا نے ہمکو
شکر صد شکر لگایا تو ٹھکانے ہمکو

ترے بیمار سے یہ بیخبری کہتی ہے
کہ خبر کو تری بھیجا ہے قضا نے ہمکو

کہتے ہین حشر وہ رفتار سے برپا کرے
ایسے کتنے ابھی فتنے ہین جگانے ہمکو

کی ہے جب شوق سے منعم کی عمارت پہ نظر
عبرت آئی ہی وہین گور جھکانے ہمکو

سارے عالم مین یہ شہرت ہی قضا نے مارا
واہ کس پردے مین مارا ہی ادا نے ہمکو

وہ کہین گے نہ اُٹھا صدمۂ فرقت دو دن
موت کیون آئی ہے یہ داغ لگانے ہمکو

دفن بھی اپنی گلی مین نہ کیا وائے نصیب
مر گئے پر بھی لگایا نہ ٹھکانے ہمکو

ڈھیرون انگور پڑے لٹتے ہین ساقی لیکن
ہاتھ آتے نہین دو چار بھی دانے ہمکو

عیش کرنے کو بتو تمکو کیا ہے پیدا
رنج اُٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہمکو

عشق ابرو مین خدا پار لگائے بیڑا
آبِ شمشیر مین غوطے ہین لگانے ہمکو

حیرتِ عارضِ جلاد سے سکتا جو ہوا
آئی تیغِ اجل آئینہ دکھانے ہمکو

نقدِ ہوش و خرد و صبر نہ چھوڑا کچھ امیر
آج لوٹا غضب اُس دزدِ حنا نے ہمکو

ہون وہ بلبل گل تلک پہونچون تو گلشن خشک ہو
مثلِ خارِ آشیان شاخِ نشیمن خشک ہو

چاہتا ہے سوزِ فرقت اِس محیطِ حسن کا
تن مین مثلِ خار رہا ہی ہر رگِ تن خشک ہو

تازگی ہی روئے جانان کی زنخدانکے سبب
چاہ جس گلشن مین ہو کیونکر وہ گلشن خشک ہو

گیا تھا لیکے خط آیا ہے ہاتھ کٹوا کر
ذرا خدا کے لیے شان نامہ بر دیکھو
اُٹھاؤ آنکھ یہ کیا شرم ہے خدا سے ڈرو
کسی کی جان کا ہو جائیگا ضرر دیکھو
بغیر غم نہین ممکن حصول دولتِ دہر
نظر جو آئے محرّم کا چاند زر دیکھو

امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل
وہی ظہور وہی شان ہے جدھر دیکھو

دل ہو وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو
اُب تو سر مین یہی سودا ہی بلا سے کچھ ہو
فکر بیجا ہے طبیبو مرضِ عشق ہی یہ
غیر ممکن ہی کہ تخفیف دوا سے کچھ ہو
دیکھے خط اب کسے بھیجون کہ بر آئے مطلب
جب نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا سے کچھ ہو
مل گئے وہ کسی رستے مین تو مانند غبار
ہم لپٹ جائینگے دامانِ قبا سے کچھ ہو
جان پر کھیل گیا مین تو کہا اُس بت سے
مین نہ سمجھا تھا کہ تم فضل خدا سے کچھ ہو
نظر آجائے جو اُس زلفِ سیہ کی ناگن
ڈال دون ہاتھ مقرر مین بلا سے کچھ ہو
تیرے بیمار محبت کی ہے صحت مشکل
فکر ہو لاکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو
سخت جان وہ ہون نہ کٹ جاؤن اگر سر سے مین
شرط بدتا ہون جو پھر تیغ قضا سے کچھ ہو
ہی مُعمّا دہنِ تنگ کا دشوار بہت
حل یہ مطلب ہو تو شاید شعرا سے کچھ ہو
تو بھی آخر کسی در کا ہے گدا ای سُلطان
عفو لازم ہے جو تقصیر گدا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ اُلفت کی نگاہ
حال دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو
بادۂ سُرخ ملے تم سے یہ اُمید کہان
مغبچو تم تو مرے خون کے پیاسے کچھ ہو
متوقع درِ دولت پہ کھڑے ہین کب سے
اب تو ہمکو بھی عطا خوانِ عطا سے کچھ ہو
کوے جانان مین کوئی دم تو ٹھہرنے پاؤن
ایسی افتاد مری لغزشِ پا سے کچھ ہو

عالمِ فقر مین تکلیف گوارا ہے امیر
نہ ملین گے نہ ملین گے اُمرا سے کچھ ہو

بلبل کو ملے جو باغبانی
روکے درِ باغ پر صبا کو
اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ
اتنا تو نہ بھولیے خدا کو
گُل کر گئی میری شمعِ تربت
کیا موج یہ آ گئی صبا کو
کوچے مین ترے ملا یہ آرام
نیند آ گئی چشمِ نقشِ پا کو
اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ
یون کھولیے قفلِ مدعا کو
کہتا ہے یہ شوقِ قتل ہر دم
دم لینے نہ دیجیے قضا کو
کیا کیا تری چشمگین بچائین
دھوکے دیئے تیرِ بے خطا کو
دکھلا کے ہم اپنی سخت جانی
غصہ دلواتے ہین قضا کو
ہاتھ آئے اگر نگین حسرت
کھدوائیے نقشِ مدعا کو
راضی برضا ہون اے صنم مین
جو کچھ منظور ہو خدا کو

کہتی ہے امیر اُس سے شوخی
اب منہ نہ دکھائیے حیا کو

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو
امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو
خدا کی شان کہ دیکھین ہم آپکی آنکھین
نگاہ تک نہ کرو تم اِدھر اُدھر دیکھو
پڑا ہون ہجر مین مُردے کی طرح بستر پر
ابھی تو جان سی آئے جو اک نظر دیکھو
جنازہ غیر کا نکلا ہے تو نکلنے دو
ہمین کو بیٹھو جو چلمن سے جھانک کر دیکھو
مری طرف سے کہے کوئی حضرتِ غم کو
بہت ہے مرے دلمین آپ اور گھر دیکھو
کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا کا خوف کرو
ذرا کلیجے پر اپنے تو ہاتھ دھر دیکھو
چھپا چھپائے نظر بازیان ہون غیرون سے
ہمین سے آنکھ چرانا ذرا اِدھر دیکھو
دکھا کے تیغ کو تڑپا رہے ہو دیر سے کیا
جو دیکھنا ہو تماشا تو ذبح کر دیکھو
ہے سحر عشق کہ جلتے نہین پر بلبل
لگی ہے آتشِ گُل باغ مین جدھر دیکھو

شکر کرتا ہون کہ پایا قدر دان مدت کے بعد
داستان میری پسند آئی مرے صیاد کو
کیا کھلیگی فصد کیا سودا ہمارا ہو گا کم
ضعف ایسا ہی کہ رگ ملتی نہین فصاد کو
خوش ہوا ایسا وہ میری قتل کی سن کر خبر
جشن شادی کا کیا خلعت دیا جلاد کو
کس طرف سے آگیا جھونکا ہوائے مرگ کا
کیا پریشان کر دیا مجموعۂ اضداد کو
قید تھی مدت سے اب آزاد ہوتی ہی امیر
روح نکلے گی دعا دیتی ہوئی جلاد کو

پہلے تو مجھے کہا نکالو
پھر بولے غریب ہے بلا لو
بیدل رکھنے سے فائدہ کیا
تم جان سے بھی مجھکو مار ڈالو
اُسنے بھی تو دیکھی ہین یہ آنکھین
آنکھ آرسی پر سمجھ کے ڈالو
آیا ہی وہ مہ بجھا بھی دو شمع
پروانون کو بزم سے نکالو
گھبرا کے ہم آئے تھے سوئے حشر
یان بیش ہے اور ماجرا لو
تکیے مین گیا تو مین پکارا
شب تیرہ ہے جاگو سونے والو
اورون پہ امیر تکیہ کب تک
تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

غربت مین وطن یاد دلاتی نہین مجھکو
بھولے سے بھی ہچکی کوئی آتی نہین مجھکو
کس منھ سے کرون قافلہ والون کی شکایت
آواز جرس بھی تو جگاتی نہین مجھکو
ساقی کا گلہ کیا ہے جو دیتا نہین بوسہ
منھ دختر رز بھی تو لگاتی نہین مجھکو
مین غنچۂ پژمردہ ہون گلزار جہان مین
کیسی ہی ہوا آئے کھلاتی نہین مجھکو
مشتاق شہادت کو وہ دو ہاتھ لگا کر
کہتے ہین لگاوٹ بہت آتی نہین مجھکو
کیا بیخبری ہی کہ خبر یار کی مجھ تک
آتی بھی ہی تو آپ مین پاتی نہین مجھکو
کہتا ہے قیامت سے مرا طالع خفتہ
مردون کو جلاتی ہے جگاتی نہین مجھکو

عکس سے بچتو نہ آئینے مین اتنا دیکھو
جانے دو اپنی طرف ای گلِ رعنا دیکھو
چشم پوشی کا مین کرتا ہون جو اُنسے شکوہ
آنکھین دکھلاتے ہین وہ اور تماشا دیکھو
نہوا زندہ مین عیسیٰ نے بہت سر مارا
تم بھی اس قالبِ بے روح کو ٹھکرا دیکھو
پھیرنے کے لیے دل آئے تھے ہم یان ای جان
کر چلے جان بھی نذر اور تماشا دیکھو

شوق اُس کوچے کا کہتا ہی یہی ہم سے اکثر
خود چلو دوڑ کے قاصد کا نہ رستا دیکھو

میرے پہلو مین جو دیکھا خنجرِ جلاد کو
دل سے لاکھون حسرتین نکلین مبارکباد کو
ہوائے دیوانہ بُلاتا ہون جو مین فرہاد کو
ساتھ لاتا ہے حمایت کے لیے جلاد کو
پر جو کھولے بھی تو کب کھولے خزان جب آگئی
رحم آیا بھی تو کب آیا مرے صیاد کو
قتل کرنے کا مرے اللہ رے اُس ظالم کو شوق
حکم تینون دیدیے یکبارگی جلاد کو
یاد مین اک رشکِ عیسیٰ کے جو مین مرنے لگا
ہچکیان آئین دمِ آخر بیمار کیاد کو
خاک ہوجانے پہ بھی ظالم نہین ہوتا عزیز
کب کوئی دیتا ہے مٹی کشتۂ فولاد کو
زیرِ خنجر او دلِ بسمل تڑپ ابھی نہین
قہر ہو جائیگا گر رحم آگیا جلاد کو
سایۂ رحمت مین تیرے جاکے بیٹھی ای کریم
کیا ٹھکانا ہاتھ آیا ہے مری فریاد کو
مجھ سا صیدِ خفتہ طالع کون ہوگا عندلیب
نغمہ سنجی سے مری نیند آگئی صیاد کو
دو قدم اُس فتنۂ عالم نے چلکر ناز سے
خوب لڑوایا چمن مین قمری و شمشاد کو
جرم میرا کیا اگر قدمون پہ سر کٹ کر گرا
خیر جانے دیجیے کیا کیجیے اُفتاد کو
کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبع زاد
دوست کہتی ہی عقیمہ غیر کی اولاد کو
ہمسری اُسکے قدِ موزون سے ہی جرمِ عظیم
کندۂ دوزخ کا بنائیگا خدا شمشاد کو
شوق پڑھنے کا ہوا اس طفل کو سنتے ہین ہم
مژدہ مکتب کو مبارک مرگ نو اُستاد کو
عید موسیٰ کو ہوئی برقِ تجلی کی مگر
پہلے نظارے مین غش آیا مبارکباد کو

میکش ہون بلا نوش ہون خم منھ سے لگا دے
ساقی یہ صراحی تو چھکاتی نہین مجکو

گردش مری قسمت کی چھڑاتی ہی وہ کوچہ
اے لغزش پا تو بھی گراتی نہین مجکو

مین گل ہی امیر آپ کو اس باغ مین سمجھون
قسمت مری اتنا بھی ہنساتی نہین مجکو

اے ضبط دیکھ عشق کی انکو خبر نہو
دل مین ہزار درد اُٹھے آنکھ تر نہو

مدت مین شام وصل ہوئی ہی مجھے نصیب
دو چار سو برس تو الٰہی سحر نہو

اک پھول ہی گلاب کا آج اُنکے ہاتھ مین
دھڑکا مجھے یہ ہے کہ کسی کا جگر نہو

ڈھونڈھے سے بھی نہ معنی باریک جب ملا
دھوکا ہوا یہ مجکو کہ اُس کی کمر نہو

فرقت مین یان سیاہ زمانہ ہے مجکو کیا
گردون پہ آفتاب نہو یا قمر نہو

دیکھی جو صورت ملک الموت نزع مین
مین خوش ہوا کہ یار کا یہ نامہ بر نہو

آنکھین ملی ہین اشک بہانے کے واسطے
بیکار ہے صدف جو صدف مین گہر نہو

اُلفت کی کیا امید وہ ایسا ہے بیوفا
صحبت ہزار سال رہے کچھ اثر نہو

طول شب وصال ہو مثل شب فراق
نکلے نہ آفتاب الٰہی سحر نہو

منھ پھیر کر کہا جو کہا مین نے حال دل
چپ بھی رہو امیر مجھے درد سر نہو

ردیف ہاے ہوز

آیا نہ مر کے بھی شجر قد یار ہاتھ
طوبیٰ سے بھی بلند کہون اسکو چار ہاتھ

پیری مین ضعف سے یہ نہین رعشہ دار ہاتھ
ہین دامن قضا کے لیے بیقرار ہاتھ

پہونچے کبھی نہ خواب مین بھی اُسکے پانون تک
پیدا کیے تھے کیون مرے پروردگار ہاتھ

دل کو مرے پھنساؤ یہ بیڑی یہ ہتھکڑی
ہے پانون کا قصور نہ تقصیروار ہاتھ

وہ جنس ہون بازار جہان مین کہ قضا بھی
لینے کا تو کیا ذکر چکاتی نہین مجکو

چھاتی سے لگاتا نہین تو قتل ہی کر یار
یہ روز کی تکرار تو بھاتی نہین مجکو

سکتا ہے تجھے دیکھ کے رُخسارۂ قاتل
کیون آئنہ شمشیر دکھاتی نہین مجکو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پراے یار
مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

وہ مجرم بیقدر ہون مقتل مین مین تیرے
تلوار تری ہاتھ لگاتی نہین مجکو

جھونٹون بھی مجھے خوش نہین کرتی مری تقدیر
تصویر کی صورت بھی ہنساتی نہین مجکو

آئینے کی صورت ہمہ تن چشم ہون لیکن
اسپر بھی وہ صورت نظر آتی نہین مجکو

ہے خواب مین آنیکا امیر اُس سے جو وعدہ
موت ایک طرف نیند بھی آتی نہین مجکو

پردے مین بھی منھ موت دکھاتی نہین مجکو
کافور سے بوئے کفن آتی نہین مجکو

اُفتاد ہے کیا موت جو آتی نہین مجکو
ہون ناز کسی کا کہ اُٹھاتی نہین مجکو

اس تنگ قضا سے مین نکل جاؤن کہین دور
وحشت مری وہ راہ بتاتی نہین مجکو

سر پر سے مرے ہو کے چلی جاتی ہے خلقت
کیا نقش قدم ہون کہ اُٹھاتی نہین مجکو

اس ڈر سے کہ برہم نہو ہنگامۂ محشر
آتی ہے قیامت تو جگاتی نہین مجکو

تھے گور ہی تک سب کے منھ دیکھنے والے
اب ایک کی صورت نظر آتی نہین مجکو

لاغر ہی مین ایسا ہون تمھاری نہین تقصیر
بستر پہ مری موت بھی پاتی نہین مجکو

کرتی نہین کب دختر رز مجھ سے شرارت
کسدن یہ پری آگ لگاتی نہین مجکو

کوچے سے ترے مین جو نکلتا ہون تو وحشت
ہے کونسا کوچہ کہ جھکاتی نہین مجکو

اے ہمت دل ہاتھ مین قاتل کے ہے تلوار
اک دو قدم اور آگے بڑھاتی نہین مجکو

ہو جاؤن مین دو ہاتھ مین اس پار سے اُس پار
تلوار تری گھاٹ دکھاتی نہین مجکو

مین مست بھی ہون دختر رز نشہ مین ہون چور
کیون دُرد کے مانند بٹھاتی نہین مجکو

داغ غم بھی ہے دلا نالۂ شبگیر کے ساتھ
کہ سپاہی کو سپر چاہیے شمشیر کے ساتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن
لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

کیا شہیدِ رخِ گلگون نے دکھایا عالم
کھنچ گیا رنگ مین نقاش بھی تصویر کے ساتھ

تنگ بالون مین ہوا ابرو ہی قریب مژگان
تیغ عریان دو سپر پہ یہ کمان تیر کے ساتھ

حشر تک کشمکش زندگی و مرگ رہے
تم دم ذبح کہے یار جو تکبیر کے ساتھ

عرصۂ جنگ مین بھی پیجیے مے او ساقی
کیا مزہ ہو جو چلے جام بھی شمشیر کے ساتھ

کیا ہوا تیری نگہ سے کوئی زندہ جو بچا
تھک گئی ہاے اجل دوڑ کے اس تیر کے ساتھ

تو نے تیوری جو چڑھائی تو ہوئے سب قاتل
کھنچ گئین سیکڑون تیغین تری شمشیر کے ساتھ

بحر ہستی مین کہان چشم بقا مثل حباب
اُٹھتی ہی موج خرابی مری تعمیر کے ساتھ

میرے ہوتے نہ چھری پھیر کسی پر اے ترک
کاٹ ڈالونگا گلا گردنِ نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان مین رہا
کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دی سزا اُس نے گناہون کی مجھے ہنس ہنس کر
دُرِ نایاب سے ملے ذرّۂ تعزیر کے ساتھ

سیر سے پھنستے ہی ستمگر سے چھٹا شوقِ شکار
کٹ گئے تیر کے پر بازوے نخچیر کے ساتھ

بھر دیا درد یہ رگ رگ مین غمِ گیسو نے
ہڈی ہڈی مری غل کرتی ہی زنجیر کے ساتھ

خطِ رخسار کو اُس مہ کے کیا یاد کیا
شرح شمسیہ پڑھی حاشیۂ میر کے ساتھ

ناتوانی سے یہان تک ہین اسیری مین شریک
پاؤن اُٹھ جاتے ہین اب نالۂ زنجیر کے ساتھ

اسطرح ساتھ ہی گردون کے مرا نالۂ دل
جسطرح راہ مین رہتا ہی عصا پیر کے ساتھ

بات سیدھی مری ہو جاتی ہی اُلٹی جو امیر
ضد ہے شاید مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

اُنس رکھتا ہی بہت نالۂ شبگیر کے ساتھ
دل نکل جائے نہ یارب کہین اس تیر کے ساتھ

حوصلہ وار لگانے کا عبث ہی او ترک
کھنچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ

تکلیف سائیون کی جنون مین نہین پسند
دامن کو پھاڑ دون مین بڑھائین جو خار ہاتھ
اک گل یہ رنگ پنجۂ مرجان مین بھی نہین
دکھلا رہے ہین طرفہ خلے سے بہار ہاتھ
ہے مرگ مجکو زیست کہ کوچے مین یار کے
دو گز زمین آ گئی بہرِ مزار ہاتھ
دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہو تمھین کہو
کیا میرے دو ہین اور رقیبون کے چار ہاتھ
ر ہم نہو پھنسا کے مرے دل کو زلف یار
خوش قسمتون کو آتے ہین ایسے شکار ہاتھ
باغ جہان مین راحت بے غم کہان نصیب
پتون سے ملتے ہین شجرِ سایہ دار ہاتھ
میدان جیت لونگا مین بڑھ کر ہزار ہاتھ

تڑپا مین بحر خون مین تو قاتل نے یہ کہا
بیڑا ہے پار اور لگا تین چار ہاتھ
وہ سخت جان تھا غیر کہ تب سر جدا ہوا
سفاک نے جو گن کے لگائے ہزار ہاتھ
یک اسکی چوٹ مین ہے سو سو پھنکیت کھیت
کتنا منجھا ہوا ہے دمِ کارزار ہاتھ
سمجھے یہ سب کہ سیکڑون منزل گیا امیر
پہونچا جہان زمین کے تلے کوئی چار ہاتھ

دل جو سینے مین زار سا ہی کچھ
غم سے بے اختیار سا ہے کچھ
ٹھیک نہین
جامۂ مستعار سا ہے کچھ
چشم نرگس کہان وہ چشم کہان
نشہ کیسا خمار سا ہے کچھ
نخل امید مین نہ پھول نہ پھل
کچھ
ساقیا ہجر مین یہ ابر نہین
سمان پر غبار سا ہے کچھ
کل تو آفت تھی دل کی بیتابی
آج بھی بیقرار سا ہے کچھ
مردہ ہو دل تو گور ہے سینہ
داغ شمع مزار سا ہے کچھ
اسکو دنیا کی اسکو خلد کی حرص
رند ہے کچھ نہ یار سا ہے کچھ
پہلے اس سے تھا ہوشیار امیر
اب تو بے اختیار سا ہی کچھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر
سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہی کچھ

رندِ مشرب ہم ہوئے دستِ سبو پر دھرکے ہاتھ
دستگیری اب ہو ساقیِ کوثر کے ہاتھ
عشقِ بُتِ بتخانے سے جانے نہین دیتا مجھے
دب گیا ہی کیا کوئی زاہد تلے پتھر کے ہاتھ
دخل جو رکھتا ہی فن مین قدردان ہوتا ہی خوب
بیچیے آئینۂ دل چل کے اسکندر کے ہاتھ
لاش بھی مدفون اُسی کے کوچے مین ہو یا خدا
دامنِ جلاد آیا ہے مجھے مر مرکے ہاتھ
لیجیے تا جاکے نامہ کوئی دے جلنے رقیب
خط مجھے بھیجا تو بھیجا اُسنے بازیگر کے ہاتھ
سخت جانی مجکو شرمندہ نہ قاتل سے کرے
آبرو اب اے گلو ہے تیزیِ خنجر کے ہاتھ
فصلِ گُل آئی ہوے سب مست اب کیسا لحاظ
گردنِ قاضی مین ہین مستِ مئے احمر کے ہاتھ
لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی رہتا نہین
دونون خالی تھے بعدِ مرگ اسکندر کے ہاتھ

دستِ نازک سے اُٹھین گے کب کڑے بھاری
اگر سُنے میری تو باندھون سامنے زرگر کے ہاتھ

ردیف یاے تحتانی

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی
موجِ خرام پاؤن مین خلخال ہو گئی
زلف اُسکی مُرغِ دل کے لیے جال ہو گئی
چوٹی گندمی تو جان کا جنجال ہو گئی
اللہ ری گرمیان ترے وحشی کی ای پری
زنجیر پاؤن مین جو پڑی لال ہو گئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے
زائل سیاہیِ خطِ اعمال
خوش خوش سمندِ ناز کو دوڑاتے ہین وہ
کیا غم کسی کی لاش جو پامال ہو گئی
رہتے ہم عذاب مین
فرقت مین جو گھڑی تھی وہ گھڑیال ہو گئی
دیتا ہماری لاش کو غربت مین کون غسل
روئی جو چشمِ تر وہی غسّال ہو گئی

او کماندار یہ چستی کی صفائی کا ہے لطف
دل بھی پہلو سے نکل جائے ترے تیر کے ساتھ

خوب دیکھا تو نہیں کوئی کسی کا پس مرگ
طفل ہمراہ جوان ہے نہ جوان پیر کے ساتھ

قتل کرتے ہیں وہ میں انکو دعا دیتا ہوں
چلتی ہے میری زبان یار کی شمشیر کے ساتھ

چرخ گرداں ہو وہی رستم و سہراب کہاں
تھک گئے کیسے جوان دوڑ کے اس پیر کے ساتھ

صید اس ترک کا بچتا نہیں کتنا بھاگے
کوسوں آتی ہو قضا دوڑ کے نخچیر کے ساتھ

یار کی حسن جوانی کو مٹاتا ہے فلک
میں بھی مٹ جاؤں الٰہی اسی تصویر کے ساتھ

حسن صورت نے مصور کو کیا مستغنی
ہاتھ کھینچا ہے جہان نے تری تصویر کے ساتھ

کب پھریں گوشہ نشیں لاکھ زمانہ پھر جائے
قطب گردش نہیں کرتا فلک پیر کے ساتھ

میں صبیحوں کا ہوں بیمار مرے نسخے میں
عرق شیر بھی ہو قرص طباشیر کے ساتھ

قابل نطق نہیں کلک کے مانند زبان
خامشی خلق ہوئی ہو مری تقدیر کے ساتھ

ظلم یاد آتے ہیں اس بت کے جو پڑھتا ہوں نماز
منھ سے فریاد نکل جاتی ہو تکبیر کے ساتھ

پہلوے مہر میں ذرہ نظر آئے سب کو
حور کا نقشہ جو کھینچیں تری تصویر کے ساتھ

ہوں وہ نخچیر مجھے دیکھ کے یہ گھبرایا
دست قاتل سے کمان چھٹ گئی تیر کے سا

کیا عجب میں بھی شہیدوں میں ہوں محسوب امیر
انس رکھتا ہوں بہت حضرت شبیر کے ساتھ

بڑھ کے تصویر سے لاغر ترا حیران ہی کچھ
ہڈیاں چار بدن میں ہیں فقط جان ہے کچھ

وصل کی راتیں بڑی ہجر کی چھوٹی ہوں اگر
یہ تو کہہ اے فلک اسمیں ترا نقصان ہے کچھ

میرے مرنے کی خبر کوئی کہے تو اس سے
کیوں ہوا کیا نہ سمجھ جائے گا نادان ہے کچھ

وصل میں بیٹھے وہ گھبرا کے مری صحبت سے
کیا کرے بات کوئی اس سے یہ انسان ہے کچھ

یاد غیروں کو تو ہر وقت کیا کرتے ہو
یہ تو فرماؤ ہمارا بھی کبھی دھیان ہے کچھ

حال پوچھے جو وہ قاصد فقط اتنا کہنا
آج کل غم ہے بہت سخت پریشان ہے کچھ

امتحان جو دوست دشمن کا عبث
یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہیے

دوست
جانن کو دشمن کی رد یا چاہیے

خشک لب ہین صحبت دریا تو ہون
وسعت دل مثل دریا چاہیے

ترک لذت بھی نہین لذت سے کم
کچھ مزہ اسکا بھی چکھا چاہیے

یون وہ بولے ہین جب اُنسے کہا
ق
چاہنے والون کو چاہا چاہیے

تمنے چاہا مجکو مین نے غیر کو
اپنا اپنا جی اسے کیا چاہیے

ہے مزاج اُسکا بہت نازک امیر
ضبط اظہار تمنا چاہیے

مشکل آسان نہوئی تیرے گنہگارون کی
حیف منہ موڑ گئی باڑھ بھی تلوارون کی

بجلیون کی طرح سلوٹے بٹھلائی ہی ڈاک
موت کے گھر مین ہی دعوت ترے بیمارون کی

کر نہ انکار مرے خون سے اے تیر فگن
دیکھ کچھ کہتی ہی سرخی ترے بیمارون کی

چار سر پھوڑتے ہین چار کھڑے روتے ہین
مجلس وعظ نہین بزم ہے میخوارون کی

اک ذرا پانون اُٹھائے ہوئے اے توسن عمر
مدتون سے خبر آئی نہین کچھ یارون کی

کھول کر بال جو آتے ہین وہ زندان کی طرف
کچھ بڑھا جاتے ہین میعاد گرفتارون کی

م نکلنے پہ بھی اُن ابرؤن کا دھیان رہا
قطع کی راہ عدم چھاؤن مین تلوارون کی

ل شکستہ ہے جو توبہ تو تعجب کیا نا
ہنے کالی ہوئی صحبت سے یہ میخوارون کی

سب کے پاس اپنو نکا ہوتا ہی یہ ہی عفو کا حکم
بیگناہون سے صف آگے ہو گنہگارون کی

نیچے پر طائرون کو دیتا ہی صیاد قفس
قینچیان پہلے عطا ہوتی ہین منقارون کی

خون گرفتہ ہون مین ایسا مری لشکر آ مہ
ڈاک بٹھلائی ہے قاتل نے خبردارون کی

آئے کیسی ہی کڑی اُف نہین کرتے عاشق
قید تو از بھی ہی اُن کے گرفتارون کی

مین وہ وحشی ہون کہ جب کوچہء جانان مین گیا
سایہ پوشیدہ ہوا آڑ مین دیوارون کی

یہ وصف مین کیا شعرا نے مبالغہ
نقطہ دہان تنگ کمر بال ہوگئی

ملتے نہین جو سکۂ داغ جنون ہمین
ای عشق بند کیا تری ٹکسال ہوگئی

دل مل گئے وصال کے سودا ٹھہر گیا
اُلفت کی آنکھ بیچ مین دلال ہوگئی

ادبار تھا فراق تھا جب تک کہ یار سے
وہ مل گئے ترقی اقبال ہوگئی

راتون کو چھپ کے آنے لگا ہو وہ مہوش
ہر شام صبح غرّہ شوال ہوگئی

پایا نہ اُس سے تو نے کبوتر جواب خط
آنکھ اِس سے روتے روتے تری لال ہوگئی

آیا تھا سوے حشر یہان تفریح کے لیے
یان تو شروع پرسش اعمال ہوگئی

ساقی ہی دختر رز سا حسین کون خوش مزاج
کین اور گرمیان جو کہن سال ہوگئی

آرایش اُسکی زلف نے کس کس طرح سے کی
ہنسلی گلے مین پانون مین خلخال ہوگئی

محفل مین کون رہی ہی انا الحق پکار سے
منصور کی زبان تری مُہنال ہوگئی

کرتے ہین فاتحے فرقت زلف سیاہ مین
یہ کالکا ہمارے لیے کال ہوگئی

اچھا ہوا کہ مرگ سے ہم پہلے مر گئے
ہونی تھی جو امیر وہ فی الحال ہوگئی

چاہنا ہمکو تو اُس کا چاہیے
وہ ہمین چاہے تو پھر کیا چاہیے

دل نے جب پوچھا مجھے کیا چاہیے
درد بول اُٹھا تڑپنا چاہیے

کان جب آواز سُنتے ہین تری
آنکھ کہتی ہے کہ دیکھا چاہیے

بوالہوس اور ادعاے سوز عشق
داغ کھانے کو کلیجا چاہیے

دل مرا کہتا ہے سُنکر سوز حشر
یہ نمک زخمون پہ چھڑکا چاہیے

وعدہ آنیکا ہے اُنسے خواب مین
خواب کب آتا ہو دیکھا چاہیے

حرص دنیا کا بہت قصّہ ہی طول
آدمی کو صبر تھوڑا چاہیے

طالب بے پردگی ہی اُنسے حسن
شرم کہتی ہے کہ پردا چاہیے

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں
پھر اسقدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
پسِ شباب ہے کیا اعتبار جمع حواس
کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے
خدا کے واسطے کلمہ بتون کا پڑھ زاہد
پھر اختیار مین غافل زبان رہے نہ رہے
ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سجود
جبین رہے نہ رہے آستان رہے نہ رہے
خزان تو خیر سے گذری چمن مین بلبل کو
بہار آئی ہوا اب آشیان رہے نہ رہے
چلا تو ہون پئے اظہار درد دل دیکھون
حضور یار مجال بیان رہے نہ رہے
کرونگا مرکے بھی میدان عشق مین تگ و تاز
سمند عمر روان زیر ران رہے نہ رہے
تڑپ رہی جو یہی دل کی بعد مرنے کے
زمین گور تہ آسمان رہے نہ رہے
قیام روح پہ قالب مین اعتماد نکر
کچھ اعتبار نہین میہمان رہے نہ رہے
روان ہے تیغ لگا دے مرا بھی بیڑا پار
پھر اسطرح سے یہ کشتی روان رہے نہ رہے
شب وصال غنیمت ہے پھر خدا جانے
کہ صبح کو وہ قمر مہربان رہے نہ رہے
چلا ہون کوچۂ قاتل کو سر کے بھل دیکھون
یہ حال دل کا دم امتحان رہے نہ رہے
دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کر لے
بدن مین جان دہن مین زبان رہے نہ رہے

امیر جمع ہین احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستان رہے نہ رہے

زمانہ ہو گیا مدہوش چشم مست دلبر سے
تماشا ہے چھلکی محفل کی محفل ایک ساغر سے
پڑا ہے داغ میرے دل مین عشق قد دلبر سے
یہ سودا ہاتھ آیا ہے مجھے بازار محشر سے
گریزان کیون نہون اغیار میری آہ کو سنکر
شیاطین بھاگتے ہین نعرۂ اللہ اکبر سے
چمن مین جا کے یہ گلرو نئی چالین دکھاتے ہین
گلون سے تن کے چلتے ہین اکڑتے ہین صنوبر سے
یہ روز و شب نہین کٹتے ہین غافل زندگانی کے
نکل جاتا ہے ہر روز اک دو ورق تیرے دفتر سے
بٹھا کر روبرو مجھکو جو دیکھا اسنے آئینہ
مقدر لڑ گیا میرا سکندر کے مقدر سے

ہو مزہ وصل کا کیا ہوش اُڑا دیتی ہے
بھینی بھینی مہک اے یار ترے ہارون کی

ہمہ تن فکر ہون مین فکر غزل کیا ہو امیر
شعر گوئی نہین خاطر ہے فقط یارون کی

سیر منظور ہے اُس ماہ کو بازارون کی
اب چمک جائیگی تقدیر خریدارون کی

حد نہین کچھ مرے یوسف کے خریدارونکی
پھونک دے شہر نہ گرمی کہین بازارون کی

اُنکی پلکون سے یہ قالب کیے تیرون نے تہی
شکل پیکانون مین پیدا ہوئی سوفارون کی

نامہ بر کوچۂ قاتل کا یہ کافی ہے پتا
مینھ وہان تیرون کا بوچھار ہے تلوارون کی

ہون وہ دیوانۂ گیسو کہ گریبان کے عوض
چوٹیان ہاتھ مین رکھتا ہون مین کہسارون کی

گھر سے تو کھینچ کے شمشیر نکل تو قاتل
بھیڑ چھٹ جائیگی دم بھر مین گنہگارون کی

گو کنارونکی ہوا سے نہین ہلتے ہین درخت
ڈولیان ہین ترے نخل کے بیمارون کی

دفعتہً پڑ گئی جب چاہ زنخدان پہ نگاہ
جا رہین آنکھین گڑھے مین ترے بیمارون کی

مر گئے ہم تو بنا آئینہ خانے مین مزار
دل سے اُلفت نہ گئی آئینہ رخسارون کی

اتنی توفیق سعلم کو الٰہی ہو کہ دے
ساتھ عیدی کے اُسے فرد گنہگارون کی

بوسۂ لب نہین دیتے وہ شکر رنجی سے
تلخ ہو زیست نہ کس طرح نمکخوارون کی

داورِ حشر سے محشر مین کہین گے میخوار
یہی ٹکڑی رہی جاتی ہے گنہگارون کی

ایسے زندان محبت مین ہین جو کی بھرے
کہ نکل سکتی نہین جان گرفتارون کی

چٹکیان لین یہ کلیجے مین کہ دل چیخ اُٹھا
دو گھڑی بیٹھے تھے کل بزم مین وہ یارون کی

گڑ گئی آپ مری لاش تہِ خاک امیر
مر کے تکلیف گوارا نہ ہوئی یارون کی

مین رو کے آہ کرونگا جہان رہے نہ رہے
زمین رہے نہ رہے آسمان رہے نہ رہے

رہے وہ جانِ جہان یہ جہان رہے نہ رہے
مکین کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے

پرِ پرواز کی حاجت ہی کیا رنگِ پریدہ کو
شکستِ خاطرِ اِس طائر کے حق مین کم نہین پر سے
وہ منصف ہون جو خال و خطِ جانان بلا بوسہ
مگس کا شہد سے منھ بھر دیا مورون کا شکر سے
کیا قمری کو صیادِ ازل نے سرو کا قیدی
شکار اُڑتے ہوئے طائر کا کھیلا سیرِ بے پر سے
مین وہ دیوانۂ قامت ہون جاتا ہون جو گلشن مین
لپٹ جاتا ہی سایہ خوف کے مارے صنوبر سے
تری تیغِ نگہ کا جب دمِ ایجاد دھیان آیا
سکندر نے زرہ پہنائی آئینے کو جوہر سے
مقدر ہی جو واژون ہو تو کام آتی ہی کب دولت
ہمیشہ خاک چھنوائی فلک نے کیمیا گر سے
جوابِ نامہ لکھکر طرز شوخی کی امیر اُسنے
کہ مقراض اُسپہ کی ظالم نے منقارِ کبوتر سے

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری
کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری
اُس دل پہ ہزار جان صدقے
جس دل مین ہی آرزو تمھاری
دو دن مین گل و بہار کیا کی
رنگت وہ رہی نہ بو تمھاری
چٹکا جو چمن مین غنچۂ گل
بو دے گئی گفتگو تمھاری
مشتاق سے دور بھاگتی ہے
اتنی ہے اجل مین خو تمھاری
گردش سے ہے مہر و مہ کے ثابت
اُن کو بھی ہے جستجو تمھاری
آنکھون سے لہو کمی نہ کرنا
اشکون سے ہی آبرو تمھاری
لو سرد ہوا مین نیم بسمل
پوری ہو لی آرزو تمھاری
سب کہتے ہین جسکو لیلۃ القدر
ہی کاکلِ مشکبو تمھاری
تنہا نہ پھرو امیر شب کو
ہی گھات مین ہر عدو تمھاری

جو ہے بہار اُسکو خزان کا خطر بھی ہے
ای باغبان بسنت کی تجھکو خبر بھی ہے
[illegible] ہون خاک جو بھر لین کو نظر بھی ہی
یہ اشکِ خون تو لعل بھی ہی اور گہر بھی ہے

جو خط نہ لائے دونون آخر روزِ حشر آیا
الٰہی اب لڑون قاصد سے یا جھگڑون کبوتر سے
حسین کہتے ہین سہرے لکو بلا کے اپنے مجمع مین
نکل کر اب کہان جاتا ہے یہ نخچیر لشکر سے
نہایت اُلفتِ چاہِ ذقن مین دل پریشان ہی
کنوئین مین گر پڑا ہی ہم سے اب کیا شناور سے
تمنا طالبِ دنیا تو دنیا رنگ پر آئی
کیے ہین اِن دُشمن نے لال کپڑے خونِ شوہر سے
نہین حاجت سوا ہمجنس ہمجنسون کی دُنیا مین
یتیمون کی بجھی ہی پیاس کسدن آبِ گوہر سے
رہا بیتاب حرصِ زر مین ہو سیماب کی صورت
بناؤ تختۂ قبرِ ہوس مس کی چادر سے
چمن مین آ کے زیرِ سایۂ انگور بیٹھا ہون
ٹپک کر گر پڑیگا کوئی تو دانہ مقدر سے
چڑھا جاتے تھے خُم کے خُم کبھی حلقے مین مستون کے
وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر اک دورِ ساغر سے
غبارِ جہل اُڑا دیتا ہے فیضِ صحبتِ کامل
شعاعِ مہرِ تابان کم نہین سلائے کو شہپر سے
جزائے خیر دے اللہ میرا میرے قاتل کو
کہ سارا نامۂ اعمال دُھویا آبِ خنجر سے
ہوا ایما کسی کے شہبازِ نظر کا تھا کہ رستے مین
لیا شاہین نے نامہ توڑ کر باز و کبوتر سے

امیر اک قطرہ آنسو کا گران ہی موے مژگان پر
گرہ رشتے کی سوزن کے لیے بڑھکر ہے لنگر سے

ایضاً

ہوئین پُر نور آنکھین جلوۂ رُخسارِ دلبر سے
ہمارا طالعِ خوابیدہ چونکا شورِ محشر سے
چھکا دے بادہ خوارونکو شرابِ روحِ محشر سے
مٹا دے ساقیا دوران کی گرد دورِ ساغر سے
تڑپ کر جب نکل جاتا ہون مین کوے ستمگر سے
اشارہ کرتی ہین آپس مین تیغین چشمِ جوہر سے
ندامت سے عبث یہ زاہدانِ خشک روتے ہین
چھپے گی روسیاہی خاک اِس پانی کی چادر سے
جوابِ خط نہین آیا ہی پیغامِ اجل آیا
لکھا تعویذ کسنے قبر کا خونِ کبوتر سے
پلا دے بادہ ہمکو بخل اتنا بھی نہین اچھا
کہ خُم خالی نہو جائیگا ساقی ایک ساغر سے
مآلِ کار کی صورت نظر آتی تو رو دیتا
برنگِ اشک گرتا آئینہ چشمِ سکندر سے
درِ گوشِ صنم کے وصف مین لازم طہارت ہی
تیمم کیجیے گردِ یتیمی لیکے گوہر سے

یہ وجہ ہے جو عارض جانان پہ ہی نقاب
کرتی ہے جلد خوب حفاظت کتاب کی

ان غافلون سے غفلتِ دل اپنی کیا کہین
یہ دے سکین گے خاک نہ تعبیر خواب کی

وہ رشکِ ماہ منھ سے لگاتا نہین امیر
مٹی خراب ہے قدحِ آفتاب کی

جھمکی یہ روے یار سے قسمت نقاب کی
جالی سے چھن رہی ہی کرن آفتاب کی

دولت لٹا رہے ہین وہ حسنِ شباب کی
کیا جانے کیا سمجھ کے یہ سوجھی ثواب کی

کھوئی کدورتون نے ہماری صفاے دل
اس آئنے کی زنگ نے مٹی خراب کی

سجدے کیے یہ مین نے کہ خطِ جبین مٹا
ایسی ہوئی خوشی مجھے خطِ جواب کی

کیفِ ہواے وادیِ وحشت سے مست ہون
آہو کی شاخ مجکو قلم ہے شراب کی

سوتے تھے وہ لپٹ کے کبھی ہم سے رات بھر
اب کیا کرین وہ ذکر کہ باتین ہین خواب کی

بولے وہ چاندنی مین ہوئے جب عرق عرق
گرمی ہی ماہتاب مین بھی آفتاب کی

ساحل کی سیر کو اگر آئے وہ بحرِ حسن
دریا اچھالنے لگے ٹوپی حباب کی

نقشہ ہی اپنے روے کتابی کا ہیچ دو
ہی ہمکو نقل و اصل برابر کتاب کی

دریا پہ یا خدا یہ چڑھی کسکی فوج اشک
چادر ہلا رہی ہی جو ہر موج آب کی

انداز سے جو پاتی ہے باہر مرے گناہ
زور اپنا تولتی ہے ترازو حساب کی

کیا قہر ہے کہ روزِ قیامت ہوا تمام
دیکھی گئی نہ فرد ہمارے حساب کی

واعظ تری سمجھ کے بھی قربان جائیے
قرآن مین تو طہور صفت ہی شراب کی

گلشن مین بلبلین ہین ہماری طرح سے مست
ساقی گلابیان ہین کہ قلبین گلاب کی

شہرت اگر نہ محو کی ہو اس نام سے امیر
دنیا مین آبرو نہ رہے آفتاب کی

مانگا جو بوسہ آنکھ دکھائی عتاب کی
تھا بے دہن تو بات بھی کیا لاجواب کی

سینے سے دیکھ بھال کے ناوک کو کھینچنا
ناوک کے ساتھ یار کسی کا جگر بھی ہے
محشر مین ہونگے تیرے ستم کے یہ دو گواہ
ہمراہ زخم دل بھی ہی داغ جگر بھی ہے
کونین مین ہی جلوۂ حسن و جمال دوست
ہی ایک روشنی کہ اِدھر بھی اُدھر بھی ہے
کیا یہ بھی تیری اُلفتِ عارض مین ہی مریض
تپ بھی ہی آفتاب کو دورانِ سر بھی ہے
کیا فائدہ کرین جو رفوگر سے التجا
صد چاک مثل جیب ہمارا جگر بھی ہے
فرقت کی شب مین کوئی بھٹکتا نہین ہے پاس
اُس مہر کی طرح سے گُریزان سحر بھی ہے
صد چاک ہی جو دل تو جگر داغدار ہے
دیکھو تو ایکجا یہ کتان بھی قمر بھی ہے

محبوب حق کا خاص یہ رتبہ ہے ای امیر
داخل ہو لامکان مین یہ حدِّ بشر بھی ہے

عمرِ روان کو جان کوئی موج آب کی
تارِ نفس نگاہ ہے چشمِ حباب کی
نوبت نہ آئی اپنے حساب و کتاب کی
اللہ شام بھی ہوئی روزِ حساب کی
مین وہ سیاہ کار ہون جبسے ہُوا ہون دفن
چلاتی ہے زمین مری مٹی خراب کی
امیدوار بارشِ ابرِ کرم ہین ہم
بجلی گرائیے نہ نگاہِ عتاب کی
اللہ رے قدر میرے گناہونکی روزِ حشر
تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی
سو جانین ہون تو تیغ پہ تیری فدا کرون
کیا جلد کٹ گئی ہے گھڑی اضطراب کی
باندھی ہی سرد مہری گردون نے کیا ہوا
نکلی ہے برق اوڑھ کے کملی سحاب کی
مصروفِ یادِ دوست ہون ای منکر و نکیر
پوچھا کرو میان نہین فرصت جواب کی
ڈرتے نہین ہو ساقیِ کوثر سے واعظو
منبر پہ بیٹھکر یہ مذمت شراب کی
بُلبُل کے جذب عشق سے گل اور اُڑ چلے
کھینچے سے اور تیز ہوئی بُو گلاب کی
چلتی ہی مثل موج جو وہ تیغ آبدار
مٹھی مین جان رہتی ہی ہر دم حباب کی
ایک ایک تل ہی عارضِ جانان کا لاجواب
قرآن کو احتیاج نہین انتخاب کی

قالب مین روح بند فرشتون نے کی عبث
بیفائدہ غریب کی مٹی خراب کی

مجرم عرق مین ڈوب کے آبِ روان بنی
دیوار لہر کی ہے کٹوری حباب کی

خواہش بجائے نشۂ مَی سوزِ دل کی ہے
ساقی شراب دے مجھے اشکِ کباب کی

حیران ہین جا کے اہلِ عدم سے کہین گے کیا
جی بھر کے سیر کی نہ جہانِ خراب کی

مقتل ترا تمام زمانے سے ہے جُدا
قاتل ہو ہجر تیغ ہے موجِ اضطراب کی

کتنا دنی ہو چرخ جو مہمان ہوے مسیحؑ
دی ایک نانِ خشک اُنھین آفتاب کی

دکھلا رہی ہو دخترِ رز رنگِ برقِ طور
چوٹی ہو طور کی مجھے بوتل شراب کی

دی جان کسنے وادیِ غربت مین تشنہ لب
ہو موج موج چاکِ گریبان سراب کی

فرقت مین ہو یقین کہ شبِ زندگی ہو صُبح
پیدا ہے درد دل مین چمک آفتاب کی

اُس بُت پہ عاقبت دلِ ناصح بھی آگیا
اللہ نے ہماری دعا مستجاب کی

فرقت مین دل جلاتی ہو بوے کباب امیرؔ
رہ رہ کے موجین آتی ہین مجھکو شراب کی

حالت لکھی ہو روکے اُسے اضطراب کی
سطرین کیے پیچ و تاب مین موجین ہین آب کی

آئے مزار پر ہوئی خفّت عذاب کی
مُدّت کے بعد راہ چلے وہ ثواب کی

نیرنگیان ہین طرفہ رُخِ بے نقاب کی
سُرخی شفق کی ہو تو چمک آفتاب کی

تم شہسوارِ حُسن ہو لگ جائیگی نظر
گھوڑے سے اُترو آنکھ بچاکر رکاب کی

زہاد جانتے ہین جسے آفتابِ حشر
تصویر ہے وہ دخترِ رز کی رکاب کی

وہ بدنصیب ہون کبھی جاؤن جو مین اُدھر
اُڑجائے میکدے سے ہر اک بط شراب کی

لختِ دلِ برشتہ نکلتے ہین چھید کے ساتھ
ہر مدِّ آہ سیخ ہے گویا کباب کی

ساقی وہ ہمکو موسمِ گل مین شراب دے
خوشبو ہو جسمین مشک کی رنگت شہاب کی

وہ بے نشان ہین کہ فرشتون کو روزِ حشر
ڈھونڈے ملی نہ فرد ہمارے حساب کی

کیا قہر ہے کہ چھوڑ دے بھٹی شراب کی
بھیجا بہشت مین مری مٹی خراب کی

موسیٰ کو یہ چڑھی ہے کہ برق جمال تھی
اک تہ اتر گئی تھی تمہارے نقاب کی

مے پیجیے تو طارم انگور کے تلے
نار دان کی چھاؤن مین ہو بہار آفتاب کی

انسان کا دل تلاطم الفت صد آفرین
دیکھو بساط کیا ہے غریب اک حباب کی

شہسوار حسن کا ہے اسکو انتظار
اب تک کھلی ہوئی ہین جو آنکھین رکاب کی

آواز صور سُن کے وات اُٹھ کھڑا ہوا
کچھ یہ تو ایسی بات نہ تھی اضطراب کی

نقاش کیا تمام مرقع نے رو دیا
تصویر دیکھکر مری چشم پر آب کی

دُنیا ہی مین سزا مجھے غفلت کی ہو گئی
تعبیر خواب ہی مین ملی مجھکو خواب کی

اللہ رے جوش شرم معاصی کا بعد مرگ
مزار کی چادر رہی آ

آتا ہے یہ شان عفو نمایان ہو روز حشر
چھین لی ہی لٹنے فرد ہما سے حساب کی

ساقی کا دل ضرور مکدر ہے کچھ نہ کچھ
تلچھٹ ہوئی ہے ہمکو عنایت شراب کی

غم مین ابتر ہو کیون نہ بشر کا شکستہ حال
ٹوٹی جو موج آنکھ بھر آئی حباب کی

احسان سر پہ ناخن شمشیر یار کا
کیا دل سے کھول دی ہے گرہ پیچ و تاب کی

دیکھو تو اتحاد ذرا حسن و عشق کا
بلبل کے آنسوؤن مین ہے خوشبو گلاب کی

ان غافلون سے غفلت دل کیا کہین امیر
مرشد نہ دے سکین کبھی تعبیر خواب کی

وہ حاث دون کرے نہ مذمت شراب کی
واعظ کے منھ پہ مہر لگا دون کباب کی

پردہ چمک ہی اسکے رُخ بے حجاب کی
حاجت ہی کیا نقاب پر اسکو نقاب کی

ساقی ہین رند دیکھ کے دوزخ کو روز حشر
سمجھا گرم ہے کوئی بھٹی شراب کی

سیا بیحساب حشر مین چھوٹین گناہگار
باری جو سب سے پہلے آئے ہمارے حساب

گریان وہ ہون کہ جب مری تربت پہ گیا
چادر چڑھائی ابر نے رو رو کے آب کی

بے وجہ ایک ماہ لقا سے بگڑ گئی
تقدیر کیا فلک کی جفا سے بگڑ گئی

سونگھی جو بوے زلف بڑھا اپنا درد دل
طبع مریض اور دوا سے بگڑ گئی

پوچھو خرابی تنِ خاکی کا کچھ نہ حال
تعمیر اُس مکان کی بنا سے بگڑ گئی

جا کر مسیح اور مریضون کو دین شفا
اپنی تو سانس قم کی صدا سے بگڑ گئی

کیسا فتور چار عناصر مین پڑ گیا
پانی سے آگ خاک، ہوا سے بگڑ گئی

اپنی طرف سے فکر ہے لازم بناؤ کی
بگڑی جو خوے یار بلا سے بگڑ گئی

سامع خدا ہے قصّہ موسیٰ دلیل ہے
اچھون کی بھی بُرونکی دعا سے بگڑ گئی

کچھ دل کا حال گرد کدورت سے خوب تھا
اس آئنے کی شکل جلا سے بگڑ گئی

ہمکو چمن سے کیا کہ ہوا خواہ دام ہین
گلچین سے باغبان سے صبا سے بگڑ گئی

حاضر ہے دوسرا نہ سہی ایک نامہ بر
ہُدہُد سے بنگئی جو ہُما سے بگڑ گئی

ہم مست بوسۂ لبِ ساقی ہین ای امیر
بگڑی جو دُختِ رز سے بلا سے بگڑ گئی

دم بھر بھی دم اب اُنکے گنہگار لے چلے
وہ پھر قلق میان سے تلوار لے چلے

جس طرح ہوگا ناز بتون کے اُٹھائین گے
ذمّے مین اپنے ہم تو یہ بیگار لے چلے

دھمکا رہی ہے گرمی بازار حشر کیا
ایسے حرارے تو ترے بیمار لے چلے

ہم بڑھ چلے جو وصل مین بولے وہ ناز سے
بس بس کہ بوسے ایک کے تم چار لے چلے

طاؤس و کبک خاک اُڑائینگے اُنکی چال
ٹھوکر ہزار جا دم رفتار لے چلے

دیکھین کہ اب تغافل ساقی دکھائے کیا
انگڑائیان خمار مین میخوار لے چلے

ٹھہرے جو کوے یار مین دربان نے یون کہا
آگے بڑھو کہ دم مین دیوار لے چلے

وہ حُسن اب کہان کہ ہوا آشکار خط
رُخ کی بلائین گیسوے خمدار لے چلے

بس بس زبان روک لو اتنا نہ بڑھ چلو
ہم چپ ہین آپ دون کی سو بار لے چلے

وقتِ شنا نزاکت جانان کو دیکھنا
موج آ گئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

عاشق پسند کیون نہ کرین ہر چشم یار
میکش کو خوشگوار ہی تلخی شراب کی

طفلی سے مجکو بادہ کشی کا ہے ذائقہ
ملتی تھی شیر دایہ مین لذت شراب کی

رکھو کمر یہ دستِ حنائی نہ رقص مین
اس مو کو احتیاج نہین کچھ خضاب کی

اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ بیٹھ گیا راہِ شوق مین
میرے غبار نے مری مٹی خراب کی

وہ مست بیخبر ہے نہ سمجھے گا واعظو
کہئے امیر سے نہ عذاب و ثواب کی

ہم غش مین اُسکا روزنِ دیوار بند ہے
کیا آنکھین کھولیے رہِ دیدار بند ہے

خلقت کو ہی یہ اُسکے نظارے کا اشتیاق
کھڑکی ابھی کھلی نہین بازار بند ہے

رستم کا مُنھ ہے یہ کہ دمِ جنگ مُنھ چڑھے
لاکھون پہ بھی نہین تری تلوار بند ہے

توبہ کا در تو وا ہے وہین جا رہین گے ہم
کچھ غم نہین اگر درِ خمّار بند ہے

خوش چشم جتنے ہین وہ تجھے دیکھکر ہین غش
گلشن مین چشم نرگسِ بیمار بند ہے

یوسف کو پوچھتا نہین کوئی ترے حضور
مدت ہوئی کہ مصر کا بازار بند ہے

بلبل کو وصلِ گل ہو مبارک کہ دیر سے
سوتا ہے باغبان درِ گلزار بند ہے

چُپ لگ گئی ہی تیرے لبِ لعل کے حضور
مانند غنچہ لال کی منقار بند ہے

یارب جہان مین عید ہو جاوے مہِ صیام
مدت سے میفروش کا دربار بند ہے

سبحہ لیے تھا ہاتھ مین ای بُت جو کل تلک
وہ آج تیرے عشق مین زنار بند ہے

ارشاد جو ہُوا تھا زبان سے دمِ نخست
بندہ اُسی کا آج تلک کاربند ہے

اورون کا ذکر کیا لبِ جان بخش کے حضور
عیسیٰ کا ناطقہ دمِ گفتار بند ہے

اظہار خط ہی اُس رُخِ گلرنگ پر امیر
یا گل کے گرد باغ مین یہ خار بند ہے

کیا دور ہی یہ اُس کے جمال وجلال سے
چیتے سے چھین لے کمر آنکھین غزال سے

ڈالی سپہر نجوم نے اُس رُخ کے خال سے
ابرو نے بڑھ کے نیچہ چھینا ہلال سے

واقف ہون اہل ریب جو اپنے مآل سے
سُرمہ بھی پھر لگائین تو گرد ملال سے

بوسہ نہ کس حسین کا لا بلغ حسن مین
ایک ایک پھول توڑ لیا ہر نہال سے

یہ رنگ جلد جلد بدلتا ہے وہ نگار
آئینہ شہر مین ہے ہجوم مثال سے

یہ کیف حسن ہی کہ تصور سے ہوش اُڑین
ہوتا ہے مست کب کوئی مے کے خیال سے

سمجھا مین چین گوشۂ ابرو سے ہوکے عیان
مارا فلک نے تیر کمان ہلال سے

بندون کو چشم شوق بتون کو دیا جمال
واقف ہی کون مصلحت ذوالجلال سے

کیا کیا چمک چمک کے نکلتے ہین مہر و ماہ
گل تکیے بن کے چھو گئے کیا تیرے گال سے

سنبل نظر پڑا نہ کوئی گل نظر پڑا
خوشبو مین بڑھ کے زلف سے رنگت مین گال سے

صیاد مین تو طائر رفعت پسند ہون
لٹکا سرے قفس کو تو شاخ ہلال سے

انجام کو نہ سوچ جو دنیا کی ہو طمع
ہاتھ آئے مال بد جو گرادین مآل سے

غمگین جو مین ہوا تو ہوا اُنکا صاف دل
چمکا یہ آئینہ مری گرد ملال سے

دکھلا کے آنکھ دل نہین مجھ مست کا لیا
تمنے شکار شیر یہ کھیلا غزال سے

چاہ ذقن مین دل ہی مین غافل ہزار حیف
یعقوب کو خبر نہین یوسف کے حال سے

دونون جہان مین ہی قیامت کا سامنا
اللہ رے جلال بتون کے جمال سے

مُردے پہ میرے آکے نکالا غبار دل
مٹی وہ دے گئے مجھے گرد ملال سے

تم چودھوین کا چاند ہو تو اپنے واسطے
کیا فائدہ کسی کو کسی کے کمال سے

مین کیا ہون کٹ لے ہی ہی قضا مارے شرم کے
چلتی ہی تیغ یار نئی چال ڈھال سے

عاشق کا بھی ڈبو کے چلے آپ ڈوبنے
ایسے عرق عرق وہ ہوئے انفعال سے

جو چاہیے سو مانگ لے اللہ سے امیر
اُس در پہ آبرو نہین جاتی سوال سے

ملتی نہین ہے نقد دو عالم پہ جنس وصل
قیمت یہی ہے تو مول خریدار لے چکے

یہ ولے جسم کیا صدف بے گہر ہے آب
جلاد جان سا دُرِ شہوار لے چکے

اہل جہان کو بستر آرام ہو نصیب
کروٹ کہین زمانہ غدّار لے چکے

کیا ہاتھ آئے اہل ہوس کو وہ مشک زلف
سودا یہ جان دے کے خریدار لے چکے

آئے کبھی نہ آپ زیارت کے واسطے
ہم تعزیہ بھی بن کے عزادار لے چکے

کب تک کٹے امیر پریشانیون مین عمر
دل کی کہین وہ طرۂ طرار لے چکے

ایک پوشیدہ کمر یار نے کیا رکھی ہے
آنکھ بھی شکل دہن ہم سے چرا رکھی ہے

کھینچ شمشیر ادا میان مین کیا رکھی ہے
یہ بھی کیا گھات ہے قاتل جو چھپا رکھی ہے

حجرے بیٹھ کے مسجد مین نہ کرا ہو واعظ
ایسی شے ہے کہ قیامت پہ اٹھا رکھی ہے

اک ذرا وحشت دل بڑھ کے خبر تو لینا
خاک کیا نجد مین مجنون نے اڑا رکھی ہے

بزم مین جو گئے ہم تو کہا ساقی نے
اک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہے

نگہ ناز سے بھی دیکھ جو کرتا ہے حلال
یہ ادا کسلیے سینے تو نے اٹھا رکھی ہے

سامنے کر کے نگہ مجھ سے یہ قاتل نے کہا
اب ترے دم کو یہ تلوار لگا رکھی ہے

نہ دکھاتے ہین کمر کو نہ دہن کو یہ بت
اچھی جو چیز تھی وہ آپ اڑا رکھی ہے

حشر کے دن نہ شکایت مین کمی کرنا اے دل
اب یہ اس دن کے لیے ہم نے اٹھا رکھی ہے

نمک افشان جو ہوا زخم پہ وہ ہنس ہنس کر
مین یہ سمجھا کوئی قاتل نے دوا رکھی ہے

غیر کے ساتھ وفا کر کے وہ مجھ سے بولے
یہ وہی بات ہے جو تم نے بنا رکھی ہے

جاکے لے آئے اُسے پھر نہ مین جھگڑون نہ لڑون
مختصر بات ہے ناصح نے بڑھا رکھی ہے

نزع مین آئے تو اُسکو بھی تصدق کر دین
جان اک سدِ رمق ہے ہمنے بچا رکھی ہے

یار مختار ہے جو چاہے اسے کہے امیر
گردن عجز تہ تیغ رضا رکھی ہے

تو جسکا نام بھی نہین لیتا کبھی اُسے
رٹ تیرے نام کی ہے برابر لگی ہوئی

خط میرا لیکے کوچۂ قاتل کو جب چلا
پیچھے چلی قضائے کبوتر لگی ہوئی

شاید ہی صبح کو اُسے منظور قتل عام
اک بھیڑ ہے جو شام سے در پر لگی ہوئی

کس دوست نے کیا ہی خدا جانے ہمکو یاد
ہچکی ہے نزع مین جو برابر لگی ہوئی

کیونکر نہ حال غیب ہو مستون پہ آئنہ
ہے دُور بین دیدۂ ساغر لگی ہوئی

ہمخانہ گو کہ یار سے ہین پر جُدا ہین ہم
ہے بیچ مین قنات سراسر لگی ہوئی

دور فلک سے اُنکو نہین بوریا نصیب
جنکے لیے تھی مسندِ پُر زر لگی ہوئی

دُرِ سخن سے معنی رنگین کو کیا خطر
مہندی لگائیگا کوئی کیونکر لگی ہوئی

کونین مین بچے گا نہ اب کوئی قتل سے
ہے سان پر وہ تیغ دو پیکر لگی ہوئی

مضمون جو قد یار کے لکھتا ہے یہ بلند
کیا ہے قلم مین شاخ صنوبر لگی ہوئی

بارش ہین ساتھ غیر کے پیتے ہین وہ شراب
اشکون کی یان جھڑی ہی برابر لگی ہوئی

عاشق کچھ آج کل سے نہین ہین بتونکے ہم
اک عمر سے یہ چوٹ ہی دل پر لگی ہوئی

غیرون پر آب خنجر قاتل سبیل ہے
ہے ہمکو پیاس واے مقدر لگی ہوئی

ای ترک کب کسی سے ہوئی تیری تیغ صاف
دل کی تو میملون سے کہی پر لگی ہوئی

ساقی کمال پیاس ہی جلتا ہی یان جگر
لا جلد برف مین مے احمر لگی ہوئی

جائیگا سوے زلف دل اک دن ضرور امیر
ظلمت کی دُھن ہے مثل سکندر لگی ہوئی

خوشخرامی پہ جو اُس بت کی طبیعت آئی
چال اُٹھنے کو بے پانون قیامت آئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی
شب فرقت جو گئی صبح قیامت آئی

اے اجل باندھ کمر وقت ترا آپہونچا
دن ڈھلا دیکھو وہ شام شب فرقت آئی

ہم ترے کشتۂ رفتار ہین کیا ہمکو خبر
کب پھونکا صور کب ای یار قیامت آئی

وہ تیغ آب گون ہو فسان پر لگی ہوئی
دل کی نہ بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی
فرصت حساب حشر سے ہو جلد ہے یقین
فردِ حساب ہے سرِ دفتر لگی ہوئی
افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہِ عشق مین
قدمون سے میرے رہتی ہی ٹھوکر لگی ہوئی
کمرے مین اُسکو دیکھ سکین کیا نظارہ باز
چلمن کے نیچے اور ہے چادر لگی ہوئی
جلتا ہی سینہ بہتے ہین آنکھونسے اپنے اشک
باہر ہے آب آگ ہے اندر لگی ہوئی
جاتا نہین ہی دل سے رُخِ آتشین کا دھیان
لو آگ سی ہے مثلِ سمندر لگی ہوئی
اللہ ری دید چہرۂ قاتل کا اشتیاق
ہے ہمکو ٹکٹکی تہِ خنجر لگی ہوئی
پوچھو ملال سوزشِ پروانہ شمع سے
آنسو روان ہین خاک ہی مُنھہ پر لگی ہوئی
غم سے بقائے دل ہی تو دل سے بقائے غم
دونون طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی
کیونکر ہو حُسن چہرۂ صیاد آئنہ
ٹٹی ہے مثلِ سدِ سکندر لگی ہوئی
ٹوٹا خمِ سپہر گرا جامِ آفتاب
یان ہی اُمیدِ شیشہ و ساغر لگی ہوئی
ہی راستی مزاج مین کہتا ہو صاف صاف
رکھتا نہین وہ رشکِ صنوبر لگی ہوئی
آئینے مین جو اُسکے رُخ و چشم کا ہی عکس
نرگس ہے یاسمین کے برابر لگی ہوئی
اکدن تو کیجئے مرے آنسو کو زیبِ گوش
لو ہے اُسے بھی صورتِ گوہر لگی ہوئی
وہ سیرِ بام کرتے ہین ہمراہ غیر کے
یان آنکھ چھت سے رہتی ہی شب بھر لگی ہوئی
عالم ہے کیا شراب کا مینائے صاف مین
تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
قاتل اِک اور ہاتھ لگائے خدا کرے
ہر دم یہ آس ہے تہِ خنجر لگی ہوئی

آبِ خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر
ہر سعی مین ہے شرط مقدر لگی ہوئی

ہو سرد آگ عشق کی کیونکر لگی ہوئی
دل کی بجھا سکے نہ سمندر لگی ہوئی
دیکھین کب آئے گھر مین ہمارے وہ ماہرو
آنکھین ہین شام سے طرفِ در لگی ہوئی

شب کو ہوتا ہے وہ جو بے پردہ
چاندنی سیر بام کرتی ہے

الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے
اے امیر اپنا نام کرتی ہے

بہار آئی عجب حالت ہے ان روزون میرے دل کی
جگر میں چٹکیاں لیتی ہین منقارین عنادل کی

سفر مین مجھ سے کہتی ہے کشش ہر دم مرے دل کی
کہ وہ بھی پیچھے پیچھے آتے ہی ہونگے اس منزل کی

جہان سے اٹھ گئے تو اٹھ گئے ہم کچھ نہین پروا
غضب یہ ہے کہ گردن اٹھ نہین سکتی ہے قاتل کی

نئے بانکے بنے ہو تم نئی شمشیر باندھی ہے
نگاہ حسرت آلودہ نہین دیکھی ہے بسمل کی

بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے
اگر ہے عشق کامل کھینچ لائیگی کشش دل کی

گریبان پھاڑکر سیر چمن کو مثل گل چلیے
جنون انگیز پھر آتی ہین آوازین عنادل کی

غرور حسن تمکو ہے کمال عشق مجکو ہے
کہو تم میرے دلکی یا مین کہدون آپکے دل کی

تمہارے حسن سے آیا تھا نادان ادعا کرنے
سپیدی چھاگئی صورت تو دیکھو ماہ کامل کی

خدا کے واسطے لا کشتی مے جلد اے ساقی
ترشح ہو رہا ہے کچھ ہوا ہے سرد ساحل کی

کسی کو دہر مین پہچانتا ہے کون اے غربت
شناسائی ہے کچھ ان راستے والون مین منزل کی

چھپایا اسنے منہ ملکر ہمارے خون کی منہدی
عروسانہ حیا کرنے لگی شمشیر قاتل کی

خوشا دیوانگان راہ الفت خوب سوجھے ہو
یہان کیسی مصیبت مین پڑی ہے جان قاتل کی

یہ تیرے زلف کا عقدہ نہین وا ہو جو شانے سے
ارے نادان بہت مشکل سے کھلتی ہے گرہ دل کی

تامل سے جو دیکھا بر کھلے غنچۂ گل کو
نظر مین پھر گئین سب صحبتین یاران یکدل کی

کلیجا منہ کو آجاتا ہے دل پہرون تڑپتا ہے
مرے درد جگر مین بھی چمک ہے تیغ قاتل کی

جہان بدلا مزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیوری
ذرا واتل کھنچا کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی

نہ سمجھو کھیل امیر الفت کی بازی جان لیتی ہے
کہے دیتے ہین ہم اچھی نہیں ہے دل لگی دل کی

دلِ پُرسوز کا نوحہ جو مین پڑھنے بیٹھا
داد دینے کے لیے بزم مین رقت آئی
تیغ قاتل سے تھی اُمید بڑی ولے نصیب
وہ بھی مُنھ موڑ گئی جب مری نوبت آئی
ہاتھ مین نے جو بڑھایا کبھی گیسو کی طرف
بولے وہ دیکھیے پھر آپ کی شامت آئی
حال بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہُوا
ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل مین کھٹک درد کی پہلے سے مگر
پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
اُلفتِ ساقیِ کوثر کی جو یاد آگئی موج
سمجھے ہم ہاتھ کلیدِ درِ جنت آئی
میہمان سے کبھی خالی نہ رہا گھر میرا
یاس رخصت جو ہوئی دل سے تو حسرت آئی
ذرّے سے عکسِ رُخِ روشن سے بنے ریزۂ زر
خود بدولت مرے گھر آئے کہ دولت آئی
ذرّۂ مہر ہوئے ہم کبھی پروانۂ شمع
جس جگہ دیکھ لیا حُسن طبیعت آئی

ہون وہ مایوس کہ دُنیا سے جو اُٹھا مین امیر
گور تک بیٹھتی روتی ہوئی حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہے
دم مین ترکی تمام کرتی ہے
آکے محفل مین دخترِ رز شب بھر
نیند سب کی حرام کرتی ہے
ٹھہرے ہین دل مین میرے یون غم و درد
فوج جیسے مقام کرتی ہے
جانتا ہون وہ بے دہن ہین مگر
خلق کچھ کچھ کلام کرتی ہے
بدبلا ہے تری سیاہیِ خط
صبح عارض کو شام کرتی ہے
شیخ صاحب اُٹھا کے دیکھو آنکھ
دخترِ رز سلام کرتی ہے
کیا وہ آئین گے میری میت پر
خلق جو ازدحام کرتی ہے
ڈر کے میری شبِ جدائی سے
کالکا رام رام کرتی ہے
اُسکے کوچہ مین روح خواب مین روز
سیرِ دار السلام کرتی ہے
چلتی ہی جس جگہ کہ تیغ اُسکی
خود قضا اہتمام کرتی ہے

سواد دہر سے کیا آشنائی بحر عرفان کو
پڑی کب دیدۂ ماہی مین اُڑکر گرد ساحل کی

لبِ ساحل نہین ہر کشتی دریائے بے آبی
اُسی دریا کی موجین ہین لکیرین دستِ ساحل کی

خیالِ نیستی یہ ہر قدم تھا دشتِ ہستی مین
مٹا جو نقشِ پا مجکو بتادی راہ منزل کی

وہ عاشق ہین کیا جب قصد سونے کا اندھیرے مین
چکورون سے سُنی ہمنے کہانی ماہِ کامل کی

سفینے عمر کے کیونکر نہ ڈوبین ایسے طوفان مین
جھڑی ہی رات دن باران ابر تیغ قاتل کی

وہ پیاسا ہون تلاشِ آب مین جسدن بیابان نکلون
کرے ریگِ روان دریا کو اُڑکر گرد ساحل کی

وہ مشتاقِ شہادت ہون جو اپنے زخم بھی کھاؤن
نہ چھوڑے چاندنی مجکو مہِ رخسار قاتل کی

خلایق نے یہ وقتِ دفن دی ہر رنگ کی مٹی
کہ میری قبر جھولی بنگئی درویش سائل کی

تعجب کیا جو کوسون دشمنِ روبہ شان بھاگے
کہ نعرہ شیر کا جھنکار ہے شمشیرِ قاتل کی

بجا ہے گر تغیر آگیا اعضا مین پیری سے
سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہے محفل کی

جو ہم سا رند ہوجاتا تو کیون پڑتین یہ تسبیحین
اُٹھائین اپنے ہاتھون شیخ نے کڑیان سلاسل کی

ازل سے ہے ہوا اُس زہرہ شمائل سے آمیر اُلفت
خمیرِ دل مین کیا مٹی ملی تھی چاہِ بابل کی

شکوہ جو کیا درد کا تلوار نکالی
خوب اُسنے دوائے دلِ بیمار نکالی

جب کچھ نہ رہا مجھ مین تو کھولین مری آنکھین
قاتل نے کہان حسرتِ دیدار نکالی

رسوائی ہوئی تیری ہوای ترک ہمین کیا
کیون لاش ہماری سرِ بازار نکالی

کب ہمنے کہا تم سے کہ آئینہ نہ دیکھو
غصّے سے جو آنکھ آپ نے ہر بار نکالی

صیّاد کا رُخ دیکھ لیا چاکِ قفس سے
یہ ہمنے قفس سے رہِ گلزار نکالی

ہم رند کبھی صحبتِ زاہد مین جو بیٹھے
ہر بات مین اک تیرِ دمِ گفتار نکالی

کہتے ہین اسے ضبط کہ دل غم سے ہوا خون
اُف ہمنے نہ منھ سے کبھی زنہار نکالی

سونگھی ملک الموت نے بوئے گلِ وحدت
منصور کی جب روح سرِ دار نکالی

بہے بحرِ فنا مین جلد یارب لاش بسمل کی
کہ بہو کی مچھلیان ہین جوہرِ شمشیر قاتل کی
تصور خال کا آیا تو مردن تڑھ گئی دل کی
نگاہِ قیس مین لیلی سے آرایش ہے محفل کی
بسی گوِ غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران
مسافر پڑکے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی
جہان رکھی گلے پر تیغ دم لینے نہین دیتا
تڑپنے کا مزہ رکھتی ہے جلدی میرے قاتل کی
جنابِ عشق سے فریاد ہے برباد ہوتا ہون
اُٹھا جاتا ہون مین بکین دُہائی شاہ عادل کی
تری پلکون کی ذردین تکیہ کر ٹھہرا دلِ عاشق
سیاہہ ان صفون کا ہے سیاہی شام منزل کی
دہانِ یار کے آگے سکوتِ غنچہ زیبا ہے
خموشی چاہیے نادان کو صحبت مین عاقل کی
نہالِ عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہین
نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشنِ دل کی
فلاطون خم مین بیٹھا ہے شرابِ مرگ پینے کو
نہین حکمت سے خالی بات کوئی مردِ عاقل کی
وہ لاغر ہون جوانی مین نہین کھنچین ہین گرم آہین
شبِ تاریک مین ٹھنڈی ہی ہین شمعین خانۂ دل کی
حسینان جہان رہتے ہین جہان عکس کی صورت
بنا ہے خشتِ آئینہ سے شاید خانۂ دل کی
یہی دو چار دانے حاصلِ کشتِ محبت ہین
نہین شکِ مُسلسل ہا بیان ہین خم مین دل کی
کسی کا ساتھ کب دیتا ہے کوئی بیقراری مین
تڑپتا رہ گیا شعلہ شرر نے قطع منزل کی
جو نظرون مین سمایا ہو گیا عشاق کا مہمان
جنھین کہتے ہو تم آنکھین کھڑکیان ہین خانۂ دل کی
مری کشتی برنگِ موج اس بحرِ حوادث مین
کنارے تک گر پہنچے تو ٹکر کھائے ساحل کی
ازل سے ہے مآلِ کارِ بے مغزونکا ناکامی
کفِ دریا کی قسمت مین لکھی ہے موج ساحل کی

امیر آئے گا روزِ عید قربان گاہ مین قاتل
سپیدی چاہیے دیوار و در پر چشمِ بسمل کی

لہو کیسا کہ صورت تک نہین دیکھی ہے بسمل کی
الٰہی خیر ابھی سے فق ہے رنگت میرے قاتل کی
مٹا سکتی نہین مژگانِ تر کلفت مرے دل کی
نہ جھاڑی گرد دستِ موج نے دامانِ ساحل کی
تڑپ جاتا ہے دل اہلِ کرم کا جوش مین آکر
چمکتی ہے جو بجلی شعلۂ آوازِ بسمل کی

بنائے شانہ مرے دستِ شوق کو کیونکر کہ کشمکش مین وہ زلفِ سیاہ پڑتی ہے
وہ ناتوان ہون کہ ہوتا ہون زندہ گور مین دفن بدن پہ اُڑ کے اگر گردِ راہ پڑتی ہے
ستا نہ خاطرِ مظلوم کو ڈرلے ظالم پڑے نہ تیغ کبھی جیسے آہ پڑتی ہے
عجیب حال ہی کوچۂ محبت مین بلا مین جان یہان بے گناہ پڑتی ہے
چمن کی سیر کو جاتی ہی روح اے صیاد قفس مین نیند اگر گاہ گاہ پڑتی ہے
جنون مین دشت سے بھی بھاگتا ہون مین کوسون نظر جو صورتِ مردم گیاہ پڑتی ہے
پسے ہین کشتے ترے تیغِ آبدار کے گرد کنارے نہر کے جیسے سیاہ پڑتی ہے
گہن مین خط کے وہ رُخ دیکھکر ہو ششدر گہنی تو تم پہ بھی ای مہرِ ماہ پڑتی ہے
وہ چھپکے گھر سے نکلتے ہین یون کہ دامن پہ نہ گردِ راہ نہ گردِ نگاہ پڑتی ہے
پنھاتے ہین وہ غریبون کو بے گنہ زنجیر ہزار پانون پہ زلفِ سیاہ پڑتی ہے
عجب طرح کے بنائے ہین وہ دہان و کمر کہ عقل شبہے مین بے اشتباہ پڑتی ہے

دیا ہے یار نے فرمانِ قتلِ عام امیر
ہمین بھی اب تو اُمیدِ رفاہ پڑتی ہے

دردِ پہلو کی یہ [illegible]ت ہی کہ رنگت فق ہے زخم وہ دل مین ہی کاری کہ کلیجا شق ہے
عشق سے عاشق و معشوق اگر مشتق ہے اسکو کیون مشق جفا اُسکا جگر کیون شق ہے
سنگدل تیری جو فریاد کرین دیر مین ہم بول اُٹھین بُت بھی گواہی مین کہ حق حق ہے
شرم عصیان سے بہا اشک کہ ہو بیڑا پار چشمۂ قلزمِ عصیان کے لیے زورق ہے
رشتہ آسادہ ہون لاغر غمِ عریانی مین حلقۂ دیدۂ سوزن بھی مجھے خندق ہے
ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہین کوئی منعم ذوق جب تک نہو ای شیخ عبث ہو حق ہے
ہون مین دل سوختہ دنیا مین جدا دنیا سے شمع سے جامۂ فانوس کہان ملحق ہے
کیون نہ کانپے تری مژگان کی چھری سے دلِ زار خوف سے جوہرِ شمشیر کا سینہ شق ہے

قاتل نے کمی کی نہ ذرا قتل مین میرے
خالی گئی بندوق تو تلوار نکالی
مین نزع مین عیسیٰ کو مرے شکوۂ تعظیم
اُس وقت مین کس بات کی تکرار نکالی
چبھتی ہے جو نشتر کی طرح دل مین امیر آہ
ناصح نے وہی چھیڑ کی گفتار نکالی

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے
خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
دل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پُرفن ڈالے
ذبح سے پہلے لہو ہر رگ گردن ڈالے
کیا کرین طالب دیدار حیا کا شکوہ
پردے آنکھون پہ جب اُسکا رخ روشن ڈالے
سارا پردہ وہ ہی دوئی کا جو یہ پردہ اُٹھ جائے
گردن شیخ مین زنار برہمن ڈالے
قابل دید ہے وہ عارض و چشم و مژگان
حورین بیٹھی ہوئی ہین خلد مین چلمن ڈالے
جب نکلتے ہین وہ تلوار سنبھالے گھر سے
ملک الموت چلے آتے ہین گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی کی عاشق کی
چار آنسو بھی نہ تم نے سر مدفن ڈالے
رنگ اُس لعل سی رخ سے ملتا ہی کہان
تھ آ گریبان مین تو اپنے گل سوسن ڈالے
لوٹتی برق سر طور پھرے چار طرف
تو اگر آنکھ سوے وادی ایمن ڈالے
اُڑ چلے قفس مین پرواز کو پر پیدا ہو
نے کاندھے پہ اُلٹ کر جو وہ دامن ڈالے
کشتۂ انداز نے کس طرح سے پامال نہون
قدم اِس ناز سے جب یار کا توسن ڈالے
کہین زخم نگہ ناز رفو ہوتے ہین
کہو ڈھونڈتے یہ کسی اور پہ سوزن ڈالے
خون ناحق کہین چھپتا ہے چھپائے سے امیر
کیون مری لاش پہ وہ بیٹھے ہین دامن ڈالے

نہ حور پر نہ پری پر نگاہ پڑتی ہے
تجھی پہ آنکھ بس اے رشک ماہ پڑتی ہے
وہ چشم مہر سے دیکھے مجھے امید نہین
گدا پہ کب نظر بادشاہ پڑتی ہے
بلائے جان دو عالم ہے جسکی برق جمال
ب اُسکے چہرے پر اپنی نگاہ پڑتی ہے

نہین ہے شرم کی جا اب تو ہمکو دیکھنے آؤ
کہ پٹی باندھ لی داغونکی آنکھونپر بھی مرہم کی
تماشا جانتا ہون گردشِ گردونِ گردان کو
گلِ رعنا مری آنکھون مین نیرنگی ہے عالم کی
ملا غازہ تو پایا آرسی نے رنگ آرائیں
جبینِ افشان تو آئینہ کی قسمت اور بھی چمکی
ملانا مارنا ہے کام ان خورشید رویونکا
کبھی اُٹھتے ہین فتنے موت آجاتی ہے شبنم کی
فراق یار مین ہون اسقدر محزون مین اے قاصد
لکھون جو سطر نامے مین وہ صف بنجائے ماتم کی

امیر اُس سرورِ عالم کی کیا توصیف ہو مجھ سے
خدا کی شان ہے سیرت ملک کی شکل آدم کی

نہال اسکو ہمیشہ کرتی ہے بالیدگی غم کی
الٰہی دل ہے یا کوئی کلی ہے نخلِ ماتم کی
نہو جسمین تجلی تجھ سے محبوبِ دو عالم کی
وہ جنت جل کے یارب خاک ہوجا جہنم کی
اُدھر ہون عیش کی باتین کہانی ہو ادھر غم کی
کہو تم اپنے عالم کی کہین ہم اپنے عالم کی
ہولے عشق سر مین دل مین بحرِ یاس کا طوفان
بھلا بنیاد کیا ہے ایک مشتِ خاک آدم کی
چمن کیا جانیے ہے کس شہیدِ ناز کی مجلس
کہ غنچونکے چٹکنے مین صدا ہے نخلِ ماتم کی
غضب گرمی قیامت کی جلن ہے عشق مین یارب
پھکا جاتا ہے تن آنچین نکلتی ہین جہنم کی
جلا اُس حور کا دل کیا ہماری سوزشِ دل سے
گئین جنت کو کچھ چنگاریان اُڑکر جہنم کی
نظارہ دو جہان کا چھوڑ کر دل کا تماشا کر
شبیہین اس ورق پر کھنچدی ہین دونون عالم کی
اُڑائے رنگ غنچہ سیکھے گل کی روش ایدل
کہ مُنھ سے کچھ نہ کہہ کانونسے سُن کر سارے عالم کی
ازل مین وصل کس معشوق و عاشق کا نظر آیا
کہ آنکھین آجتک کھلتی نہین بادامِ توام کی
زمانے بھر کی ایذاؤن سے چھٹی مر کے ملتی ہے
لحد کہتے ہین جسکو ہے وہ سرحد کشورِ غم کی
پرستش حسنِ گندم گون کی عینِ آدمیت ہے
نہین وہ ابنِ آدم خو نہین ہے جسمین آدم کی
ہے سینہ سپر کیا کیا شعاعِ مہرِ تابان سے
کھنچین سو برچھیان لیکن نہ جھپکی آنکھ شبنم کی
یہ پچھلے گھڑی کے آرہے ہین ہچکیان کیسی
نہین یہ حلقِ بسمل بانسلی ہے مطربِ غم کی

لبِ جان بخش سے گُلّی مرے مرقد پہ کرو
حوض کوثر کا تو پانی شہدا کا حق ہی

زاہد و ساقیِ کوثر تمھین کیون دیتے شراب
دخترِ رز تو فقط بادہ کشون کا حق ہی

خوف معتوبیِ آدم سے ڈراہے ایسا
دیکھیے آج تلک سینۂ گندم شق ہی

عشق مین پار ہو کس طرح سے بیڑا دیکھین
ہم شناور نہین یہ قلزمِ بے زورق ہی

دُرِ مضمون دمِ تحریر نکلتے ہین آمیر
صدف آسا مرے خامے کا کلیجا شق ہی

یہانتک مجکو ہنگامِ خوشی ہی آرزو غم کی
اُٹھا رکھتا ہون روزِ عید پر مجلس محرم کی

مین وہ غم دوست ہون تجویز کی غم سے دوا غم کی
جو آیا منھ چھپا لی چھال مین نے نخلِ ماتم کی

منا ہی کوچۂ محبوب مین ہی نالۂ غم کی
غضب ہی ابتو وہ جڑ کاٹتے ہین نخلِ ماتم کی

قطارِ مور جس جا دیکھتا ہون یہ سمجھتا ہون
سلیمان اُٹھ گئے شاید یہ صف ہی لشکرِ ماتم کی

ترا غمزہ ہی وہ طرار جب گلشن مین آ لپٹے
گلُون کی جیب کتری ہی گرہ کاٹی ہی شبنم کی

خیالِ دُختِ رز مین آگیا ہی مجکو غش ساقی
کھُلین آنکھین اگر پنکھا ہوا دامانِ مریم کی

ستایا اسقدر ان مردمِ ابلیس خصلت نے
کہ ذکرِ آدمیت چھپ رہی تُربت مین آدم کی

الٰہی ہے یہ لشکر کس سلیمانِ پری وش کا
بلائین لیتی ہین پریان ہوا پر زلفِ پرخم کی

ہمارے نالۂ دل سے ہی گرم نالہ ہر بلبل
نہین کس گلستان مین شاخ اپنے نخلِ ماتم کی

یقین ہی روزِ محشر تک ہے اولاد مین جھگڑا
ہماری غیر کی ہی دشمنی ابلیس و آدم کی

فراق و وصل کی شب ایک ہی پر فرق ہی اتنا
بہار اسمین ہی جنت کی ہوا اُسمین جہنم کی

نہ لائے کوئی ہم تک وحشیِ گیسوے پیچان کو
مچا دینگی یہ غل محشر مین زنجیرین جہنم کی

خدا جانے بھرے ہین دل سے گوشِ یار کیا کہکر
ہوا مین آ گئے ایسی نہین سُنتے ہین ہمدم کی

ڈری ہی رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے
دعاے نور پڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی

یہ شہرہ وحشتِ مجنون کا مشتِ استخوانِ مجنون
مثل سچ ہی کہ رستم سے سوا ہی دھاک رستم کی

ہشت ذرا کسو کی تر لونہد
قاضی کرے جو منع تو مے روبرو پیے

ل نے مجھے کھینچ کے یہ تیغ سے کہا
اب تو کمی کرے تو ہمارا لہو پیے

ئے جو میکدے مین کرے
شیشے کی طرح چاہیے تا گلو پیے

دیکھے وہ خطِ سبز جو سبزہ تو رشک سے
کیون گھونٹ زہر کے نہ لبِ آبجو پیے

منظور چرخ ہے کہ آمیر سیاہ
دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پیے

روے یار نہ بھولے کبھی دل شاد رہے
خوب مطلع ہے یہ اللہ کرے یاد رہے

زعفران زار مین بھی گر دلِ ناشاد رہے
یہی گریہ یہی نالہ یہی فریاد رہے

ہو وہ مقتول مرے قتل کی ایسی ہو خوشی
رقص مین تیغ رہے وجد مین جلاد رہے

پھر بہار آئی چلے سوے چمن دیوانے
کہدو ہ باغ کے دروازے پہ فصاد رہے

رشک ہے بعد فنا مجکو فلک سے تو یہ ہے
مین ستم کش نہ رہون یہ ستم ایجاد رہے

ہم جو پہونچے تو لبِ گور سے آئی یہ ندا
تیئے لیئے حضرت بہت آزاد رہے

نکھین مرجانیکو کہتی ہین وہ لب جینے کو
سیئے وہ ظلم سہے کہتے یہ ارشاد ر

سکی تصویر مین اس درجہ نزاکت کا ہو صرف
لوح باقی نہ قلم مین ترے بہزاد رہے

تیانے سے نہ مطلب ہے نہ گلشن سے غرض
گھر الٰہی مرے صیاد کا آباد رہے

بسملون کی نگہ یاس بری ہوتی ہے
اک ذرا دل کو سنبھالے ہوئے جلاد رہے

ہ کہون گا یہ کہون گا ابھی کہتے ہو
سل منہ اُنکے بھی جب حضرتِ دل یاد رہے

ون وہ غم دوست کہ رو رو کے دعا کرتا ہون
درد کا دل نہ دکھے خاطرِ غم شاد رہے

شر مین عذر گنہ کیا ہے بتا تو رکھو
کہ مبادا تمھین بھولے تو مجھے یاد رہے

بحرِ ہستی مین حبابِ لبِ دریا کی طرح
ہم رہے کب جو کہے کوئی کہ برباد رہے

ن اگر غیر کوئی ہون تب مجھے وہ بھولے
وہ اگر اور کوئی ہو تو مجھے یاد رہے

ا ہ، حبیب

ہوئی کس کس کو خجلت ایک میرے قتل ہوتے ہی
پسینا آگیا قاتل کو گردن تیغ نے خم کی

تمہاری چال بھی کیا گردشِ گردونِ گردان ہے
کہ چکیا دو قدم صورت بدل دیتے ہو عالم کی

دکھایا گرم و سردِ دہر داغ و اشک نے مجکو
کہ دن بھر دھوپ کی رہتی ہی ایذا شب کو شبنم کی

یہ شوقِ میکشی ہے سایۂ انگور کے نیچے
ہوا کھانے کو روح آتی ہی اب تک حضرتِ غم کی

سوا خورشید رویون کے کسی پر مین نہ مائل ہون
الٰہی دل مجھے ذرے کا دینا آنکھ شبنم کی

شکستِ شیشۂ دل سے امیر آیا ہے غش مجکو
چھڑک کر سے منگوا دے کوئی مٹی ساغرِ جم کی

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے
دیوانے کو ایک ہو بہت ہی

موتی کی طرح جو ہو خدا داد
تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہی

جاتے ہین جو صبر و ہوش جائین
مجکو اے درد تو بہت ہی

مانند کلیم بڑھ نہ اے دل
یہ درد کی گفتگو بہت ہی

بے کیف ہوی تو خم کے خم کیا
اچھی ہو تو اک سبو بہت ہی

کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین
فرصت کم آرزو بہت ہی

منظور ہی خون دل جو لے یاس
اتنے سے لیے آرزو بہت ہی

اے نشترِ غم ہو لاکھ تن خشک
تیرے دم کو لہو بہت ہی

چھیڑے وہ مژہ تو کیون مین رؤون
آنکھون مین خلش کو مو بہت ہی

غنچے کی طرح چمن مین ساقی
اپنا ہی مجھے سبو بہت ہی

کیا غم ہے امیر اگر نہین مال
اس وقت مین آبرو بہت ہی

ہمراہ غیر بادہ جو وہ تند خو پیے
غم کیون نہ جونک بنکے ہمارا لہو پیے

تسکین ہوا ایک جام سے کیا اسکو ساقیا
جو خم کے خم چڑھائے سبو کے سبو پیے

جام کوثر سے ہو کیا کام ہمین ای رضوان
آب خنجر سے وہین پیاس بجھا

مے کشی کی ہے خوشی ہجر مین کس کو ساقی
لکۂ ابر تو اور آگ لگاتے آئے

سنگِ اسود کے جو بوسے کو چلے سوئے حرم
قدمِ بُت پہ بھی ہم سر کو جھکاتے آئے

دشتِ ہستی مین ملا خاک بگولے کی طرح
خاک اُڑاتے گئے ہم خاک اُڑاتے آئے

بادشاہون کا ہے دربار درِ پیرِ مغان
سیکڑون جاتے گئے سیکڑون آتے آئے

لمن ترانی سے ہوا صاف یہ ہم پر روشن
لہ ہمہ بھ ترے ناز اُٹھاتے آئے

چھپ کے بھی آئے مرے گھر تو وہ دربانون کو
ہنی پازیب کی جھنکار سُناتے آئے

ہون وہ نالان کہ دم نزع مری بالین پر
ملک الموت بھی پر لینے بجاتے آئے

بے سبب ہے یہ بلوہ نہین غالب ہے کہ آپ
پردہ ڈولی کا سرِ راہ اُٹھاتے آئے

محو جب مہر سے شبنم ہوئی بولی یہ زمین
یون ہین عاشق کو ہین معشوق مٹاتے آئے

روزِ محشر جو بلائے گئے دیوانۂ زلف
بیڑیان پہنے ہوئے شور مچاتے آئے

ذکرِ غنچہ جو سُنا مجھ سے تو ہنس کر بولے
خوب آئے کہ مرے منھ کو چڑھاتے آئے

مرغِ دل نقشِ قدم وار کرے وقتِ شکار
گُل کھلاتے گئے گلچھرے اُڑاتے آئے

ام کہین کے [illegible] جو پوچھے گا امیر
کیون نہ بگڑی ہوئی باتون کو بناتے آئے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
پ بدنام نہون دھوئیے شمشیر اپنی

پھر بہار آئی جنون ہوتی ہے تدبیر اپنی
طوق بنتا ہے گڑھی جاتی ہے زنجیر اپنی

بے نشانی یہ مرے دل کو پسند آتی ہے
کھینچ کر آپ مٹاتا ہون مین تصویر اپنی

قید ہو کر ترے گیسو مین یہ رتبہ پایا
نذر دی قید نے لا کر ہمین زنجیر اپنی

بان نثارون سے وہ کہتے ہین چڑھا کر تیوری
آجکل جھولتی ہے عرش پہ شمشیر اپنی

دم مژگان مین شبِ ہجر جو چلاتے ہین ہم
چار سُو جاتی ہے آواز بہ پرِ تیر اپنی

زار ایسا تھا کہ مین دشت جنون مین نہ ملا
ڈھونڈھتے مجکو مرے سایہ و ہمزاد رہے

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر
یاد رہنے کے جو قابل نہو کیا یاد رہے

ایک دل ہجر مین کس کس کے یہ ناشاد رہے
قیس کا داغ کہ اس مین غم فرہاد رہے
دل اُن آنکھون کے تصور سے مرا شاد
قاف پریون سے جنان حورون سے آباد رہے
قتل بے خنجر و شمشیر جو ہو مدّنظر
اک ذرا آپ کو کھینچے ہوئے جلّاد رہے
طول فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتین نہ وہ راتین نہ وہ دن یاد رہے
جب کیا ہم نے گلا اپنی پریشانی کا
زلف جانان نے کہا ہم بھی تو برباد رہے
کھنچ گئی یار کی تصویر تو اللہ ری خوشی
ہم بغل دیر تلک مانی و بہزاد رہے
ہم وہ قیدی ہین جو لکھے وہ خط آزادی
ہی یقین حرفون مین شایان خط حدّاد رہے
لامکان مین نہ ٹھکانا نہ مکان مین وسعت
دل سے نکلے تو کہان جا کے یہ فریاد رہے
لوٹ پروانہ یہان شمع سر طور کا ہے
جلوہ افروز ترا حسن خدا داد رہے
ہجر مین یار نے پوچھا نہ اجل نے ہمکو
نہ اسے یاد رہے ہم نہ اُسے یاد رہے
واہ رے شوق اسیری کہ دعا کرتا ہون
منھ دم ذبح سوے خانۂ صیّاد رہے
شادی و رنج زمانے مین ہین توام اے دل
اچھے تو ہونٹھون پہ ہنسی بھی دم فریاد رہے
کھل گیا غم سے اگر تن تو بنا شکل حباب
ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو برباد رہے
کانٹے الجھین نہ کہین جامۂ آزادی مین
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

روز جانباز لڑے شوق شہادت مین امیر
کیسے ہنگامے سر کوچۂ جلّاد رہے

دل کو طرز نگہ یار جتلاتے آئے
تیر بھی آئے تو بے پر کی اڑاتے آئے
فاتحہ دینگے نہ پانی یہ بھی دو رونے کے بعد
تا در گور ہین جو خاک اڑاتے آئے

سایہ افگن ہو وہ گیسو اس دل صد چاک پر
جائے گلشن میں جو وہ گلرو تو گل مہندی کی شاخ
قہر نازل ہو جو ہنس پڑنا تمھارا آئے یاد
شکار افگن سے چلے لیکر اگر تیر و کمان
باڑھ پر آجائے تیغ قامت قاتل اگر
پھنس کے چھوٹے لذت دنیا سے کیونکر بوالہوس

یا الٰہی یہ سیاہی اس نگین پر گر پڑے
سر جھکا کر اسکے پائے نازنین پر گر پڑے
چھت مکان کی توڑ کر بجلی زمین پر گر پڑے
نسر طائر جوڑ کر کندے زمین پر گر پڑے
شاخ طوبیٰ کٹ کے دوش حور عین پر گر پڑے
کسطرح اٹھے مگس جب انگبین پر گر پڑے

آفتاب عارض ساقی اگر چمکے امیر
خاک ہو کر برق آب آتشین پر گر پڑے

جب تک وہ پلک بر سر بیداد نہ آئی
کب گور میں خنجر کی رگ یاد نہ آئی
شیرین نہ ملی سنگ اگر سیکڑون کاٹے
بالون کی سفیدی کو کفن سمجھے نہ کس دن
دعوے دیت حشر میں کس سے میں کرونگا
طائر میں وہ ہون پاؤن نہ گلزار میں رکھا
سچ ہے یہ مثل جان ہے اپنی تو جہان ہے
غش صورت موسیٰ میں ہوا سامنے اسکے
کیا آگئے نظر مردمک چشم کو وہ خال
نقشہ مرے محبوب کا جلتا ہوا دیکھا
کیا جرم ہوا تھا کہ گرے اسکی نظر سے
یا
بلکو

تجھ میں چمک اے جوہر فولاد نہ
کب روح سوئے کوچۂ جلاد نہ آئی
چھ دم سنگدستی فرہاد نہ آئی
کب آئنہ دیکھا کہ اجل یاد نہ آئی
حیرت سے نظر صورت جلاد نہ آئی
جب تک خبر آمد صیاد نہ آئی
مردے کو عزیزون کی کبھی یاد نہ آئی
تاب نظر حسن خدا داد نہ آئی
انسان کو نظر صورت ہمزاد نہ آئی
تجکو روش خامۂ بہزاد نہ آئی
کچھ ذہن میں اپنے تو یہ افتاد نہ آئی
روح آئی عدم سے مگر آزاد نہ آئی
عرضی بھی مری ہے کہ کبھی صاد نہ آئی

مے کشی کون کرے چور ہی یان شیشۂ دل
ساقیا پھوٹ گئی ہجر مین تقدیر اپنی

حاجت تیر و کمان کیا ہے تجھے چل تو سہی
ر دنین کاٹ کے خود لائین گے نخچیر اپنی

ہمکو پھولون کے چھپر کھٹ ہمین کانٹے ہین نصیب
خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی

اُنگلین چہرے پہ ملینگے تو چمک جائیگا حسن
مع چہرہ ہی ترا آنکھ ہے گلگیر اپنی

حضرت قیس جو ملجائین تو اتنا پوچھین
ہے گران آپ کی زنجیر کہ زنجیر اپنی

یوسف مصر کا نقشہ جو طلب کرتا ہون
بھیج دیتا ہے وہ یوسف مجھے تصویر اپنی

اُٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دم مرگ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

تو یہ معرکۂ عشق مین مجکو جھجک ہے
پرسش خنجر سفاک مرے دم تک ہے

کھولتی ہے یہ جوانان چمن کو ہر دم
نرگس باغ سے بلبل کو بجا چشمک ہے

حسن یکتا کا ہے پر تو بھی جہان مین یکتا
زاہدا کیون تجھے یکتائی بت مین شک ہے

جنگ عاشق کے لیے حسن زرہ پوش ہوا
لون کہتا ہے رخ صاف پہ یہ چیچک ہے

شب بھر آغوش گلستان مین ہے شبنم کی جگہ
رتبۂ دیدۂ بیدار قیامت تک ہے

فرش سے عرش تک آئینہ ہے سب ذکر کے وقت
انکھ جب بند ہوئی پیش نظر عینک ہے

قدم بڑھ کے در دل پہ تو منزل کو پہونچ
شہر آباد محبت کا یہی پھاٹک ہے

نہین دیوانہ اگر لائق تعزیر امیر
کس لیے سنگ بکف دہر مین ہر کودک ہے

فشان کا اگر ذرہ زمین پر گر پڑے
اختر گردون جگہ پا کر جبین پر گر پڑے

رات کو ہو فکر آرایش جو اُس گل کو تو ماہ
چاندنی کا پھول بنکر آستین پر گر پڑے

نامہ ہم افتادگون کا جب کبوتر لیچلا
اُڑتے ہی اُڑتے کہین بازو کہین پر گر پڑے

آشیانہ دور ہے صیاد آ پہونچا ہے پاس
کیا کرون پرواز کی طاقت نہین یہ گر پڑے

دلا آنکھون سے چھپ کر اُس سے ہو دیدار کا طالب
جو ہو خلوت نشین کیا مجمعِ اغیار مین آئے
خطِ شبگون سے مین اے خالِ روے یار ڈرتا ہون
جو تو آیا تو آیا وہ نہ اس سرکار مین آئے
بہت مشتاق ہین مستِ آمدِ ابرِ بہاری کے
الٰہی کوئی لکّہ کوہ سے گلزار مین آئے
خمیدہ قد ہوا اب دیر کیا ہی خاک ہونے مین
زمین پر گر پڑے آخر جو خم دیوار مین آئے
جنون کا رنگ چمکایا یہ تیرے عشقِ عارض نے
گریبان چاکِ گل گلزار سے بازار مین آئے
یہ وقتِ قتل ہی ڈر ہمکو اپنی سخت جانی سے
کمر مین بل نہ بال اُس ترک کی تلوار مین آئے
کیا دے دے کے طعنے واعظون نے تنگ یہ آخر
کہ ہم مسجد سے اُٹھ کر خانۂ خمار مین آئے
نظر آتا ہے ہر گُل زر بکف بہرِ خریداری
چمن مین تم کہ یوسفؑ مصر کی بازار مین آئے
زرِ داغِ جنون تقسیم شاہِ عشق کرتا ہے
تو نگر جسکو ہونا ہو وہ اس سرکار مین آئے
خدا ہو دوست جسکا اُسکو کیا اندیشۂ دشمن
براہیمؑ آگ مین پھینکے گئے گلزار مین آئے
خلش مین کیا مزہ ہی تیرے دیوانون کو کیا جانے
جب آئے پا برہنہ وادیِ پُرخار مین آئے
علانیہ دکھائے کب وہ جلوہ روے روشن کا
جو بے پردہ نہ خوابِ طالبِ دیدار مین آئے
یہان مدّت سے ہی میرے دلِ صدچاک کا قبضہ
کہو شانہ سنبھلکر گیسوے خمدار مین آئے
اُٹھاؤ رُخ سے پردہ کور مادرزاد بینا ہو
ہلاؤ لب زبانِ گنگ بھی گفتار مین آئے
گرفتارِ قفس تھے جب تلک فصلِ بہاری تھی
خزان بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار مین آئے
کیا ہی وعدہ سر دینے کا قاتل سے سو حاضر ہون
زبان کو کاٹ ڈالون فرق اگر اقرار مین آئے

امیر اب دغدغہ کیسا کہ پہونچے ہم مدینے مین
چھُٹے آفت سے ظلِّ احمدِؐ مختار مین آئے

خیالِ زُلف و عارض مین قضا کی
نمازِ صُبح و شام اِک جا ادا کی
ادا پر مرنے والون سے بھی غمزے
کہو کیون موت آئی ہی قضا کی
نہ آنا تھا اجل مُنھ پر نہ آئی
تری تلوار آوازے کسا کی

شوقۂ دُنیا نے بہت مانگ سنواری
پھندے مین مری خاطرِ آزاد نہ آئی
ضمون سے ہیں مرگ مرا نام ہی زندہ
کچھ کام نہین کام جو اولاد نہ آئی

وحشت مین امیر اپنے برابر نہ ہوا قیس
شاگرد مین کیفیّت اُستاد نہ آئی

ہم اور معرکۂ امتحان سے ٹل جاتے
جواب پانون جو دیتے تو سر کے بل جاتے
عدم کو یان سے تو گھبرا کے ای اجل جاتے
یہان بھی جی جو نہ لگتا کہان نکل جاتے
ہزار تیز نہ تھی تیغ یار اگر چلتی
ہم سے کتنے غریبون کے کام چل جاتے
جنون کے جوش مین کھلتی نہ راہ مُلک عدم
بڑے مزے مین پہونچتے جو آجکل جاتے
سیاہ کار وہ ہون حشر مین حساب مرا
جو وقت صبح سے ہوتا چراغ جل جاتے
بچائی داغ نے زندانیان زلف کی جان
نہین تو گھُٹ کے اندھیرے مین دم نکل جاتے
بتون کی بھی جو پرستش نہ کرتے ای زاہد
خدا کے سامنے ہم لیکے کیا عمل جاتے
شبِ فراق مین اچھا ہوا نہ کھینچی آ
غریب خانے کے دو جھوپڑے بھی جل جاتے
جھڑی نے آنسوؤن کی اور بھی ڈبویا ہے
برس کے جلد یہ بادل کہین نکل جاتے
دکھا کے تیغ جو مقتل سے یار بڑھ چلتا
اجل کے پانون پہ سر رکھکے ہم نکل جاتے
پتنگ بنکے لپٹتے جو شمع رویون سے
وہ ہم نہ تھے کہ تپ ہجر سے نکل جاتے
تلاش رزق مین گردش ہی ای ہوس بے بر
عیب ساتھ ہی رہتے جہان نکل جاتے

قبول خاطر روشندلان اگر ہوتے
امیر نور کے سانچے مین شعر ڈھل جاتے

مقام وجد ہی ای دل کہ بزم یار مین آئے
بڑے دربار مین پہونچے بڑی سرکار مین آئے
خداوندا نہ زنگ اُس تُرک کی تلوار مین آئے
کہین دھبّا نہ میرے زخم دامندار مین آئے
مرے گھر کی طرف بھی عالم مستی مین آ نکلے
ترنگ ایسی کبھی یارب مزاجِ یار مین آئے

وفورِ رحمتِ باری ہی میخوارون پہ اِن روزون
جدھر سے ابر اُٹھتا ہی سوئے میخانہ آتا ہے
لگی دل کی بجھائے بیکسی مین کون ہے ایسا
مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے
اُنھین سے غمزے کرتی ہی جو تجھپر جان دیتے ہین
اجل تجکو بھی کتنا نازِ معشوقانہ آتا ہے
پریشانی مین یہ عالم تری زلفون کا دیکھا ہی
کہ اک اک بال پر قربان ہونے شانہ آتا ہے
چھلک جاتا ہی جامِ عمر اپنا وائے ناکامی
ہمارے مُنھ تلک ساقی اگر پیمانہ آتا ہے
وہ بُت ہی مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہین
لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے
طلسمِ تازہ تیرا سایۂ دیوار رکھتا ہے
بدلتا ہی پری کا بھیس جو دیوانہ آتا ہے
یہ عظمت کعبہ کے زاہد ان بتون مین ہمنے پائی ہے
کہ کعبہ ہمکو لینے تا درِ میخانہ آتا ہے
دو رنگی سے نہین خالی عدم بھی صورتِ ہستی
کوئی ہشیار آتا ہے کوئی دیوانہ آتا ہے
ہمایون استخوانِ سوختہ پر میرے گرتا ہے
تڑپ کر شمع پر جیسے کوئی پروانہ آتا ہے
اُدھر ہین حُسن کی گھاتین اِدھر ہین عشق کی باتین
تجھے افسون تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے
کلیجا ہاتھ سے اہلِ طمع کے چاک ہوتا ہے
صدف آسا اگر مجکو میسر دانہ آتا ہے
نمک جلّاد چھڑکا چاہتا ہی میرے زخمون پر
مزے کا وقت اب ای ہمّتِ مردانہ آتا ہے
زبردستی کا دھڑکا وصل مین تمکو سمایا ہے
اِدھر ہو ہوش مین آؤ کوئی آیا نہ آتا ہے
الٰہی کسکی شمعِ حُسن سے روشن ہے گھر میرا
کہ بنجاتا ہے جگنو آج جو پروانہ آتا ہے
وہ عاشق خال و خط کا ہون کہ نذرِ مور کرتا ہون
میسر تیسرے دن بھی جو مجکو دانہ آتا ہے

اَمیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریبان پر
جو روشن شمع ہوتی ہی تو ہان پروانہ آتا ہے

جتنے کہ تیر ترکشِ دلبر مین رہ گئے
اُتنے ہی حوصلے دلِ مضطر مین رہ گئے
دھویا ہزار اُس بُتِ سفاک نے مگر
چھینٹے ہمارے خون کے خنجر مین رہ گئے
صحرائے عشق میری طرح طے نہو سکا
نو آسمان ایک ہی چکر مین رہ گئے

شب غم مین جو ہمکو ہاتھ آتا
درازی ناپتے روز جزا کی
وہ بیکس تھے کہ تربت پر ہماری
چڑھائی چرخ نے چادر گھٹا کی
عدم مین کیا تماشا ہی کہ دن رات
چلی جاتی ہی سب خلقت خدا کی
مرے منھ کا ہے لقمہ حصۂ غیر
مجھے قسمت ملی ہے آسیا کی
دکھے کیونکر نہ دل آوازنے سے
صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی
نہ کھا اے دل فریب زینت دہر
ڈلی اس پان مین ہے سنکھیا کی
بہار بیخزان ہے جامۂ یار
نہ مرجھائین کبھی کلیان حنا کی
کیے ہمنے یہ بتخانون مین سجدے
کہ بت کہنے لگے رحمت خدا کی
دلا ہمسے گلا اس دلربا کا
شکایت آشنا سے آشنا کی
نہ مجنون ہی نہ وامق ہی نہ فرہاد
مرے سب آشناؤن نے قضا کی
وہ دانہ ہون جو پسنے سے بچون مین
جلادے آگ سنگ آسیا کی
وہ غافل تھے کہ تب لی ہمنے کروٹ
ڈھلی جب دوپہر روز جزا کی
الٰہی مرکے یون جھگڑا بھی چھوٹے
کہین آسان ہو مشکل قضا کی
کہانتک دانہ ہوگا عقدۂ کار
گرہ ہے کیا ترے بند قبا کی
پسین کیونکر نہ تیری راہ مین دل
غضب شوخی ہی چشم نقش پا کی
اگر میرے سیہ خانے مین آجائے
سعادت ساری اڑجائے ہما کی
ترے کشتے نے خنجر ہی کے نیچے
مصیبت جھیل لی روز جزا کی

امیر سخت جان بھی ہو چکا قتل
چلو سنت ہوئی پوری قضا کی

ترا کیا کام اب دل مین غم جانانہ آتا ہے
نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہی
نظر مین تیری آنکھین سر مین سودا تیری زلفون کا
کسی پریون کے سایے مین ترا دیوانہ آتا ہی

لی کاروانِ گل نے خزان مین عدم کی راہ
بلبل بھڑک بھڑک کے گلستان مین رہ گئے
آئے بھی حرفِ شکوہ جو دل سے زبان تلک
بن بن کے درد وہ مرے دندان مین رہ گئے
رزقِ سگ و ہما کیے دورِ سپہر نے
جو استخوان کہ گنجِ شہیدان مین رہ گئے
آزارگانِ عشق کا کوسون پتا نہین
کچھ ڈھیر ہڈیون کے بیابان مین رہ گئے
لوٹا ستمگرون نے مگر پھر بھی اے امیر
مضمون ہزارہا مرے دیوان مین رہ گئے

بتون سے نرد وہ جا کر مکان پر کھیلے
کہ ہار دے دل و دین اپنی جان پر کھیلے
کمان مین تیر وہ جوڑے تو صید ہون نسرین
زمین کیسی شکار آسمان پر کھیلے
زبانِ تیشہ یہ دیتی تھی کوہکن کو صدا
جو سرفروش ہو وہ اپنی جان پر کھیلے
یہ اُسکے پڑھنے سے ہو چار بیت کو شادی
کہ بیت بیت سے چوتھی زبان پر کھیلے
مین ندرنگ مین ڈوبون وہ طفلِ بادہ فروش
خدا کرے کہین ہولی دُکان پر کھیلے
جمائے رنگ وہ مطرب بسر جو بیٹھک کا
جو یار سا ہو تو ہر ایک تان پر کھیلے
نہ جیتنے مین گذارہ نہ ہارنے مین رفاہ
پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے
کہون تو دردِ دل اُس سے مگر ہے قتل کا خوف
قضا نہ سر پہ کہین اس بیان پر کھیلے
لگائے کیونکہ وہ واعظ نماز مین شرطین
جُوا جو روز و شب اپنے مکان پر کھیلے
ہمارا دل ہے کہ اُس ترکِ شوخ سے شطرنج
ہزار بار کیا امتحان پر کھیلے
امیر چال کوئی اُس سے کسطرح چل جائے
تمام روز جو چوپڑ مکان پر کھیلے

نمودِ خط ابھی ای حسنِ یار باقی ہے
اِس آئینے کے جگر مین غُبار باقی ہے
نہ مست ہی نہ کوئی ہوشیار باقی ہے
حجاب کس سے اب ای چشمِ یار باقی ہے
وہ صید گاہ سے جاتے ہین ای اجل کہدے
اِدھر بھی بے پر و بال اک شکار باقی ہے

چھوڑے کہین نہ گیسوئے پُرخم نے اُسکے پیچ
کچھ رہ گئے تو میرے مقدر مین رہ گئے
مجلس تمام ہوگئی ہنگامہ ہو چکا
ہم راہ دیکھتے تری محشر مین رہ گئے
اے چشم اشکبار ڈبو دے انھین بھی تو
ٹاپو ہین جا بجا جو سمندر مین رہ گئے
یارب شتاب آئے سگِ یار اس طرف
کچھ کچھ ہین استخوان تنِ لاغر مین رہ گئے
ساقی چمن مین آتے ہی رخصت ہوئی بہا
میخوار فکرِ شیشہ و ساغر مین رہ گئے
تو نارسائی قسمت سے گر پڑے
ڈورے ہی ڈورے بالِ کبوتر مین رہ گئے
اشکون سے میرے بجھ گئی سارے جہانکی آگ
پوشیدہ کچھ شرر تھے سو پتھر مین رہ گئے
واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک
کھائی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے
اُنکے مکان ہین دیدہ و دل اختیار ہے
اس گھر مین رہ گئے کبھی اس گھر مین رہ گئے

اُنکے نشان امیر نہین ہین اگر نہون
نام اورون کے نام تو دفتر مین رہ گئے

داغ اقربا ـوزان مین رہ گئے
محفل کہان چراغ شبستان مین رہ گئے
خنے تمام بند کیے صبر نے مگر
سوراخ دل مین چاک گریبان مین رہ گئے
لطے نہ گرد بھی مری کشتی کے پائین گے
کیا بیڑک کے شورشِ طوفان مین رہ گئے
کانٹے کہین پڑے ہین کہین گرد باد ہین
یہ یادگار ہین جو بیابان مین رہ گئے
میری طرح ضعیف ہوئے میرے اشکِ غم
نکلے جو دل سے دامنِ مژگان مین رہ گئے
وہ خوبرو رہے نہ وہ تزئینِ زلف و رخ
باقی فسادِ گبر و مسلمان مین رہ گئے
یوسفؑ تو مصر مین ہوئے رونق فزدِ حسن
یعقوبؑ راہ دیکھتے کنعان مین رہ گئے
مقتل مین اُسکے دوڑ کے پہونچے جو تھے قوی
قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہ گئے
وحشت مین دے سکے نہ مرا ساتھ گردباد
نقشِ قدم کی طرح بیابان مین رہ گئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا مین جو حریص
آخر کو تھک کے گورِ غریبان مین رہ گئے

شریک سیکڑون گلرو ہین اپنے پھولون مین
خزان کے بعد بھی جوشِ بہار باقی ہے
نفس کی آمد و شد ہر نفس یہ کہتی ہے
کوئی دم اور تجھے اختیار باقی ہے
کفن کے واسطے کافی ہی ہون وہ وحشی زار
کوئی کوئی جو گریبان مین تار باقی ہے
نہ تخت خسرو چین ہی نہ چتر قیصر روم
مزار و سایۂ نخلِ مزار باقی ہے
ہجوم داغ سے ہر عضو ہے پرِ طاؤس
موئے پہ بھی وہی نقش و نگار باقی ہے
اٹھا جو پردہ تو کیا شرم ہی ابھی شبِ وصل
بڑی نقاب تو یہ ای نگار باقی ہے
برنگِ شمع اترتی نہین کبھی تپِ غم
ہزار آئے پسینا بخار باقی ہے
ہوائے کوچۂ گیسو مین یہ لٹا سنبل
کہ ایک پیرہنِ تار تار باقی ہے
نکل چلے ہین بہت طفلِ اشک روک ای دل
ابھی تو جبر پہ کچھ اختیار باقی ہے
صبا چلی نہین غنچے ہین منھ چھپائے ہوئے
وہی حجابِ عروسِ بہار باقی ہے
کہین گے اہل عدم کو دکھا کے داغ آمیر
یہی گلِ چمنِ روزگار باقی ہے

تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی
ہنس پڑے آپ تو بجلی تڑپی
بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی
پس گیا چشمِ سیہ پر سرمہ
پائے رنگین پہ حنا لوٹ گئی
اونچی چوٹی کے ادا گرد پھری
نیچی نظرون سے حیا لوٹ گئی
اس روش سے وہ چلے گلشن مین
بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی
تیرے بسمل سے ترے خنجر نے
وہ ادا کی کہ قضا لوٹ گئی
جان محزون کی حقیقت کیا تھی
درد پہلو مین اٹھا لوٹ گئی
سانپ کی طرح مری چھاتی پر
رات وہ زلفِ دوتا لوٹ گئی
یاد گیسو نے تڑپ پیدا کی
برق بن کر یہ بلا لوٹ گئی

یہ سیکڑے مین ہے شیشون کا قحط ای ساقی
بھی تو شیخ کا سنگِ مزار باقی ہے
زمین گور کو سیرِ فلک مبارک ہو
کہ میرے پاس دلِ بیقرار باقی ہے
وہ منتظر ہین کہ مرلون تو لاش پر آئین
جل کو آنے مین کیا انتظار باقی ہے
پھر اُسکے دانتون کا تجکو ہی قصدِ نظارہ
گرہ مین کچھ گہرِ آبدار باقی ہے
نہ جائیگی کبھی تا زیست اپنی سوزشِ دل
کہ شیر زندہ ہے جبتک بخار باقی ہے
چلے برنگِ نفس عمر بھر تو کیا حاصل
کہ منزلون ہی ابھی کوے یار باقی ہے
وہ ذبح کرکے لہو پر چھڑکتے ہین جو خاک
اشارہ ہے کہ ابھی تک غبار باقی ہے
موئے تو خاک موئے ہم مٹے تو خاک مٹے
ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے
نہ توڑو آئنہ جانے بھی دو کہ ایک یہی
تمہارے دیکھنے والون مین یار باقی ہے
نہ دل مین تاب نہ آنکھون مین نور ہے لیکن
وہی تڑپ ہے وہی انتظار باقی ہے
سوال کرتے ہین کیا دیکھکر ملک ہم سے
کفن مین بھی تو نہین کوئی تار باقی ہے
قضا پکارتی پھرتی ہے اُنکے مقتل مین
سے چلے اگر کوئی اُمیدوار باقی ہے
بہار مین ہو نہ کیون روے یار پر جوبن
چمن عروس ہے جبتک بہار باقی ہے

امیر فاتحہ پڑھنے کوئی کہان آئے
مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے

بہارِ عمر سے دل یادگار باقی ہے
بس اک یہی ثمرِ داغدار باقی ہے
نگہ کہان مری آنکھون مین یار باقی ہے
یہ کچھ غبارِ رہِ انتظار باقی ہے
ہا قفس سے کرے بلبلون کو کیا صیاد
ابھی تو باغ مین کچھ کچھ بہار باقی ہے
کلیم بیٹھ رہے طور پر خیال نہین
کہ اور بھی کوئی اُمیدوار باقی ہے
کہان کہان نہین یارانِ رفتہ کو ڈھونڈھا
اب ایک ہی تو عدم کا دیار باقی ہے
مثالِ آئنہ وا ہین مزار مین آنکھین
ہنوز حسرتِ دیدارِ یار باقی ہے

بیجا نہین خزان مین یہ نالے ہزار کے
مظلوم دادخواہ ہین خون بہار کے

رکھنا نہ مجکو ساتھ دل بیقرار کے
ہو اور اک مزار برابر مزار کے

گستاخ صاف دل ہین صفائی کی کب ہو بات
چڑھتا ہو ایک آئینہ منھ پر ہزار کے

برباد ہوکے اُسکی گلی مین ملا یہ اوج
ذرّے ہین آفتاب ہمارے غبار کے

گلشن سے بلبلون کو اُڑاتا ہے باغبان
صدقے اُتر رہے ہین عروس بہار کے

بچھڑے گا اور کب جو نہ بچھڑے گا آجکل
ای نخل عمر دن تو یہی ہین بہار کے

صوفی خدا کے گھر مین یہ ہو حق ہی کیا ضرور
سامع اگر ہو دور تو کہتے پکار کے

یوسف کی اصل پوچھیے نقاش دہر سے
بھیجا تھا میرے یار کا نقشہ اُتار کے

ایام ہجر کٹ نہ سکے کوہکن سے بھی
پتھر سے سخت ہوتے ہین دن انتظار کے

یہ عشق خطّ یار مین ہے حال جسم زار
مفصل تمام جوڑ ہین خطّ غبار کے

آئے سوال کو جو نکیرین بعد مرگ
ٹھہرے رہے ادب سے کنارے مزار کے

شرمندہ میرے بعد ہوئے ہین یہ خانہ جنگ
پایون سے رکھدیے ہین تمنچے اُتار کے

شکوہ مین ابر کا کہ ہوا کا گلہ کرون

تی شمیم گل جو کسی دن قفس تلک
کیا ٹوٹ جاتے پاؤن نسیم بہار کے

وشن تھے جنکے قصر مین سو بتیون کے جھا
محتاج ہین وہ ایک چراغ مزار کے

پیری مین کس مزے کو جوانی کے روئیے
سو داغ دیگئے ہمین دو دن بہار کے

یکرنگ تھے وہ ہم کہ دو رنگی نہ کی پسند
پہنا کفن تو جامۂ ہستی اُتار کے

بنکر بگڑتے ہین جو گھروندے ہزار ہا
ہین کھیل امیر صنعت پروردگار کے

جنت مین روح جسم ہے نیچے مزار کے
کشتی ہماری ڈوب گئی پار اُتار کے

ب خاک کام آئین گے آنسو ہزار کے
شبنم نے دھوئے پاؤن عروس بہار کے

وار خالی نہ گیا قاتل کا   بچ رہا مین تو قضا لوٹ گئی
کیا مزے کی ہے طبیعت اپنی   ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی

خنجر ناز نے کشتون سے امیر
چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشق بتان سے ہاتھ نہ مرکر اٹھائیے   جبتک اٹھے یہ داغ جگر پر اٹھائیے
جور فلک کہ ناز ستمگر اٹھائیے   اک دل ہزار داغ ہین کیونکر اٹھائیے
تکتے ہین مجھ گدا کو وہ کوچے مین دیکھکر   للہ جان چھوڑیئے بستر اٹھائیے
مردے پہ میرے آئے تو بولا یہ انسے ناز   کسکا جنازہ ہے یہ سمجھکر اٹھائیے
غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر   مرجائیے نہ منت خنجر اٹھائیے
مشتاق دید صورت موسیٰ پڑے ہین غش   کس سے حجاب گوشۂ چادر اٹھائیے
مرقد مین آکے مجھ سے کہا شور حشر نے   تکیے سے اب تو بہر خدا سر اٹھائیے
ہیے خموش قاصد جانان جو مجھ سے کہے   حکم خدا ہے ناز پیمبر اٹھائیے
میرا سلام آپ کا وار ایک وقت ہو   اٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اٹھائیے
آؤن مین پاس آپکے گھر پھاند کر ض   دیوار کیا جو سد سکندر اٹھائیے
منظور ہو جو عشق تو اضع ضرور ہے   سر پر جو بوجھ اٹھائیے جھک کر اٹھائیے
یکتائی صنم پہ قسم رخ کی کھائیے   قرآن اٹھائیے بھی تو حق پر اٹھائیے
بے چشم مست یار نہین لطف میکشی   اب انجمن سے شیشہ و ساغر اٹھائیے
قاصد نزلے نامہ بری کو پہونچ گیا   اب اسکی لاش بہر پیمبر اٹھائیے
ہے عشق کی نماز مین تکبیر کا یہ لطف   دونون جہان سے ہاتھ برابر اٹھائیے
دل کی جلن کا ہاتھ مین اپنے ہے یہ اثر   بجلی نہین شرار جو
آسان نہین ہے عشق بت سنگدل امیر   یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھکر اٹھائیے

جن جوانون کے سر افلاک پڑتے تھے قدم
اب زمین پر ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
زاہدون کو کیا حرم کی راہ مین رنج سجود
منزل آسان ہی چلے جلتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
خود نمائی کی بدولت کتنے اوچھے ہین حسین
مہندی ملتے ہین تو اتراتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
بوجھ ہی موباف کا اُنکو نزاکت ہی وبال
گیسوؤنکی طرح بل کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشا کا تمام
ضعف سے اب پانون تھراتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
کیا ہوا مین ناتوان ہون گور کی منزل کڑی
آگے پیچھے سب چلے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی
تین دن تک پانون رہجاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

آگے سو سو شعر اک جلسے مین کہتے تھے امیر
چار مصرع اب کہے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

تیغ قا - - - آنکھون مین پھر جاتی ہی
اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
درد اُلفت مجھے معشوق سے بڑھکر ہی عزیز
جب یہ اُٹھتا ہی مری روح نکلجاتی ہے
تِ نقش قدم اُٹھ نہین سکتے ہین قدم
ناتوانی مجھے ہر گام پہ ٹھہراتی ہے
طرز رفتار سے مارا ہے تو پامال بھی کر
دیکھ قاتل یہ بڑی چال رہی جاتی ہے
سرنگون بحر حوادث مین ہون مانند حباب
آنکھ کھل جاتی ہی جسدم کوئی لہر آتی ہے
شوخی حسن نے لاکھ اُنکو کیا طاق مگر
پھر لڑکپن ہی ابھی آنکھ جھپک جاتی ہے
کچھ نہ اغیار کی تقصیر نہ تیرا الزام
بیزبانی مری باتین مجھے سنوانی ہے
لاش پر بھی وہ چھڑکتا ہی نمک ہنس ہنس کر
چھیڑ اب تک مرے زخمون سے چلی جاتی ہے
پھونک چکے صور کہین جلد لحد سے نکلون
ب طبیعت بہت اس قید مین گھبراتی۔
گل نسیم سحری شمع سحر کو نہ کرے
کوئی دم مین یہ غریب آپ بجھی جاتی ہے
دل کو تسکین مین اے قافلے والو کیا دون
ابتو آواز جرس کی بھی نہین آتی ہے
جب کہا مین نے کہ اب قتل مین تاخیر ہے کیون
بولے ہر بات مین جلدی تمھین پڑ جاتی۔

بیغم ہین عیش کب چمنِ روزگار کے
کھٹکے ہین گو چہ رگِ گُل مین بھی خار کے
مُردون سے کر رہے ہین نکیرین کیا سوال
جھگڑین مجاورون سے یہ باہر مزار کے
دوزخ مین مجکو جھونک چکے تھے مرے عمل
قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے
کیا چشمِ سرمگین کے اشارون سے دل بچے
آتے ہین تیر زنگیِ ابلق سوار کے
اِس پیار سے زمین نے کھینچا بغل مین تنگ
یاد آگئے مزے مجھے آغوشِ یار کے
پہناؤ بیڑیون کے عوض مجکو بدھیان
کچھ ابکی سال رنگ نئے ہین بہار کے
کلیان جنھین گلون کی سمجھتی ہی عندلیب
وہ بند ہین نقابِ عروسِ بہار کے
پانی تری چھُری کا ہی یون ہی جو باڑھ پر
دریا بہین گے دشت مین خونِ شکار کے
کہتے ہین گُل یہ سبحۂ شبنم سنبھال کر
گنتی کے رہ گئے ہین دن اپنی بہار کے
کیون عاشقی کے نامۂ عصیان ہون سیاہ
پرواز ہین مسودۂ زلفِ یار کے
کیونکر ملے سُراغ مرے جسمِ زار کا
پرُزے ہین تار پیرہنِ تار تار کے
غافل نہ گرم و سردِ جہان سے کبھی
سوئے جو ہم تو سائے مین نخلِ
صالحؑ کا ناقہ ہو کہ د لا گاوِ سامری
پالے ہوئے ہین سب مرے پروردگار کے
جلوہ دکھاکے رنگ جوانی ہوا ہُوا
آتے ہی اُلٹے پانؤن پھرے دن بہار کے
دامن کشان وہ آئے سرِ قبر شکر ہے
نسو تو کچھ بجھے مری شمعِ مزار کے

گلشن مین کی جو آہ شرر بار امیر نے
چھوٹین گے پھلجھڑی کی طرح پھول انار کے

ب جلو مین آپ کے آتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
اک مجھی پر آپ جھنجھلاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
ضعف سے گو ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
پر ترے در [illegible] تے ہین اُٹھتے بیٹھتے
ہی نماز ان زاہدون کی ضعفِ ایمان پر دلیل
سامنے اللہ کے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
جوانی مین بھی باقی ہی انھین اتنا حجاب
کوئی بیٹھا ہو تو شرماتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

لکھدیا روز ازل انجام غفلت کا مری
خواب سے پہلے ہوا آگاہ وہ تعبیر سے

لیگیا مریخ اُسکو غازۂ رُخ کے لیے
جو لہو کا قطرہ ٹپکا یار کی شمشیر سے

دیکھ اے دل جائے عبرت قصۂ شدّاد ہے
گھر جہنم مین بنا فردوس کی تعمیر سے

مرتے مرتے بھی نہ احسان غیر کا ہم سے اُٹھا
سر بھی کٹوایا تو ہمنے یار کی شمشیر سے

اتنی آرایش بھی اُنکو ہی نزاکت سے گران
کم نہین پھولون کی بدھی آہنی زنجیر سے

اب ادائے شکر قاتل بسملون پر فرض ہے
ہر دہانِ زخم نے پائی زبان شمشیر سے

بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا
معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے

توڑ مین تیرِ قضا قاتل کسی سے کم نہین
ہان جو ہارا ہے تو اک تیری نگہ کے تیر سے

وصف گیسو مین جو کرتا ہون تو کہتا ہے وہ شوخ
دم اُلجھتا ہے تری اُلجھی ہوئی تقریر سے

جان نثارون کو گلے مل مل کے کرنا تھا ہلاک
رہ گئی یہ چال اے قاتل تری شمشیر سے

عشق ابرو مین جو خط لکھتا ہون قاتل کو کبھی
چاک کرتا ہے لفافے کو مرے شمشیر سے

بیڑیان دیوانۂ گیسو کو پہناتے ہو کیون
رشتۂ اُلفت کا پھندا سخت ہے زنجیر سے

داد دینے کا تو کیا مذکور یہ صیّادِ حسن
چاہتے ہین اور اُلٹی آفرین نخچیر سے

منزلِ حیرت کا طے کرنا بہت دشوار ہے
پار کب ہوتی ہے کشتی قلزمِ تصویر سے

آگے بربادی ہمارے خانۂ دل مین بسی
گھر خرابی کا ہوا آباد اس تعمیر سے

لکھ چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھکر امیر
رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

کیا لبِ معشوق ہو کر جان لی نخچیر سے
سیکھے گھر دل مین کرنا کوئی اُسکے تیر سے

شعلۂ آواز سے غش آگیا مثلِ کلیم
لن ترانی کا مزہ اُٹھا تری تقریر سے

مچھلیان بلبلے کی رہتی ہین مرے پیشِ نظر
کم نہین میرا تصوّر دام ماہی گیر سے

مضطرب مجھسے زیادہ یار ہے میرے لیے
اضطرابِ ناوک افگن بڑھ کے ہے نخچیر سے

آخری وقت تو آواز سُنا جاؤ مجھے
خلق کے کہنے کو اک بات رہی جاتی ہے

آرسی ہو تری قسمت کی زبردست ای تُرک
سامنا تجھ سے ہو پر چوٹ نہین کھاتی ہے

دوسرا نوک کا مجھسا ہے جوان کون امیر
سیکڑون نیزے ہین اور اک مری چھاتی ہے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے
خوب روئین حسرتین دل کی لپٹ کر تیر سے

بیخود ایسا ہون کسی کی لذّتِ تقریر سے
پہرون کرتا ہون خموشی کا گلہ تصویر سے

قید گیسو سے چُھڑایا مجکو آنکھون نے تری
لے گئین پریان اُڑا کر خانۂ زنجیر سے

تیر نکلا بھی نہین قاتل کے ترکش سے ابھی
روح خوش ہو کر نکل آئی تنِ نخچیر سے

ہون وہ تردامن جلا سکتا نہین دوزخ مجھے
کثرتِ عصیان نے امین کر دیا تعزیر سے

مُصحفِ ناطق کہین کیونکر نہ تیرے خط کو ہم
لذّتِ تقریر ملتی ہے تری تحریر سے

پاس بٹھلا کر مجھے اُس نے اُٹھایا غیر کو
لڑ گئی تقدیر میری غیر کی تقدیر سے

دُھوم ہی قاتل تری آتی ہین پریان سیکھنے
چال تیری تیغ سے پرواز تیرے تیر سے

دم اگر نکلے تو نکلے گھٹ کے عشقِ زلف مین
پر قدم باہر نہ نکلے خانۂ زنجیر سے

ذبح ہونے کا نہ اُٹھا خاک بھی ہمکو مزہ
عمر بھر رگڑا تو کیا رگڑا گلا شمشیر سے

ای صبا سُنبل نے کیون گلشن مین پھیلایا ہی جال
موجِ بوے گُل بھی مجکو بڑھکے ہی زنجیر سے

بے سبب غلطان نہین ای ناوک افگن خاک پر
چھینے لیتی ہی قضا ناوک ترا نخچیر سے

یون نہین آنے کا قابو مین خطِ رُخسارِ یار
توڑ جوڑ اس خط کے سیکھون کاتبِ تقدیر سے

اس مرقع مین عجب نیرنگیان ہین حُسن کی
جب نظر اُٹھی لڑین آنکھین نئی تصویر سے

قید ہستی سے جو چھوٹے آ کے جنت مین امیر
حور بن کر روح نکلی خانۂ زنجیر سے

ای گُل تر تیرے جذبِ حُسن کی تاثیر سے
رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہو مری تصویر سے

مجھسے صدمے نہ جُدائی کے اُٹھائے یارب
جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہین دل آئے
ماہتابی پہ وہ آئے تو تجلّی نے کہا
سیر سے آئیے تو چمک کر مہ کامل آئے
ہون وہ واماندۂ غربت جو کرون قصد عدم
موت لینے کو مجھے سیکڑون منزل آئے
مذہب عشق مین تمیز بد و نیک ہے کفر
توبہ کیجئے جو خیال حق و باطل آئے
سر اُٹھانے کی نہین کنج لحد مین طاقت
تھک گئے بسکہ کڑی جھیل کے منزل آئے
وہ غریق یم اُلفت ہون ا
خاک جھونکے جو نظر دور سے ساحل آئے
تیز قدمون نے جو پیچھے ہمین چھوڑا چھوڑا
گرتے پڑتے ہوئے ہم بھی سر منزل آئے
کوئی مشتاق شہادت نہ تڑپ کر مر جائے
دیر اچھی نہین آنا ہو تو قاتل آئے
سادہ رویون کو عبث دعوی یکتائی ہے
حال کھُلجائے جو آئینہ مقابل آئے

مجکو اور غیر کو یکسان تو نہ سمجھے وہ امیر
کاش کچھ اسکو تمیز حق و باطل آئے

روبرو دل جو ہمارا سر محفل آئے
مُنھ ہے آئینہ جو پھر تیرے مقابل آ
بزم مین شب کو جو وہ ماہ شمائل آئے
مُنھ کے بھل شمع گرے غش سر محفل آئے
کوچۂ یار مین جائینگے پھنسین ہم تو پھنسین
قید ہونے کو فرشتے سوے بابل آئے
ہم تہیدست لب گور تو پہونچے پر یون
جس طرح لٹ کے مسافر سر منزل آئے
زخمی عشق ہون ایسا جو ہلے دل میرا
صاف آواز پر طائر بسمل آئے
نجد مین جاکے مین مجنون کیطرح بیٹھا ہون
کہ نظر مجھکو کوئی صاحب محمل آئے
کبھی اُس چاند سے چہرے پہ نہو خط کی نمود
یا الٰہی نہ گہن مین مہ کامل آئے
لوٹتا ہون تہ خنجر فقط اتنے لیے مین
بن پڑے اور جو غصّے مین وہ قاتل آئے
ساتھ اغیا [illegible] یاد کرے بادہ کشی
خون دل کیون نہ یہان [illegible]
آ بنے جان پر اپنے تو [illegible]ت کیسی
پھینک دون چیر کے پہلو جو کہین دل آئے

ہون وہ محو بیخودی لکھی جو میری سرنوشت
مٹ گیا جو حرف نکلا خامۂ تقدیر سے

محو ہو کر دیکھ نیرنگی طلسم دہر کی
سیر کر حیرت کدے کی دیدۂ تصویر سے

عذر بے بال و پری کب تک نکل ای مرغ دل
مانگ لے پر عرش تک اُڑنے کو اُسکے تیر سے

عالم کثرت مین وحدت کی نشانی ہے ضرور
فائدہ اتنا ہے بیت اللہ کی تعمیر سے

زندۂ جاوید ہون کیونکر نہ بسمل زیر تیغ
چلتی ہے قاتل قضا بچکر تری شمشیر سے

کل تلک تھا کثرتِ عصیان سے نادم ای کریم
آج شرمندہ ہون اپنی قلتِ تقصیر سے

منزلت اللہ سے بڑھجاتی ہی ہر چیز کی
کعبے کی رونق ہوئی بتخانے کی تعمیر سے

عشق گیسو سے جو چھوٹے قتل ابرو نے کیا
آئے مقتل مین جو نکلے خانۂ زنجیر سے

تیر سے رُکنے اور کھنچنے کا تو کیا مذکور ہے
یہ ادائین سیکھ لے کوئی تری شمشیر سے

جو رقم کرتا ہون مین کرتا ہی وہ اُسکے خلاف
اپنے خط لکھوا کے بھیجون کاتبِ تقدیر سے

کیا خبر تجھکو کہ قسمت مین کہان کی خاک ہے
جیتے جی کیا فائدہ ہے قبر کی تعمیر سے

وہ کہے سلطانِ دُنیا یہ کہے سلطانِ دین
کیا مین نسبت دون ہما کو یار کی شمشیر سے

داغ سینہ داغ پہلو زخم دل درد جگر
کیسے کیسے ہمنشین مجکو ملے تقدیر سے

زخم یہ اچھے نہین کھائے ہین قاصد نے امیر
لیکے آیا ہے وہ اس پردے مین خط شمشیر سے

قطع ہو راہ سفر کوچۂ قاتل آئے
تھک گیا ہون مین الٰہی کہین منزل آئے

چین جبین پر نہ تہِ خنجرِ قاتل آئے
وضع مین فرق خبردار نہ ای دل آئے

حاجیو تمکو مبارک ہو سفر کعبے کا
جا کے بتخانے مین اللہ سے ہم مل آئے

مرتے دم بھی نہوئی لذتِ دیدار نصیب
غش پہ غش مجکو تہِ خنجرِ قاتل آئے

صدمۂ درد جگر سے نہین آگاہ ہنوز
کہین اللہ کرے آپ کا بھی دل آئے

حال ہشیاری کا بیدار دلون سے پوچھو
ہم تو غافل رہے غافل گئے غافل آئے

اس چمن مین طائرکم پر اگر ہون مین تو کیا
دور ہے صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

ہی ازل سے ساتھ نرم و سخت کا اس دہر مین
کس قدر انسان کے دانتون سے زبان نزدیک ہے

صحبتِ ظالم سے نقصان گوشہ گیرون کا نہین
خوف کیا گر تیر سے زاغِ کمان نزدیک ہے

رکھ قدم آہستہ آہستہ تو چمن مین عندلیب
دُور کچھ گلچین نہین ہو باغبان نزدیک ہے

بامِ جانان دور کیا ہی کہتی ہی پروازِ شوق
حوصلہ عالی اگر ہو آسمان نزدیک ہے

ہو چلی ہی اُلفت اک پردہ نشین سے پھر مجھے
المدد اے ضبط وقتِ امتحان نزدیک ہے

آگے عالی ظرف کے کمظرف کیا پائے فروغ
آبرو کیا ہے جو دریا سے کنوان نزدیک ہے

توبہ گلرویون کی اُلفت سے ہی پیری مین ضرور
اے بہارِ زندگی وقتِ خزان نزدیک ہے

پُرفشانی حسرتِ پرواز مین اب کیا ضرور
داد صیادِ اجل اے مُرغِ جان نزدیک ہے

عشقِ صادق کی ہی آمد دل ہوس سے پاک کر
صاف کرنا چاہیے گھر میہمان نزدیک ہے

لی جو میخوارون نے انگڑائی اُتارا جامِ مہر
کیا ہی میخانے سے طاقِ آسمان نزدیک ہے

برگِ گل صیاد آتے ہین جو اُڑ کر متصل
کیا بہت میرے قفس سے بوستان نزدیک ہے

دل ہی نالان غم سے ٹپکا چاہتے ہین اشک بھی
آتی ہی بانگِ جرس اب کاروان نزدیک ہے

صورِ محشر کو کھلا دے سرمہ اے گردِ گناہ
چُپ ہے وقتِ حسابِ عاصیان نزدیک ہے

ہر طرف ہین غول خضرِ راہ پوشیدہ امیر
اب ظہورِ مہدیِ آخر زمان نزدیک ہے

وعدۂ وصل اور وہ کچھ بات ہی
ہو نہو اسمین بھی کوئی گھات ہی

خلق ناحق درپئے اثبات ہی
ہی دہن اُسکا کہان اک بات ہی

بوسۂ چاہِ زنخدان غیر لین
ڈوبنے کی یہ اول بات ہی

گھر سے نکلے ہو نہتے وقتِ قتل
یہ بھی بہرِ قتلِ عاشق گھات ہی

مین نے اتنا ہی کہا بنوا لو خط
یہ بگڑنے کی بھلا کیا بات ہی

جان وہ جان ہی جو راہ مین تیری جائے
دل وہ دل ہی جو ترے کوچہ مین بسمل آئے
یہ نیا قاعدہ دربار کا ٹھہرا ہے حضور
نذر کے واسطے ہر روز نیا دل آئے
اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے
ہاتھ رک جائے نہ قاتل کا ابھی کم سن ہے
ذبح کے وقت نہ ہچکی تجھے بسمل آئے
قلزم عشق وہ قلزم ہو جہان مثل حباب
ٹوٹ جائے جو سفینہ لب ساحل آئے
یاد گیسو نے لحد مین بھی نہ چھوڑا پیچھا
قید خانے مین گرفتار سلاسل آئے
بے نقاب آئے جو وہ رات کو محفل مین امیر
شمع نے بڑھ کے کہا رونق محفل آئے

کہا ہمنے جو دل کا درد تم اسکو گلا سمجھے
تصدق اس سمجھ کے مرحبا سمجھے تو کیا سمجھے
ریا کو کور باطن طاعت خاص خدا سمجھے
سہارا مل گیا دیوار کا اندھے عصا سمجھے
ہوا جب نفس تابع طلب دل ہو گیا حاصل
گلو سے اژدہا ہمکو جو ہاتھ آیا عصا سمجھے
نظر ریش سیہ مین جب کوئی موے سفید آیا
بہت روئے اُسے ہم خندۂ دندان نما سمجھے
جو اُٹھتے بیٹھتے پیری مین بولین ہڈیان اپنی
درائے کاروان زندگی کی ہم صدا سمجھے
نہ کی عہد جوانی مین ادائے بندگی ہمنے
ہوئے فاقے جو پیری مین انھین صوم قضا سمجھے
جوانی اور پیری ایک رات اکدن کا وقفہ تھا
خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہائے کیا سمجھے
ہوئے کشتہ نظر آیا جو خال ابروے قاتل
ہم اس خنجر کے جوہر کو سر قاف قضا سمجھے
ہر اک لخت دل پرخون شہید تیغ اُلفت تھا
گرا دامن پہ جب دامن کو اپنے کربلا سمجھے
مخمس ہے بنا ناخن بدل وہ پنجۂ رنگین
سوا شاعر کے اسکا حسن کوئی اور کیا سمجھے
امیر اہل حرم سمجھے حرم تصویر ابرو کو
کھنچا خاکا جو اُس گیسو کا ہندو کالکا سمجھے

تا رگ ہستی سے اسکا آستان نزدیک ہی
بے نشانون سے بہت وہ بے نشان نزدیک ہی

لکھ کے خط کوچۂ قاتل مین بھیجے کیا بھیجو
اے کبوتر نہین منظور تباہی تیری

ل تڑپتا ہی تو کہتی ہین یہ آنکھین رو کر
ابتو دیکھی نہین جاتی ہی تباہی تیری

چاہنا جو مجھے تو حشر مین کہنا اے دل
داورِ حشر نمانے گا گواہی تیری

ہم فقیر اپنی فقیری مین شب و روز ہین مست
تجکو اے شاہ مبارک رہے شاہی تیری

کیا بلا سے تو ڈراتی ہی مجھے اے شبِ گور
بڑھکر ہے سیاہی تیری

مُے پلا خوب ہے جبسے رمضان تک ساقی
دو نی کر دونگا مین تنخواہ سہ ماہی تیری

بنے پیاسے کو بھی کی تہین سیراب ای تُرک
کیسی تر بینی ہے تلوار ترا ہی تیری

برہمن کعبہ نشین شیخ حرم بندۂ بُت
صلحت ہے جو مشیت ہے لہی تیری

چھپ گیا مہر قیامت بھی ترا ابر سیاہ
بل بے ای نامۂ اعمال سیاہی تیری

کیا ہوا تجکو کہ غافل ہے اوامر سے امیر
حرص سے طبع ہے مشتاق نواہی تیری

ہر گنہگار کو ہے آس الٰہی تیری
عام ہے ہر صفتِ نامتناہی تیری

نکھ مین آئے تو پتلی ہی توای زلفِ سیاہ
دل مین ٹھہرے تو سویدا ہے سیاہی تیری

منزلین ہوتی ہین کھوٹی نکل ای قاتل خلق
راہ تکتے ہین کھڑے دیر سے راہی تیری

رنگ تو خوب ہی پر ای شبِ غم عیب یہ ہی
کہ روانی نہین رکھتی ہی سیاہی تیری

جوہر تیغ ہین ای ابروے پر خم تجھ مین
قدر کس طرح سے سمجھین نہ سپاہی تیری

مین تو زندان سے سوئے دشت بڑھاتا ہون قدم
ہو گی اے خانۂ زنجیر تباہی تیری

حشر مین تو نہ زبان بند کر اے تیغ دو دم
دو گواہون کے برابر ہے گواہی تیری

بو نہین رنگ نہین نور نہین نار نہین
معرفت کیون نہو دشوار الٰہی تیری

اہ کس لطف سے پڑھتا ہے تو اے طفل نصاب
مدح کرتا ہے ابو نصر فراہی تیری

جوشِ وحشت مین یہان ہم جو کرین قلزمِ اشک
ابھی ہی کوہ ہو چوٹی پہ ماہی تیری

بعد مدت بخت جاگے ہین مرے
بیٹھے ہین سونے کو ساری رات ہی
کیا کرون وصفِ بتانِ خودپسند
اُنسے بڑھکر بس خدا کی ذات ہی
باتون باتون مین جو مین کچھ کہہ گیا
ہنس کے فرمانے لگے کیا بات ہی
حرفِ مطلب صاف کہہ سکتا نہین
ہے ادب مانع کہ پہلی رات ہی
مجھ سے ہو اظہارِ اُلفت واہ وا
آپ کے فرمانے کی یہ بات ہی
رو رہے ہین ہم ملا دے لب سے لب
میکشی ہو ساقیا برسات ہی
زیچ ہی تیری چال سے رفتارِ چرخ
مُہرِ رُخ سے بازی مہ مات ہی
کیسی کٹتی ہے سیہ بختی مین عمر
رات سے دن دن سے بدتر رات ہی
چھیڑتا ہے دل کو کیا ای دردِ ہجر
خود گرفتارِ ہزار آفات ہی
ای غنی دے سیم و زر وقتِ بلا
مال دُنیا جان کی خیرات ہی

قطعہ

گر تجھے دل مین نہین پھر اس سے کیا
یہ دوشنبے کی یہ بدھ کی رات ہی
صاف کہدے تو یہان آیا نکر
یار یہ سو بات کی اک بات ہی

لختِ دل ہین میرے کھانے کو امیر
بس نہین ٹکڑون یہ اب اوقات ہی

کشورِ دل مین ہو پریون کے بھی شاہی تیری
قاف تا قاف حکومت ہو الٰہی تیری
نیمجان چھوڑ چلی نیم نگاہی تیری
زندگی تا صد و سی سال الٰہی تیری
توبہ ای ابرِ سیہ بوتلین بھی مے کی سیاہ
مل گئی غب سیاہی مین سیاہی تیری
گور مین ساتھ نہ جائیگی یہ شوکت ای شاہ
چھوٹ جائیگی یہین مسندِ شاہی تیری
ناز نیرنگ پر اے ابلقِ ایام نہ کر
نہ رہیگی یہ سفیدی یہ سیاہی تیری
وصل مین جوش پر آیا جو مرا قلزمِ اشک
زلف اے ماہ بنے گی پرِ ماہی تیری

قطعہ

کیا گلرخون نے رنگ جمائے ہین باغ مین
کیا گُل کھلے ہین حور جمالون کے سامنے
کیا سُرخ سُرخ جام ہین پھُولون کے روبرو
کیا سبز سبز شیشے ہین تھالون کے سامنے
وصلت کی رات اور مُؤذّن گجر فروش
ہوتے ہین کیسے کیسے ملاون کے سامنے
اے زر پرست فقر کا تجھکو مزہ تو ہو
کوڑی کی چینیان ہین سفالون کے سامنے
کیا مُنھ جو علم عشق مین بخشے کوئی حکیم
ہو نطق بند میرے سوالون کے سامنے
اُن ابروؤن کی یاد مین دل پر نہین ہی داغ
روشن ہی آفتاب ہلالون کے سامنے
کرتے ہین عجز جنکو خدا نے دیا ہے ظرف
شیشون کے سر جُھکے ہین پیالون کے سامنے
رکھتے ہین جو ہنر اُنھین آفت سے کیا خطر
ساحل ہی بحر پیرنے والون کے سامنے
تیرون کے پر کٹے ترے غمزون کے روبرو
تیغین نہ چل سکین تری چالون کے سامنے
یہ نور یہ ضیا یہ چمک یہ دمک کہان
خورشید ہے تو اترے گالون کے سامنے
سودائی ہین جو لائے ہین چین و ختن سے مُشک
یہ چھا نہ جائیگا ترے بالون کے سامنے
چار ابروؤن کے عشق مین پوچھو نہ حال دل
تنہا کتان ہی چار ہلالون کے سامنے
گلشن ہے جوش ساغر و مینا سے میکدہ
کیا گُل کھلے ہوئے ہین نہالون کے سامنے

تعریف سرو قامتِ محبوب کی امیر
مشکل نہین بلند خیالون کے سامنے

خورشید چمکے کیا ترے گالون کے سامنے
میلی خطِ شعاع ہے بالون کے سامنے
دعویٰ زبان کا لکھنؤ والون کے سامنے
اظہار بوئے مشک غزالون کے سامنے
اے دل فغان وہ کر کہ صدائے جرس ہو بند
شرمندہ ہون نہ قافلے والون کے سامنے
عاشق نے لاکھ جمع کیا دفترِ حواس
شیرازہ کھُل گیا ترے بالون کے سامنے
چشمِ سیاہ یار جب آنکھون مین پھر گئی
آنسو مرے بھر آئے غزالون کے سامنے

ترے نظارے سے بڑھتی ہی بصارت اے زلف
سُرمہ بنجاتی ہی آنکھون مین سیاہی تیری

مشق فریاد دلا حشر مین کام آئیگی
کہ رُکے گی نہ زبان وقتِ گواہی تیری

دھیان دن کو نہین تیرا فقط اے زلف سیاہ
شب کو بھی آکے دباتی ہی سیاہی تیری

تو سفینہ ہے زمانہ ہے سفینے مین امیر
سارے عالم کی تباہی ہے تباہی تیری

گذر کو ہے بہت اوقات تھوڑی
کہ ہے یہ طول قصہ رات تھوڑی

جو مے زاہد نے مانگی مست ہوے
بہت یا قبلۂ حاجات تھوڑی

کہان غنچہ کہان اُسکا دہن تنگ
بڑھائی شاعرون نے بات تھوڑی

اُٹھے کیا زانوے غم سے سر اپنا
بہت گذری رہی ہیہات تھوڑی

خیالِ ضبطِ گریہ ہے جو ہمکو
بہت امسال ہی برسات تھوڑی

پلاے لیکے نقدِ ہوش ساقی
تہیدستون کی ہے اوقات تھوڑی

یہی ہے آسمان پر گنج انجم
ملی تھی جو تری خیرات تھوڑی

ترا اے دخترِ رز واصف ہے واعظ
لیے حرمت ہی اتنی بات تھوڑی

چلو منزل امیر آنکھین تو کھولو
نہایت رہ گئی ہے رات تھوڑی

پژمردہ گل ہوے ترے گالون کے سامنے
سنبل پہ پیچ پڑ گئے بالون کے سامنے

پردہ انھین سے ہے جنھین تابِ نظر نہین
آتے ہین خود وہ دیکھنے والون کے سامنے

بیجا زمین کو فخر نہین آسمان پر
ذرہ ہے مہر مہر جمالون کے سامنے

کیا کیا بناؤ کرتے ہین خارِ رہِ جنون
رکھ رکھ کے آئنے مرے چھالون کے سامنے

نیرنگ صنع دیکھ تماشاے باغ کر
کیا سرخ گل ہین سبز نہالون کے سامنے

بندھتے جو شوخ دشت مین مضمون چشمِ یار
پڑھتا غزل مین اپنی غزالون کے سامنے

اُس کو اندیشہ ہی برق و سیل سے
اپنے خرمن کا نگہبان اور ہے
درد وہ دل مین وہ سینہ پہ ہو داغ
جسکا مرہم جسکا درمان اور ہے
کعبہ رو محراب ابروا ے امیر
اپنی طاعت اپنا ایمان اور ہے

نہین اُمید جو اُس بیوفا کے آنے کی
مین راہ دیکھ رہا ہون قض
ستم سے تنگ ہون احسان مجھپہ کر واعظ
خبر سنا اُسے روز جزا کے آنے کی
عدم مین یاد کرون گا کسی مسیحا کو
نکال لو مجکو کوئی راہ جا کے آنے کی
چڑھاؤ پھول جو میری لحد پر آئے ہو
یہ کون چال ہے تیوری چڑھا کے آنے کی
سگ اُس پری کا کہین کھائے استخوان مرے جلد
اُڑا دے قید الٰہی ہما کے آنے کی
یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری مین
کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی
جگایا مین نے جو سوتے مین تنگ ہو کے کہا
ٹھہر ٹھہر کہ نہین نیند جا کے آنے کی
مین تھک چکا ہون بہت دور قافلہ پہونچا
سبیل کون ہے بانگ درا کے آنے کی
نفس ہے نزع مین سکتے مین سب پڑھو کلمہ
لگی ہو رٹ مجھے اُس بیوفا کے آنے کی
نقاب ڈال کے آئے کہو خدا کے لیے
یہ کون شکل ہے صورت چھپا کے آنے کی
جو تن پہ زخم لگے اور جان تازہ ہوئی
کشادہ ہو گئین راہین قضا کے آنے کی
غلاف ڈال قفس پر ابھی نہ اے صیاد
ہے چمن سے توقع صبا کے آنے کی
امیر جائین گے ہم بے نظیر آج ضرور
خبر ہے میلے مین اُس مہ لقا کے آنے کی

ساقیا دُرد مے صاف نہین بیٹھ گئی
شربتی ڈاک تھی یہ زیر نگین بیٹھ گئی
موت بھی میری طرح ہو کے حزین بیٹھ گئی
بارہا تو خنجر قاتل کی نہین بیٹھ گئی
بعد مُردن بھی مرے ضعف کی قوت نہ گھٹی
خاک اُٹھی بھی تو چکرا کے وہین بیٹھ گئی

آئے وہ باغ مین تو لگی چھوڑنے نسیم
تازہ شگوفے تازہ نہالون کے سامنے

ہم ہین وہ اے کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا
جھپکے نہ آنکھ برق جمالون کے سامنے

یاد آئی جب سیاہی چشم سیاہِ یار
آنسو مرے بھر آئے غزالون کے سامنے

حالِ کلیم طور سُنا ہوگا آپ نے
کیسا حجاب دیکھنے والون کے سامنے

مضمون کی کیا کمی ہی کہ عرشِ برین بھی ہی
نزدیک دور گرد خیالون کے سامنے

پانی کی چھاگلین جو سمجھتے ہین خار دشت
آتے ہین دوڑ کر مرے چھالون کے سامنے

ہم کیا کہ سرکشون کی بھی پُرخم ہین گردنین
اِن کج کلاہ گیسوؤن والون کے سامنے

طاؤس و کبک ٹھوکرین کھاتے ہین ہر قدم
چلتی نہین ہی کچھ تری چالون کے سامنے

لیلی کو پاس خفتِ مجنون بھی کچھ نہین
آنکھین دکھا رہی ہی غزالون کے سامنے

موسیٰ سے کہدو طور پہ جایا کرو نہ روز
اچھا نہین ہے برق جمالون کے سامنے

جادون کو نہر نہر کو بحر روان کرین
کتنی یہ بات ہی مرے چھالون کے سامنے

مرقد سے بھاگ جائینگے خود منکر و نکیر
ٹھہرینگے کیا وہ میرے سوالون کے سامنے

اے دل بھرے تو بیٹھے ہی تھے سب اُبل پڑے
کانٹون نے لی جو نوک کی چھالون کے سامنے

دُنیا امیر کیا ہی جو ماتمکدہ نہین
ہردم یہان ہین تازہ ملالون کے سامنے

قبلۂ دل کعبۂ جان اور ہے
سجدہ گاہِ اہلِ عرفان اور ہے

ہو کے خوش کٹواتے ہین اپنے گلے
عاشقون کی عید قربان اور ہے

روز و شب یان ایک سی ہی روشنی
دل کے داغون کا چراغان اور ہے

خار دکھلاتی ہے پھولون کی بہار
بلبلو اپنا گلستان اور ہے

قید مین آرام آزادی وبال
ہم گرفتارون کا زندان اور ہے

بحرِ الفت مین نہین کشتی کا کام
نوح سے کہدو یہ طوفان اور ہے

دی رقیبون کو نشانی جو انگوٹھی اُس نے
چوٹ دل پر صفتِ نقشِ نگین بیٹھ گئی

بھی لیلیٰ کی منگائی جو خبر مجنون نے
ڈاک صحرا مین غزالون کی وہین بیٹھ گئی

مار کھا کر نہ درِ یار سے سرکا عاشق
کوئی ہڈی بھی جو سر کی تو وہین بیٹھ گئی

ہکن کو مزۂ اُلفتِ شیرین اُٹھا
ضربِ تیشے کی جو بالاے جبین بیٹھ گئی

بھر آدم جو فرشتون نے اُٹھائی مٹی
ایسی چلائی کہ آوازِ زمین بیٹھ گئی

طبع کہان دل نہ لگا اسمین امیر
پست مضمون سے زیادہ یہ زمین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی
ل نے خوش ہو کے کہا ایک یہ حسرت نکلی

یہ
... اللہ حرم سے لایا
شکر صد شکر یہان ایک تو صورت نکلی

کیون اجی غازہ مرے خون کا ملکر دیکھا
ور ہی چہرہ ہوا اور ہی رنگت نکلی

ڈال کر منہ پہ نقاب اُسنے کیا مجکو حلال
م آخر بھی نہ دیدار کی حسرت نکلی

بھر نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال
ن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی

ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی

سیکڑون ڈوب مرے چاہِ ذقن مین تیرے
ں بھنور سے کوئی کشتی نہ سلامت نکلی

طور پر برقِ تجلی سے جو موسیٰ ہوئے غش
خوب دیکھا تو وہ تیری ہی شرارت نکلی

بڑھ گئی حسن پرستی کی تجھے حرص امیر
پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی
ر آتے ہی آتے سحر ہو گئی

شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی
بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی

نہین ملتی یہ بھی تو دو دو پہر
مری نبض اُس کی نظر ہو گئی

دیا موت نے پیاس مین جامِ آب
کہ جی ڈوبتے آنکھ تر ہو گئی

قصد جنت جو مری روح نے دُنیا سے کیا
ڈاک حورون کی درِ بازپسین بیٹھ گئی
رِن دنون دخترِ رز کا نہین ملتا ہے پتا
کہین قاضی کے تو گھر جا کے نہین بیٹھ گئی
قف گردون کی بھلا ہی دیدۂ تر کچھ ہی بساط
ہار موجین بھی تری اُٹھ نہ سکین بیٹھ گئی
دُور سے بھی جو نظر آئی کبھی شکل اُمید
پاس آ کر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی
ریتمی پر جو تری زلفِ مسلسل آئی
دھاک تا تار سے تا کشورِ چین بیٹھ گئی
لشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا
کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی
لمعۂ حسن نے بخشا اُسے افشان کا فروغ
گرد بھی اُڑ کے جو بالاے جبین بیٹھ گئی
ے شوق اشارہ مجھے قاتل نے کیا
دو تر موت تہِ خنجر کہین بیٹھ گئی
شعرِ پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی
سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی

سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر اب امیر
کہ تری باڑھ تو اے خنجر کہین بیٹھ گئی

آنسوؤن سے نہ فقط گردِ زمین بیٹھ گئی
کشتیِ چرخ بھی چکرا کے وہین بیٹھ گئی
لنگرِ اُس سے بھی گناہون کا مرے اُٹھ نہ سکا
ٹیک کر زانوؤن کو گاوِ زمین بیٹھ گئی
تھا وہ گریان کہ ہوئی قبر کنوان مرگ کے بعد
نم ہو ہو کے یہ اشکون سے زمین بیٹھ گئی
ہم کھڑے رہ گئے جب دم وہ نکل کر بیٹھے
صفِ قیسون کی یسار اور یمین بیٹھ گئی
جس زمین پر کہ مرا ابرِ طبیعت برسا
گردِ ہنگامۂ پیشین و پسین بیٹھ گئی
رشکِ رخسار نے تیرے کسے لاغر نہ کیا
کنپٹی ماہ کی اے زہرہ جبین بیٹھ گئی
نارسا خاک کو بھی ضعف نے میرے رکھا
یان سے اُٹھی تو سرِ عرشِ برین بیٹھ گئی
کیون نہ چشمون مین ہو نام کہ تصویر تری
حلقۂ چشم مین مانندِ نگین بیٹھ گئی
عا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا
پھوٹ تری آنکھ نہ اے آہوے چین بیٹھ گئی
چال نے تیری قیامت کو اُبھرنے نہ دیا
ٹھوکرین ایسی لگائین کہ وہین بیٹھ گئی

پلکین دمِ جوشش خونفشانی
دھارین نظر آتی ہین لہو کی
اُس رُخ کو مین آئنہ کہون کیا
ہے یہ تو مثال روبرو کی
وہ مست ازل ہون ساقیا مین
مٹی ہے خمیر مین سبو کی
دل ہی نہ رہا اُمید کیسی
جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
اب کیون ہین کلیم غش مین خاموش
پہلے نہ سنبھل کے گفتگو کی
لا کہکے دہن کو ہم ہوئے نیست
دو حرف مین ختم گفتگو کی

ق

کیسی اَرِنی کہان کے موسیٰؑ
خود دید کی اپنی آرزو کی
تھا پردۂ ظاہری جو منظور
آواز بدل کے گفتگو کی

کلفت نہ مٹی امیرؔ دل سے
اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طُرفہ مزا دیتی ہے
سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
یہ دمِ رقص وہ پازیب صدا دیتی ہے
بختِ خُفتہ مری جھنکار جگا دیتی ہے
حیرتِ عشق رُخ اوج دکھا دیتی ہے
چھت سے آنکھین تو مریضونکی لگا دیتی ہے
چشمِ نمناک بھی ہے واقفِ اعجازِ مسیح
ابرِ مُردہ اگر آتا ہے جلا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گُل مین بُلبُل
جل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے
کیا عجب گر ترے بیمار کو صحت ہو جائے
یاد عارض اُسے قرآن کی ہوا دیتی ہے
غم یہ ہے ہجر مین مرنے کی ہوس ہے دل کو
مرگ اُلٹے مجھے جینے کی دعا دیتی ہے
کنجِ عزلت مین مجھے سوجھتی ہے موت ہی موت
بیکسی گورِ غریبان کا پتا دیتی ہے
ملنے لگنے پہ نہین لاتی ہے صبا نکہتِ گل
سُنکے اِس کان سے اُس کان اُڑا دیتی ہے
پوچھتے ہین جو شبِ ہجر مین ہم شمع سے حال
مُنھ سے کہتی نہین کچھ اشک بہا دیتی ہے

بہت آمد آمد تھی اُس گُل کی گرم
پڑا انجھ تو ٹھنڈی خبر ہو گئی

کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین
تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی

کھٹکتی ہے اب زندگی آنکھ مین
رگِ جان مجھے نیشتر ہو گئی

الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو
کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی

چبھی دل مین اُس گل کی باریک بات
رگِ گُل مجھے نیشتر ہو گئی

کرے کون اب اُڑکے سیرِ چمن
کہ بُلبُل تو بے بال و پر ہو گئی

مین حیران ہون وہ زلف و رُخ دیکھکر
سرِ شام کیونکر سحر ہو گئی

ہمین سر پٹکتے ہی گذری اسیر
یونہین عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی ہے لہو کی
خنجر نے بلائین لین گلو کی

آنکھین دمِ نشتر جنگجو کی
تھین ہین بھری ہوئی لہو کی

کی دلشکنی نہ تند خو کی
سختی پہ بھی نرم گفتگو کی

موسیٰ سے کہو کہ چپ رہین اب
باری ہے ہماری گفتگو کی

روئے مری قبر پر وہ آکر
ہم خاک ہوئے تو آبرو کی

مُنھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو
سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی

کی جسپہ نگاہ تجھکو دیکھا
اب تک تو نظر کہین نچو کی

جز دیر و حرم کہان مین جاؤن
راہین تو یہی ہین جستجو کی

جائے گا جنون نہ سر سے بے ذبح
ہو فصد مری رگِ گلو کی

ساقی نے سنگھائی غش مین مٹی
سوندھی سوندھی مجھے سبو کی

تن ہے غمِ زلف مین یہ لاغر
ہر عضوِ بدن گرہ ہے مو کی

تھا چار طرف اُسی کا جلوہ
کیون نعش ہماری قبلہ رو کی

آرزو یہ ہے کہ پشتے کی طرح
ڈھیر ہون نیچے تری دیوار کے

خونبہا موسیٰ سے لینگے روزِ حشر
کشتے چشمِ سرمگین یار کے

عشق ابرو مین کہان صبر و قرار
چلدیے سب کھنچتے ہی تلوار کے

میکدے مین آئے تو پھنس جائے شیخ
پیچ اُلجھین پانون مین دستار کے

مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم
زیب تن کپڑے کیے دربار کے

ذلت و خواری و رسوائی امیر
سب ہین دھبے دامنِ پندار کے

آئی بالین پر جو مجھ بیمار کے
خوب روئی موت ڈاڑھین مار کے

موے مژگان گرد چشمِ یار کے
ہین مگس ران مردمِ بیمار کے

دیکھ کر زخمون کو جسمِ زار کے
روئے چھالے پھوٹ کر تلوار کے

تیرے منھ سے ہان نہین دونون ہین خوب
صدقے ہین انکار اُس اقرار کے

باغبان مجھپر ہوا تب مہربان
پھول جب کانٹے ہوئے گلزار کے

ضبطِ گریہ کیا کرون اے ہمصفیر
پھول کھلا جائین گے گلزار کے

ہین وہ لاغر باغ مین پھیلا کے پانون
سوتے ہین سائے مین نوکِ خار کے

عشقِ ابرو مین سر اُترا دوش سے
چڑھ گئے ہم دم پر اُس تلوار کے

کھیلتا ہے یار گھر بیٹھے شکار
ہنس کو دکھلا کے موتی ہار کے

شیخ کعبے مین برہمن دیر مین
سب ہین مجرائی ترے دربار کے

داغہاے عشق کھلاتے نہین
پھول ہین کس بےخزان گلزار کے

نالۂ عاشق پہ ترچھی کی نگاہ
وار برچھی پہ لیے تلوار کے

حادثون سے بےخطر ہین خاکسار
کب دبا سایہ تلے دیوار کے

شمع بالین سے یہ کہدے اے صبا
سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے

کم نہین قند مکرر سے تمھاری تکرار
کیا کہون کیا مرے کانون کو مزا دیتی ہے
صدمۂ ہجر سے کیونکر ہو نالان مرا دل
ٹھیس لگتی ہی تو چینی بھی صدا دیتی ہے
جان پر صدمہ شب ہجر ہے سونا کیسا
آنکھ لگتے ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہے
پاکے غافل تجھے اک روز فنا کر دیگی
جان دھوکا ہے مہلت جو قضا دیتی ہے
لاغری نے یہ مٹایا کہ کوئی گھر مین نہین
دستک آ آکے عبث در پہ قضا دیتی ہے
ہے بجا کہتے اگر دولت دُنیا کو پری
ہوشیارون کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے
سامنے جاکے جو کرتا ہون کسی وقت سلام
پھیر لو منھ اُنھین پر جلک یہ حیا دیتی ہے
پھرتی ہین گردن عشاق پہ دُھری تیغین
ساتھ کیا اُنکی اداؤن کا قضا دیتی ہے
ہم برہنہ فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار
ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہے
کیجئے غور تو دولت بھی پیمبر ہے امیر
کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

چ سے بد عہد وقت انکار کے
دونون اب ہین دو گواہ اقرار کے
ے ہین حسن ملیح یار کے
ہین نمک پروردہ اس سرکار کے
مر گئے عشاق چشم یار کے
صدقے اُترے مردم بیمار کے
تیرے ابرو کے اشارے غیر سے
مجکو گہرے زخم ہین تلوار کے
عرش پر رکھا قدم مجذوب نے
گر کے نیچے یار کی دیوار کے
باہر اُس یوسف نے جب رکھا قدم
بھر گئے دونون سرے بازار کے
ہمنہ باری مین مقر ہو عجز کا
جیتے بازی کو ہمت ہار کے
نعمت کونین سے دل سیر ہے
ایک بھوکے ہین ترے دیدار کے
تیورا اُس گل نے اُتارا میرے بعد
پھول تربت پر چڑھائے ہار کے
میری حالت پہ گرے ہین بارہا
اشک چشم روزن دیوار کے

ہلال ابروے ساقی کی یاد بھول گئی
کلید میکدہ ہم بادہ خوار کھو بیٹھے
بلائین لیتے ہی وہ اور ہو گیا وحشی
ہم اپنے ہاتھون سے اپنا شکار کھو بیٹھے
مرے گلے پہ پڑا خط نہ سخت جانی سے
رگڑ کے مُفت وہ خنجر کی دھار کھو بیٹھے
نہ ہوش ہے نہ خرد ہے نہ صبر اب ہمکو
یہ ہمنشین تجھے؟
گلون نے خندۂ بیجا سے یہ ثمر پایا
کہ چار دن بھی نہ گذرے بہار کھو بیٹھے

ارادہ کون تھی جسپر ہوے فقیر امیر
ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی
دہن مین میرے قاصد کے مرے کھدے زبان کوئی
کرے کیا باغبان سے راز دل غنچہ بیان کوئی
دہن جب بند ہو کب کھل سکتا ہے زبان کوئی
نہین کرتا سواے کذب اب سچا بیان کوئی
مگر خم نیل کا بگڑا ہے زیر آسمان کوئی
خط عارض کو اُسکے دیکھکر یہ دھیان آتا ہے
دیار حسن مین اُترا ہوا ہے کاروان کوئی
ہزارون خار لاکھون پھول اِس گلشن مین ہین لیکن
نہ تم سا نازنین کوئی نہ ہم سا ناتوان کوئی
دیا ہے خط مگر اب شک سے پچتا کے کہتا ہون
کہین بتلا نہ دے قاصد کو اُس بت کا نشان کوئی
سواے کعبہ بتخانون مین کیا اپنے قدم جاتے
ملا سجدے کے قابل در کسدن آستان کوئی
نظر مین میرے پھر جاتی ہے صحبت ناوک دل کی
نظر آتا ہے جب گھر مین کسی کے میہمان کوئی
پیرون سے چاہین نوجوان مقصود کو پوچھین
نشانے تک نہین جاتا ہے ناوک بے کمان کوئی
حیا دیکھو وہ نرگس زار مین گھبرا کے کہتے ہین
ادھر آنکھین اُدھر آنکھین نقاب اُسنے اٹھائے کہان کوئی
نگاہ پرورش پھیرے اگر لطف و کرم اُسکا
نہو پھر طفل طفل اشک کی صورت جوان کوئی
اُٹھانا کوہ کا آسان اُٹھانا بات کا مشکل
قوی مجھسا ہے عالم مین نہ مجھسا ناتوان کوئی
عتیق ایسا سگ جانان ہو آتا ہے خبر لینے
سرک جاتا ہے جب تن کا مجھ سے اُستخوان کوئی
کی تیلیان ہین جتنی شاخین ہین درختون کی
کہان باندھے الٰہی اِس چمن مین آشیان کوئی

نجات اندیشۂ امروز فردا سے نہین ممکن
اگر کل فکر ہمکو آجکی تھی آج ہے کل کی
فراق یار مین جاؤن اگر سیرِ گلستان کو
جگر کے پار ہو جائے سنان ہر ایک کونپل کی
تغافل ہمیشگی بیداریِ طالع کا باعث ہے
کہی یہ سوچ کر تعبیر ہمنے خواب مخمل کی
چھپے گی کیمیا کیونکر ترے صحرا نشینون سے
پتا پوچھین گے جب وہ بوٹیان بولینگی جنگل کی
جو سونگھے اُس گلِ خوبی کی خوشبو درد سر ہو جائے
مگر طینت مین مٹی ہو تو ہو مین عطر صندل کی
جہان کی بے دمہری سے نہین غم ہم فقیرون کو
دو شالون سے کہین بڑھکر ہی گرمی اپنے کمل کی
صفائے سینۂ جانان پہ لہراتا ہی یون گیسو
کہ جیسے سانپ کو بدمست کر دیتی ہی صندل
جدا سمجھے جو مجکو اور تمکو غیر کیا پروا
ہمیشہ ایک کو دو دیکھتی ہی آنکھ احول کی
امیر اک روز یہ گل سوکھکر ہو جائین گے کانٹے
چمن کی جو روش ہی آجکل جھاڑی ہی جنگل کی

ہم اُسکے عشق مین صبر و قرار کھو بیٹھے
قدیم دوست ہمیشہ کے یار کھو بیٹھے
بتون کے عشق مین ہم جان زار کھو بیٹھے
عجب امانت پروردگار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
کہ آسرا ترے اُمیدوار کھو بیٹھے
کھلا نہ اشک بہانے سے کوئی عقدۂ دل
گرہ مین تھے جو دُرِ شاہوار کھو بیٹھے
وفا کا عہد کیا دے کے دل تو یہ پایا
کہ پھیر لینے کا بھی اختیار کھو بیٹھے
خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا شکوہ
تمھارے آگے ہم اپنا وقار کھو بیٹھے
سرِ خدنگ نگہ آ چکا تھا طائرِ دل
تم آنکھ پھیر کے اپنا شکار کھو بیٹھے
کرینگے منزلِ عقبیٰ کو اب یہ کیونکر طے
کہ زادِ راہ غریب الدیار کھو بیٹھے
ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بدعہد
ہم آنکھین مفت شبِ انتظار کھو بیٹھے
لیا جو خواب مین بوسہ تو یار جاگ اُٹھا
تمام عمر کا ہم اعتبار کھو بیٹھے
قرار اب کسی پہلو ہمین نہین آتا
کہ دل سے صبر ہم اے جانِ زار کھو بیٹھے

کیا جانے کس لیے نگہ دیر دیر ہے
طغیان آب شرم بھی دریا کا پھیر ہے

کیا گرمیاں ہیں آتش رنگ حنائی واہ
ہاتھوں میں اس پری کے سمندر کا سیر ہے

آتے ہیں روز دل کی زیارت کو رنج و غم
سینہ مرا نہیں کسی مرشد کا ڈھیر ہے

غیروں کو پھاڑ کھائے سگ یار تو کہوں
اے شیر واہ تو ہی تو شیروں کا شیر ہے

آئے جو نزع میں تو یہ کہکر وہ اٹھ گئے
ہم جاتے ہیں یہاں ابھی خصت میں دیر ہے

بتخانے ہوتے جائیںگے ہم تو سوے حرم
ہونے دو دو قدم کا جو رستے میں پھیر ہے

کر اک نگاہ سینۂ پر داغ کی طرف
پھولوں کی تیری نذر کو حاضر چنگیر ہے

کیا پہلوان مرگ کو بازو ملا قوی
افراسیاب سا بھی زبردست زیر ہے

الفت ہی کی تو آگ میں جلنے کا خوف کیا
پروانے سے زیادہ مرا دل دلیر ہے

رکھتے نہیں زمین پہ قدم صاحبان کبر
بادِ بروت بام فلک کی منڈیر ہے

چھپنے سے کیوں نہ سیر مراد ل ہوا ہے امیر
ہم سمجھ جان ادھر نگہ دیر دیر ہے

کبھی سمجھانے لگے کیا ہم اس خود سر کو سمجھاتے
سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

ادھر کم نزع میں مہلت ادھر بیتابی وقت
نہ رو چپ رہو کیونکر پیارے گھر کو سمجھاتے

نصیحت کرنے والوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی
جو سمجھاتے ہیں مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے

خدا ایسا ہی ہوتا ہے بنا میں جسکو خود بندے
سمجھتا تو خلیل اللہ یہ آذر کو سمجھاتے

بتاتے راہ اسی کوچے کے سب گمراہ راہوں کو
کہیں ملتے تو ہم یہ خضر پیغمبر کو سمجھاتے

کوئی کہتا نہ آئے باز میرے قتل سے ہرگز
جو دنیا مجکو سمجھاتی وہ دنیا بھر کو سمجھاتے

انگوٹھی کیا نہ دیتا ہمکو وہ چھلا نشانی کا
اگر آکر سلیمان اس پری پیکر کو سمجھاتے

یہ ضد ہے دیکھتے گر شمع روشن میری تربت
اسی دم جاکے گل کرتے وہ یہ صرصر کو سمجھاتے

وہ شاہ حسن ہے تو عہد اکبر میں اگر ہوتا
نگین کر بخشش یہ نورتن اکبر کو سمجھاتے

جو چلاتا ہون فرقت مین جلنے والے کہتے ہین
کرو منھ بند کیا سر پہ اُٹھا لوگے مکان کوئی

مزہ تب ہو کہ وہ بھی ہو کسی معشوق پر عاشق
کرے میری طرح اُسکا بھی ہر دم امتحان کوئی

پھرے یون ڈھونڈھتا پھرتا ہو گھر اُس ستمگر کا
پھرے بیتاب جیسے طائر بے آشیان کوئی

ہمارے عشق کی کیون شاعری شاعر نہین کہتے
کہان پائیگا گر ڈھونڈیگا ایسی داستان کوئی

کمال جذب سے تا لامکان پہونچے امیر احمدؐ
رہا معشوق و عاشق مین نہ پردہ درمیان کوئی

آج کیا لائے ہو غمزے وصل مین ہر دم نئے
یہ تو سمجھو تم نئے ہو جان من یا ہم نئے

بیخودی دکھلاتی ہے جلوے تجھے ہر دم نئے
ہے تجھے دعویٰ کہ ہر عالم مین ہین عا

ہر گھڑی لیتی [illegible] ہین کیا کیا صورتین
رات دن عالم دکھاتا ہے یہ جام جم

دیکھے [illegible]
ہم سمجھتے ہین کہ ہم دیتے ہین اُس کو دم نئے

حسن روز افزون بھلا دیتا ہے پہلے قاعدے
روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جا کر ہم نئے

کس طرح تشبیہ دین سنبل سے [illegible]
پیچ اُس گیسو سے پیچان ہین نئے ہین خم نئے

پلتے ہین ہر روز آنسو کی تری مین غنچۂ دل
گل کھلایا کرتی ہے ہر روز یہ شبنم نئے

میزبانی کر بچھا جود و سخاوت کی بساط
مل رہین گے روز مہمان تجھکو اے حاتم نئے

ہے عجب وسعت تصور مین کہ اُسکی حد نہین
بند کین آنکھین تو دیکھے سیکڑون عالم نئے

ہے [illegible] مین سیکھتی ہین وہ غمزہ [illegible]
جی مین آتی ہین نرالی [illegible] ہین ہر دم نئے

سا سنا ہے روے جانان سیہ سے ہو سفید
سینہ ہے [illegible] بدل اے دیدۂ پر نم نئے

ہر غزل مین تازگی مشکل ہے اے طبع رسا
کہنہ مشقون کو بھی کہان آتے ہین مضمون کم نئے

کہنہ رنجون سے جو دل گھبرا گیا ہے اے امیر
ڈھونڈھتا پھرتا ہون مین سارے جہان مین غم نئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان تیرے منھ سے نکلنے کی دیر ہے

گلشن مین جو ابر ہے دھوان دھار
میخوارون مین دھوم ہو رہی ہے
اُس تیغ کے مُنھ چڑھے نہ بجلی
کیون جان سے ہاتھ دھو رہی ہے
کیا شوخ ہے اُسکی یادِ مژگان
دل مین نشتر چبھو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب
تقدیر ہماری سو رہی ہے

احسان ہے اے امیرؔ چشم تر کا
نامے کی سیاہی دھو رہی ہے

طرفہ پیغام یہ اُلفت کی نظر کہتی ہے
کہ مرے دلکی ترے دل سے خبر کہتی ہے
آج آتا ہے وہ گُل بادِ سحر کہتی ہے
سچ ہو یارب جو یہ اڑتی سی خبر کہتی ہے
بلبل و گل مین ہی غماض نسیم سحری
کچھ اِدھر کہتی ہی کچھ جاکے اُدھر کہتی ہے
جوہری کیا ترے دانتون سے ملاتے ہین اِسے
پانی پانی ہون یہ خود آب گہر کہتی ہے
غنچۂ گل مجھے کہتے ہین یہ کہتا ہے دہن
رگِ گُل مین ہون یہ باریک کمر کہتی ہے
یاد پچھلون کی دلاتے ہین مجھے موے سپید
گردِ رہ قافلے والون کی خبر کہتی ہے
ماہ نو مین ہون یہ اُس تیغ کا ہی دوش بقول
بدر مین ہون یہ پسِ پشت سپر کہتی ہے
وہ جوان رعشۂ پیری کا مزہ کیا جانین
عضو تن وجد مین ہین جنبشِ سر کہتی ہے
شام کا ہے یہ اشارہ کہ پہن رخت سیاہ
چاک کر ڈال گریبان یہ سحر کہتی ہے
بحر عالم مین سفینہ کوئی بچنے کا نہین
ہمہ تن ہوکے زبان موج خطر کہتی ہے
متحمل ہے اگر غم کا تو دل ہے میرا
تیغ رُکتی ہے مجھی سے یہ سپر کہتی ہے

کیون زبان تیغ کی خاموش ہو محفل مین امیرؔ
حال قاتل سے مرا کہدے اگر کہتی ہے

باندھی جو روز حشر ہوا ہم نے آہ کی
اُڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی
شرکت نہ کی ملال مین کس دادخواہ کی
دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہمنے آہ کی

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالین
کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے

نہ لیجاتا ہمین نخوت بڑھانیکو حسینوں مین
زبان ہوتی تو آئینے یہ روشنگر کو سمجھاتے

تڑپکر رہ گئے اُس محفل مین دونون نے کیا سوا
دل ناداں کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

امیر اب کی ہے سوداجوش پر ہمکو اگر ملتا
پنھاتا بیڑیاں بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

عشق مین جینے کے بھی لالے پڑے
ہائے کس بیدرد کے پالے پڑے

وادیٔ وحشت مین جب رکھا قدم
آکے میرے پانون پر چھالے پڑے

دل چلا جب کوچۂ گیسو کی سمت
کوس کیا کیا راہ مین کالے پڑے

دور تھا زندان سے کیا دشت جنون
چلتے چلتے پانون مین چھالے پڑے

کس نگہ نے کر دیا عالم کو مست
ہر جگہ لاکھون مین متوالے پڑے

ہجر مین جب مُنھ لگایا جام کو
سیکڑون ہونٹھون یہ تبخالے پڑے

طوق وحشت اپنی گردن مین پڑا
یار کے کانون مین جب بالے پڑے

تجکو اک آنسو کی حسرت ہے امیر
کتنے مینھ برسے کئی جھالے پڑے

آنکھ اُسکے حضور رو رہی ہے
ساتھ اپنے مجھے ڈبو رہی ہے

دیدار کہان کہ دور ہے حشر
قسمت ابھی اپنی سو رہی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم
جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے

اللہ رے حسن دختر رز
زاہد کے حواس کھو رہی ہے

کیا کشتی و ناخدا کا شکوہ
تقدیر ہمین ڈبو رہی ہے

مقراض کتر کتر گئے وہ خط
کانٹے مرے حق مین بو رہی ہے

نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا
سونے دے غریب سو رہی ہے

نور وشمس وقمر مین بٹ گیا
بچ رہا تھا کچھ جو روے یار سے
دور مے آخر ہوا آئی خزان
میکشو اُٹھو چلین گلزار سے
تھے وہ موسیٰ غش پہ غش آیا جنھین
یان تو آنکھین کھل گئین دیدار سے
گرمیان کرنے گئی تھی رات کو
روکے اُٹھی شمع بزم یار سے
بلبلون کو دیکھکر شیداے گل
وہ بہت اُلجھے گلے کے ہار سے
پھول سب ہنستے ہین شبنم کس لیے
تو چلی روتی ہوئی گلزار سے
لیچلی جھونکے ہوا کے بوے مشک
مشک تاجر جس طرح تاتار سے
رنج وغم درد والم ہین غمگسار
جی بہلتا ہے انھین دو چار سے
کیون برستی ہو اُداسی ای صبا
کون گل رُخصت ہوا گلزار سے
چشم ودل دونون غضب مین پڑ گئے
ذوق وصل وحسرت دیدار سے
بے طرح نرگس کی ہی ہم پر نگاہ
آپ اب باہر چلین گلزار سے
ق ابرو مژگان پہ ہوتا ہون نثار
ہے وصیت میرے ہر غمخوار سے
غسل دینا آب خنجر سے مجھے
قبر کھدوانا مری تلوار سے

وادی غربت مین پھرتا ہے **امیر**
کوئی کہدے اُس غریب آزار سے

کیجیے قتل ابروے خمدار سے
کاٹیے جو رگ اِس تلوار سے
مرکے چھوٹا کوہکن آزار سے
پائی چھٹی روز کی بیگار سے
کر چکے قتل اب کہین رُسوا نہو
جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے
اُسکی مژگان پر گرا پڑتا ہے دل
عشق ہے اس آبلے کو خار سے
دیکھنا میرے سیہ خانے کا در
دُھوپ اُڑتی ہی نہین دیوار سے
ہے مثل لباس احد از آستین
موت اچھی عشق کے آزار سے

اب دشمنی ہے اُسکو تو کچھ راہ راہ کی
سیدھی طرح سے یار نے ترچھی نگاہ کی

عاشق کے دلمین عیش جہان کا کہان گذر
یہ چھاؤنی ہے فوج غم و درد و آہ کی

عاشق ہون فوج اشک کو آنکھون مین دون جگہ
سردار کو ضرور ہے خاطر سپاہ کی

گہنائینگے چڑھین گے جو اُس تندخو کے مُنھ
کہدو کہ شامت آئی ہے خورشید و ماہ کی

اُس گل کو کیون نہ بھیجے مین وحشی جو خط لکھون
صحرا مین فکر اک بیٹھی ہے مردم گیاہ کی

بھاری بہت ہی لاؤنگا وزن جزا مین رند
رکھوائے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی

دامن سے کیون چھپاتے ہین بالونکو راہ مین
آنسو نہین ہے گرد ہماری نگاہ کی

دل سے پتا ملے گا زنخدان یار کا
یوسف سے راہ پوچھیے کنوان کے چاہ کی

ہے روندنے سے کام خبر رہرون کو کیا
تربت گدا کی ہو کہ لحد پادشاہ کی

مین رند خواب مرگ سے اُٹھا تو دیکھنا
پُرسش ہی دختر اُٹھا دے گناہ کی

کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئنے مین تم
سونا ملا دو مہر کا چاندی مین ماہ کی

خرمن ہزار صبر کے اکدم مین جل گئے
بجلی چمک گئی جدھر اُس نے نگاہ کی

ہون وہ خلیل دیر مین توڑون اگر صنم
آواز آئے اشہد ان لا الہ کی

یاسے قلم نے لکھے ترے گیسوؤن کے وصف
خلخال پہنی حلقۂ مار سیاہ کی

کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہین
کیون فرد کاتبان عمل نے سیاہ کی

سر قتل گہ مین دیکے علم کو گیا امیر
لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

آنکھ مجھ سے دل ملے اغیار سے
یار در گذرا مین ایسے پیار سے

ہے حسینون کو خلش مجھ زار سے
پھول کچھ کھٹکے ہوئے ہین خار سے

ذوق کا ہے عشق ابرو مین یہ حکم
عمر بھر رگڑون گلا تلوار سے

لیچلی غربت جو صحرا کی طرف
مل گئے ہم روتے در و دیوار سے

توچہ وہم ہے تاریک بھٹکنے کا ہے ڈر
چاہیئے روشنیِ شمعِ یقین تھوڑی سی
خلق اغیار سے بیجا ہے نہین گر عادت
اپنے دامن ہی سے لے لیجیے چین تھوڑی سی
عشق گیسو مین مرے دل کا ہی سودا کچھ اور
بڑھ گئی بات بھلی ہی طفلِ حسین تھوڑی سی
ایک قطرہ بھی نہ پینا مگر اے جانِ جہان
اُٹھی انداز سے کہے کہ نہین تھوڑی سی
توچہ یار مین ہون لاکھ طپش کے سامان
پھر جو تسکین ہے دلکو تو وہین تھوڑی سی

اسقو رحشر کا سُنا ذکر جو واعظ سے امیر
ملگئی لذّتِ خالِ نمکین تھوڑی سی

ئی راحت جو تہِ خنجرِ کین تھوڑی سی
گئی نیند دمِ بازپسین تھوڑی سی
گیا تو مین دلدار جھجک کر کوسون
اگر دیکھی جو مری تا سرِ زین تھوڑی سی
بد دماغی ہے اور ان سے یہان تاب کہان
اٹھ سنین ہین مجھے چین بہ جبین تھوڑی سی
ہوا سجدۂ بُت مین حسرت
بھی خالق نے بنائی تھی جبین تھوڑی سی
تیرے اشکون سے یہ ترہے نکل آئے پانی
کھودے روزن کو اگر مور زمین تھوڑی سی
دوستو قبر پہ شاید وہ قدم رنجہ کرے
دا کفن سے رہے سجدہ کو جبین تھوڑی سی
سلطنت پہلے ہی کرتا نہ قبول ابراہیم
گر نہوتی ہوسِ تاج و نگین تھوڑی سی
تیری آنکھون کے لیے خلق ہوئی تھی شوخی
لیگئے اُسمین سے یہ آہوے چین تھوڑی سی
ہدیہ دوست سمجھکر مین ہوا شُکر گزار
روکھی سوکھی جو ملی نانِ جوین تھوڑی سی
شوق سجدے کا ہے اس مہرلقا کے در پر
دمبدم سلئے کی بڑھتی ہی جبین تھوڑی سی
تنگ آئے ہین بہت بیٹھ رہین وان جاکر
اس جہان سے جو الگ پائی زمین تھوڑی سی
نذرِ تقصیر ہے تقصیر ہی اچھی تھی مجھے
بڑھ گئی اور تری چین جبین تھوڑی سی
اک شمشیر سے کھینچی تری مژگان کی شبہ
رکھ گیا نوک کی صورت گرچین
مانی کا نشان بھی اسے کچھا ہی نقاش
اسکے نقشے مین بنا چین بہ جبین تھوڑی سی

بے سبب چھاگل نہین کرتی ہے شور
یہ بھی نالان ہے تری رفتار سے

طور پر موسیٰ سے نہ وہوشیار
برق چمکی جلوہ گاہِ یار سے

چشم جانان کو ہے دنبالہ گران
اُٹھ نہین سکتا عصا بیمار سے

شعلہ جوالہ ہے خلخال یار
اُس پری کی گرمیِ رفتار سے

غیر حالت سنکے میری اُف ری ضد
آنکھ اُس نے پھیر لی اغیار سے

ہو جو ناواقف ہم آغوشی کا ڈھنگ
سیکھ لو اپنے گلے کے ہار سے

ہر قدم پر سو طرح کی مستیان
ٹپکی پڑتی ہین تری رفتار سے

حکم ہے شوق شہادت کا یہی
دو قدم آگے چلون تلوار سے

لاش ہی اُٹھے یہان سے تو اُٹھے
اُٹھ کے جلیے ہم آستانِ یار سے

مین اُسے پیر مغان سمجھا اسیر
مست جو نکلا در خمار سے

صلح کُل مین ہو ابھی شرکت کہین تھوڑی سی
اور اے پیر خرابات نشین تھوڑی سی

مدد اے شوق سجود المدد اے شوق سجود
سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبین تھوڑی سی

کچھ تو پیدا ہو کبابِ دلِ بریان مین مزہ
چاہیے اُلفتِ خالِ نمکین تھوڑی سی

دیکھ مشاطہ جگہ ڈھونڈھ رہے ہین تارے
خالی افشان سے نہ رہجائے جبین تھوڑی سی

جان آجائے ابھی جامے سے باہر ہون مین
دے جگہ دل مین جو وہ پردہ نشین تھوڑی سی

نقد جان دل کی طرح دیکے ابھی لیتا ہون
لذتِ درد جو ہاتھ آئے کہین تھوڑی سی

خال ابرو کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا
ملک ہندو مین ہے کعبے کی زمین تھوڑی سی

دانۂ خال ہی دکھلا نہ سہی جنس جمال
بانگی چاہیے اے پردہ نشین تھوڑی سی

روزہ دارون کو نہین خواہش لذت اے چرخ
وقتِ افطار ملے نان جوین تھوڑی سی

نزع کا وقت ہے اب دیر نکر آنے مین
رہگئی ہے نگہِ بازپسین تھوڑی سی

جلا رہے ہین شب غم مین اور بھی جگنو
کہان سے اڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے

لہو نچوڑ کے بھر دون وہ رند میکش ہون
نظر جو شیشۂ خالی دم خمار آئے

جنون کی فکر احبا نے کی امیر تو کیا
یقین ہے آج ہی کل موسم بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے
غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے

جان دو بھر غم فرقت مین ہے ہمکو لیکن
کون جائے ملک الموت کی منت کرنے

اسکو سمجھاتے نہین جا کے کسی دن ناصح
روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے

تیر کے ساتھ چلا دل تو کہا مین نے کہان
حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے

آگے میخانے مین تھے پیر خرابات امیر
اب چلے مسجد جامع کو امامت کرنے

بدقت بحر غم سے کشتیٔ جان حزین نکلی
کبھی بیٹھی کبھی اچھلی کہین ڈوبی کہین نکلی

عجب انداز سے مقتل مین اسکی تیغ کین نکلی
کہ دل سے مرحبا نکلا جگر سے آفرین نکلی

زمانہ ہوگیا موجود جسدم ہان کہا تو نے
ہوا نابود عالم جب ترے منھ سے نہین نکلی

تعلّی مین کمی کی کب ہماری طبع عالی نے
بنایا آسمان جب شعر کی کوئی زمین نکلی

خدا کا شکر وہ بت نزع کے دم دیکھنے آیا
نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقت واپسین نکلی

دکھایا لطف زلف مشکبو مین طرفہ افشان نے
شب دیجور مین کیا چاندنی اے مہ جبین نکلی

وہ کشتہ تھا حسینون کا کہ میری خاک تربت پر
کسی نے کوئی بویا تخم شاخ یاسمین نکلی

وہ کیا پردے سے نکلے پیرہن کو جسکے غیرت ہو
ہوا چین بر جبین دامن جو دیکھی آستین نکلی

جو بجلی ابر مین چمکی کبھی قیس حزین سمجھا
سیہ خیمے سے باہر لیلیٔ محمل نشین نکلی

وہ تھا غم دوست سنگ جور گردون جب پڑا مجھپر
شکست شیشۂ دل سے صدائے آفرین نکلی

سوال وصل اُس بت سے کیا لیکن مین ڈرتا ہون
بنے گی لیک پتھر کی اگر منھ سے نہین نکلی

خم چڑھا جائین تو سمجھین کہ کوئی گھونٹ اُترا
کیا پئین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

بیٹھین ہو سکتی ہین اسمین بھی بہت نظم امیر
گھر بنانے کو بہت ہے یہ زمین تھوڑی سی

جو بعد مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے
عجب نہین ہے کہ آندھی تہ مزار آئے

وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے
سلام کرنے ہرن باندھکر قطار آئے

عجیب خواب گران مین تھے خفتگانِ زمین
اُنھی نے بھی یہ سُنا ہم بہت پکار آئے

تڑپنے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو
سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے

فلک نے ساتھ مصیبت دین
جو فاقہ گھر مین ہوا میہمان ہزار آئے

ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے
وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے

ہمین تو جان بھی دینے مین اب نہین عذر
خدا کرے کہ کہین تمکو اعتبار آئے

بندھا تصورِ مژگان جو نزع مین سکے
در دولت سے جو مدار آ

چھوٹے بڑون سے عداوت کو کوہلین پھوٹین
شکار فیل کو ترکانِ نیزہ دار آئے

انھین جہان مین نہ قائل ہوا استادون کا
بدل کے رنگ یہ بہروپیے ہزار آئے

غضب ہی دلمین کیا گھر تمھاری آنکھون نے
خراب کرنے کو مسجد مین بادہ خوار آئے

ہوا ہے چھوڑ کے خالق کو بندۂ مخلوق
بتون کو خاک برہمن کا اعتبار آئے

شراب میکدہ کب ہی نصیب زاہد مین
حصول کیا ہے جو مطبخ مین روزہ دار آ

جو ترکِ غیر کو مین نے کہا تو وہ بولے
کہان کے آپ بڑے لینے دستار آ

تمام ہگارون کا جو رنگ کھیل ہے اُن
اِدھر اُدھر گئے دو چار ہاتھ مار آئے

جلا ہون یہ فلکِ سرد مہر کے ہاتھون
لگا دُون ہاتھ تو کافور کو بخار آئے

کہان فلاح کا اب چاہتا ہی چرخ دنی
درِ بخیل پہ حاتم امیدوار آئے

یقین ہی ذکر کرنے میری جوشش وحشت کا
جو آبلے کے دہن مین زبان خار آئے

رہے سایے کی صورت ساتھ ہم ہر شخص کے لیکن
جُدا اُٹھے جُدا بیٹھے جُدا آئے جُدا ٹھہرے
غُبارِ رنگ آرایش سے روشن دل مُبرّا ہین
کفِ آئینہ پر ممکن نہین
نکالے جاتے ہین ہر روز اُسکی بارِ خاطر
ترے عاشق نہ ٹھہرے ہم عدو کا مدعا ٹھہرے

تپِ غم سے امیر اخگر کی صورت جلتے ہین اعضا
جو ٹھہرے تن یہ تو خاکستری شاید قبا ٹھہرے

فنا کیسی بقا کیسی جب اُسکے آشنا ٹھہرے
کبھی اِس گھر مین آنکلے کبھی اُس گھر مین جا ٹھہرے
نہ ٹھہرا وصل کاش اب قتل ہی پر فیصلا ٹھہرے
کہانتک دل مرا تڑپے کہانتک دم مرا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا
کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بیوفا ٹھہرے
تہِ خنجر بھی مُنھ موڑا نہ قاتل کی اطاعت سے
تڑپنے کو کہا تڑپے ٹھہرنے کو کہا ٹھہرے
زہے قسمت حسینون کی بُرائی بھی بھلائی ہے
کرین گر چشم پوشی بھی تو نظرون مین حیا ٹھہرے
یہ عالم بیقراری کا ہے جب آغازِ اُلفت مین
دھڑکتا ہے دل اپنا دیکھیے انجام کیا ٹھہرے
حقیقت کھولدی آئینۂ وحدت نے دونون کی
نہ تم ہمسے جُدا ٹھہرے نہ ہم تمسے جُدا ٹھہرے
دلِ مضطر سے کہدو تھوڑے تھوڑے جب مزے چکھے
ذرا بہکے ذرا سنبھلے ذرا تڑپے ذرا ٹھہرے
شبِ وصلت قریب آنے نہ پائے کوئی خلوت مین
ادب ہمسے جُدا ٹھہرے حیا تمسے جُدا ٹھہرے
اُٹھو جاؤ سدھارو کیون مرے مردے پہ روتے ہو
ٹھہرنے کا گیا وقت اب اگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
نہ تڑپا چارہ گر کے سامنے اے درد یون مجکو
کہین ایسا نہو یہ بھی تقاضائے دوا ٹھہرے
بھی جی بھر کے وصلِ یار کی لذّت نہین اُٹھی
کوئی دم اور آغوشِ اجابت مین دعا ٹھہرے
خیالِ یار آنکلا مرے دل مین تو یون بولا
یہ دیوانون کی بستی ہے یہان میری بلا ٹھہرے

امیر آیا جو وقتِ بد تو سب نے راہ لی اپنی
ہزارون سیکڑون مین درد و غم دو آشنا ٹھہرے

سوزِ جگر سے شمعِ شبستان بغل مین ہے
داغون کی روشنی سے چراغان بغل مین

ہوئی تھی راہ جو رنگین تری رنگین خرامی سے
وہی تو قوس قزح بنکر سر چرخ برین نکلی

تصور بسکہ تھا دل مین امیر اُس روے زیبا کا
پری بنکر ہمارے منھ سے آہ آتشین نکلی

رند خراب تیرا وہ مے پیے ہوے ہے
مدت سے جان جسپر زاہد دیے ہوئے ہے
کس شان سے وہ میکش آتا ہو میکدے مین
قاضی سبو صراحی مفتی لیے ہوئے ہے
آتا نہین نظر کچھ گو سامنا ہے اُس کا
کیا بیچ مین تحیر پردہ کیے ہوئے ہے
ہو کون بخیہ گر سے زخمی کا تیرے ساعی
رشتہ کھنچا ہے سوزن منھ کو سیے ہوئے ہے
پیر مغان وہ کامل مرشد ہے بادہ خوار و
جمشید بھی پیالہ اُس کا پیے ہوئے ہے
حرمت مین دخت رز کی اصرار ہے جو اتنا
یہ بات کیا ہے رند و واعظ پیے ہوئے ہے

رحم اب امیر پر بھی لازم ہے یار تجکو
کب سے ڈھنی وہ تیرے در پر دیے ہوئے ہے

دل عاشق مین کیونکر عکس روے دلربا ٹھہرے
جمال آفتاب آئینہ شبنم مین کیا ٹھہرے
سفر ٹھہرے تو قسمت پیچ دے پرکار کی صورت
قدم ہو اک اگر اپنا رواں تو دوسرا ٹھہرے
جو چشم غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا
تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خودنما ٹھہرے
گیا مرقد تلک گھر سے جنازہ ڈاک پر اپنا
عزیز احباب پہلے راستے مین جا بجا ٹھہرے
صفین آراستہ ہونے لگین جب اہل محشر کی
جدا ایک گروہ حسرتون کی ہم جدا ٹھہرے
نہ بے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے
بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک رو بر قفا ٹھہرے
قضا سیلاب طوفان روح اک کشتی ہے بے لنگر
رکے رونے سے وہ کیونکر یہ ٹھہرائے سے کیا ٹھہرے
زمین کوے جانان بھی عجب بے ڈھب تھا تختہ
جہان ٹھہرے ہمارے پانون مثل نقش پا ٹھہرے
امام سبحہ کے مانند ہم اُس بزم کثرت مین
جو ٹھہرے سب مین ملکر بھی تو سب سے پھر جدا ٹھہرے
کمال عجز ہمکو لے اڑا اوج رسا سے پر
ہوئے بے بال و پر تو ہم نگار دست ہما ٹھہرے

تیرے گریان کے اگر ملک مین اے حور نہین
عکس آئینہ صفت ربط ہو منھ دیکھے کا

باغ فردوس مین یہ قصر گہر کسکا ہے
خوب واقف ہون مین دل میرا ہے گھر کسکا ہے

لاکھ لاکھ اس شہ خوبان کے ہین احسان امیر
عشق منزل تلک اس طرح گذر کسکا ہے

دیر مین کون ہے کعبے مین گذر کسکا
یار کا گھر یہ اگر ہے تو وہ گھر کسکا ہے

تیر پر تیر لگاؤ تمہین ڈر کسکا ہے
سینہ کسکا ہے مری جان جگر کسکا ہے

پھری کو جو گیا دیدۂ یعقوب سے نور
سوئے مصر کو کنعان سے سفر کسکا ہے

تندرستون نے قضا کی ہوئے بیمار صحیح
پہلے کیا جانیے دنیا سے سفر کسکا ہے

خوف میزانِ قیامت نہین مجکو ای دوست
تو اگر ہے مرے پلّے پہ تو ڈر کسکا ہے

جھانک کر میرے سیہ خانے کو کہتا ہے یہ ماہ
تیرہ الظلمت للہ یہ گھر کسکا ہے

دانے کی خاک نشینی سے ہوئی نشو و نما
خاکساری کا نہین تو یہ ثمر کسکا ہے

کوئی آتا ہے عدم سے تو کوئی جاتا ہے
سخت دو لون مین خدا جانے سفر کسکا ہے

چھپ رہا ہے قفس تن مین جو ہر طائرِ دل
آنکھ کھولے ہوئے شاہین نظر کسکا ہے

کھول کر منھ کو مری گور مین مانند عروس
بولی حسرت کہ ذرا دیکھ یہ گھر کسکا ہے

خلد بے شبہ خدا دیگا بنی آدم کو
باغ مملوکِ پدر غیر پسر کسکا ہے

نام شاعر نہ سہی شعر کا مضمون ہو خوب
پھل سے مطلب ہمین کیا کام شجر کسکا ہے

لاش زیر شجرِ کوچۂ محبوب گڑی
عمل نیک نہ تھے تو یہ ثمر کسکا ہے

صید کرنے سے جو ہے طائر دل کے منکر
یہ کماندار ترے تیر مین پر کسکا

شوق ہوتا ہی عمارت کا تو کہتے عبرت
کہتی ہو لوح جبینکا ر نہ یہ گھر کسکا ہے

میری حیرت کا شب وصل یہ باعث ہی امیر
رہ نزا تو ہون کہ زانو پہ یہ سر کسکا ہے

کیا خوف ہی جو دفترِ عصیان بغل مین ہے
آنکھین سلامت اشک کا طوفان بغل مین

دم کھٹک جو ہوتی ہے سینے مین بار بار
شاید بچلے دل کوئی پیکان بغل مین

کیا خوف خمِ الفتِ مژگان مین دل ہے شیر
یہ تیر کھائے ہین کہ نیستان بغل مین ہے

تیرے قدم کے فیض سے ہر ذرہ راہ کا
روشن یہ ہے کہ مہرِ درخشان بغل مین ہے

آئی بہار شہر مین کس جا نہین خوشی
ہر طفل باغ باغ گلستان بغل مین ہے

واقف ہین زاہدان ریائی سے خوب ہم
کلمہ بتون کا پڑھتے ہین قرآن بغل مین ہے

واعظ کتاب وعظ لیے ہے تو کیا ہوا
بوتل شراب کی بھی تو پنہان بغل مین ہے

اس منھ سے جاؤن داورِ محشر کے سامنے
شرم آتی ہے کہ دفترِ عصیان بغل مین ہے

کاڑی ہین روشنی کو مجھے داغہاے دل
طاؤس کی طرح سے چراغان بغل مین ہے

شاعر ہین اس زمانے کے دریوزہ گر اسیر
نکلے ہین بھیک مانگنے دیوان بغل مین ہے

گردباد اٹھ کے سراپردۂ در کسکا ہے
اے جنون خانہ بدوشی مین یہ گھر کسکا

جلوہ خورشید مین یہ پیش نظر کسکا ہے
خاک دامانِ سحر رخنۂ در کسکا ہے

توڑلے ہے جو کوئی پھول تو کہتی ہے صبا
کیا خبر تجھکو کہ یہ دل یہ جگر کسکا ہے

اس طرف منھ نہین کرتا ہی جو خورشید کبھی
گرم کیا جانیے بازار ادھر کسکا ہے

تو ہی یان رہنے کو آیا ہے نہ مین او غافل
جو ہے دنیا مین مسافر ہے یہ گھر کسکا ہے

برچھیان تن پہ لگین تیغ پڑے تیر آئین
آرزومندِ اجل ہون مجھے ڈر کسکا ہے

طالب غیر نہین جلوۂ معشوق پسند
غیرِ شیرین دلِ فرہاد مین گھر کسکا ہے

دل کے سو ٹکڑے ہون آ جائے کلیجا منھ کو
ضبط سے آہ نہ نکلے یہ جگر کسکا ہے

اسکے دامن پہ گرا اشک جو میرا تو کہا
واہ کیا شوخ ہے یہ نور نظر کسکا ہے

ل کبھی منزلِ حق ہے کبھی بت کا
کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے یہ گھر کسکا ہے

شراب خانے کو ہے قصد تیرے وحشی کا
سبو کے ہاتھ مین خشتِ خمِ شراب ہے

خدا نے مرتبہ عالی دیا ہے محسن کو
بلند بام سے کیونکر نہ آفتاب ہے

رہِ خطا مین بھی چلیے تو راستبازی سے
مدام زیرِ قدم جادۂ صواب ہے

غش آئیگا مجھے دیکھا جو دخترِ رز کا جمال
قریب ساغرِ مے شیشۂ گلاب ہے

یقین ہو تاب نہ لائے حرارتِ دل کی
جو دو گھڑی مری بالین پر آفتاب ہے

قصورِ نفسِ لعین سے خدا رہا ناراض
گناہ غیر پہ ہم موردِ عتاب ہے

ملا نہ محفلِ جانان مین ہمکو اذنِ نشست
بہ رنگِ شمع خجالت سے آب آب ہے

مبارک ابلقِ ایام ترکِ گردون کو
اسی کے ران کے نیچے یہ بدرکاب ہے

خیالِ رخ یہ بندھا ہمکو عشقِ گیسو مین
کہ شب کو دن کی طرح رو بآفتاب ہے

حریصِ دولتِ دنیا کا دل ہو کیا خرسند
گذر ہو جغد کا جسمین وہ گھر خراب ہے

خطاب ہے لبِ ساغر کا محتسب ہے امیر
پھرا جو پیرِ خرابات سے خراب رہے

بڑھے کیا ربط یارِ دلستان سے
نیا روز ایک دل لائین کہان سے

بگولے خاک سے اٹھتے ہین اب تک
نہ مر کر بھی دبے ہم آسمان سے

حسین سب بیوفا ہین حضرتِ دل
وفادار آپ لائینگے کہان سے

ادھر دیکھو حیا کیسی شبِ وصل
اٹھاؤ بھی یہ پردہ درمیان سے

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد
لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

جواب یہ بوسۂ لب سے ہے انکار
کہا تھا وصل کو پھر کس زبان سے

نکلتا ہے مرا دم ڈر نہ جاؤ
خدا حافظ سدھارو تم یہان سے

خیالِ قامتِ محبوب آیا
مین جی اٹھا قیامت کے بیان سے

کہان دیر و حرم مین عشق مشرب
یہ لوگ آزاد ہین قیدِ مکان سے

جہان مین ہم کوئی دم صورتِ حباب ہے
خودی کی شرم سے اسیر بھی آب آب ہے
فراقِ نرگسِ میگون مین ہم خراب ہے
تمام عمر سے یہ مست بے شراب ہے
نہ مجکو آئے نہ اُنکو حساب بوسون کا
یہ لین دین الٰہی علے الحساب ہے
نصیب ہو کہ نہو صبح دیکھنا غافل
خیال موت کا لازم ہے وقتِ خواب ہے
پھنسے حساب مین روزِ حساب اہلِ حساب
حساب جنکو نہ آیا وہ بے حساب ہے
وصال مین بھی نہ دیکھا بُرا ہو غفلت کا
ہمین کو ہوش نہ آیا وہ بے نقاب ہے
غرض ہے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے
یہ سب رہین نہ رہین عالمِ شباب ہے
وہ لوہین جو حسینون کی بزم مین ہین فیل
کہین حضور رہے ہم کہین جناب ہے
کرین نہ شکوۂ دیدار طالبِ دیدار
کلیم سے مین مُدّت تلک خراب ہے
جلائے دل کو تو اچھی طرح سے آتشِ غم
مزا کچھ اُسمین نہین خام جو کباب ہے
خدا کا نور چھپانے سے چھپ نہین سکتا
جہان رہے وہ عیان مثلِ آفتاب ہے
بھر آئیگا دل میکش دیکھکر خالی
نظر سے دور ہی مینا سے بے شراب ہے

قطعہ

خدا نے مجھکو سلیقہ عطا کیا ہے بہت
ہر ایک بات کا حاضر صنم جواب ہے
عجب نہین کوئی مسلم کرے جو دعوی عشق
قسم کے واسطے اللہ کی کتاب ہے

امیر کیجیے توبہ کی فکر پیری مین
مزے شراب کے تا عالمِ شباب رہے

جہان مین یعنی ہین جو دورِ انقلاب ہے
یقین ہے شپرہ کے گھر مین آفتاب ہے
فراقِ یار مین ساقی شراب کا کیا ذکر
پیا جو آب تو خجلت سے آب آب ہے
وزیر کو سخنِ شاہ کا ہے فرضِ اعزاز
نبی کے ہاتھ مین اللہ کی کتاب ہے
کرم کرے وہ توانا جو ناتوان یہ
تو نخل موم کے سائے مین آفتاب ہے

صورتِ آئینہ کیا نیک و بد دہر سے کام
خط تقدیر سے خالی مری پیشانی ہے
مرگ کے بعد بھی ہرگز نہ بدن سے اُترا
کس قدر چُست مرا جامۂ عُریانی ہے
لطف ساقی سے حکومت ہو زمانے کی نصیب
کشتیِ مے مجھے اورنگِ سلیمانی ہے
ذبح کے بعد تجھے دیکھ رہا ہے قاتل
دیکھ کیا حوصلۂ دیدۂ قربانی ہے
معنیِ مطلعِ ابرو تو بتا دین مجھکو
تیری نظرون کو جو دعوائے سخندانی ہے
مجمعِ عام مین نکلے عبث اے پردہ نشین
کب گوارا تری تلوار کی عُریانی ہے
دیکھکر نقشِ قدم کو ترے کہتا ہے فلک
یہ چمکتی ہوئی کس چاند کی پیشانی ہے
باڑھ پر آئے تو بے موت مرین حضرتِ خضر
گھاٹ مین یار کی تلوار کے وہ پانی ہے
کم نہین آئینہ خانے سے یہ سب بزمِ جہان
ئے اک عالمِ حیرانی ہے

جلوۂ شاہدِ رحمت ہے گناہون سے امیر
دُرّۃ التاج کرم اشکِ پشیمانی ہے

صحت ہوئی مرض سے مگر ناتوان رہے
پرہیز کون توڑے سنبھلتے کہان رہے
پامال سرکشون کے رہے ہم جہان رہے
دب کر زمین کی طرح تہِ آسمان رہے
خنجر کو رکھ کے زخم مین اُس تُرک نے کہا
ایسے دہن مین چاہیے ایسی زبان رہے
ممکن نہین کہ دل مین چھپے عشقِ زُلفِ یار
آئینے مین جو بال پڑے کیا نہان رہے
کعبہ بھی چند روز رہا ہے صنم کدہ
بندے خدا کے گھر مین بھی بُت میہمان رہے
تا حشر اُنکو ناز مبارک مجھے نیاز
مانند عشق حُسن بھی یارب جوان رہے
یارب چھٹین نہ زُلف سے ہم عاشقونکے دل
آباد مومنون سے یہ ہندوستان رہے
دونون جہان کی فکر سے فارغ ہین مے پرست
ہو خُم کی خیر مُغ کی سلامت دکان رہے
دو روز بتکدے کی بھی کر آئین چل کے سیر
زاہد خدا کے گھر مین بہت میہمان رہے
دل مین سوا خدا کے نہین جانے غیر خوف
خلوت کے واسطے بھی تو کوئی مکان رہے

خطِ قسمت مٹے جبتک نہ لے دل
جبین اُٹھے نہ اُسکے آستان

اُسکو نہ دردِ دل سُنایا
نہ نکلا کام کچھ دل کا زبان

ایک دن یاد کرے گا غمِ دلدار مجھے
دیگا بیٹھ کے تربت پہ یہ غمخوار مجھے
عیشِ بے رنج کہان غمکدۂ عالم مین
نظر آتی ہے خوشی خندۂ بیمار مجھے
تیرے جلتے ہی جلنے کیا دفن ہی روح
تو جو ہوتی تو نہ کرتے یہ گرفتار مجھے
سیل سان جوش مین اٹھکر جو مین پہونچا در تک
خوف سے بیٹھ گئی دیکھ کے دیوار مجھے
گر پڑا دیکھ کے چاہِ ذقن اُس یوسف کا
مل گیا گوشۂ خلوت سرِ بازار مجھے
روزِ محشر درِ جنت پہ جو دیکھا رضوان
آگیا یاد سگِ کوچۂ دلدار مجھے
لال کردونگا کوئی دم مین بہت کھنچتی ہے
منھ پہ چڑھنے تو ذرا دے تری تلوار مجھے
آنکھ کہتی ہے یہی دل سے کریگی برباد
خواہشِ وصل تجھے حسرتِ دیدار مجھے
کیا قیامت سے ڈر دن عاشقِ قامت ہون مین
ایسے فتنے نظر آئے ہین کئی بار مجھے
سچ ہے مرجانے سے بڑھجاتی ہے انسانکی قدر
دوش پر لیکے چلے ہین مرے غمخوار مجھے
جوہرِ تیغ سے دام مین وہ طائر ہون
مشتری ذبح کرے گا سرِ بازار

نہ نکلا تو وہ تھا ساتھ جنازے کے امیر
رُک رہا جان کے وارفتۂ رفتار مجھے

خلعتِ روزِ ازل بے سروسامانی ہے
خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے
کون کہتا ہے اُسے برق چمکتی ہے جو برق
عکس معشوق کی ہنستی ہوئی پیشانی ہے
زُلف بڑھکر نہین آتی ہے قدم تک تیرے
قدِ آدم مری تصویر پریشانی ہے
محو نظارۂ قاتل ہون مین ایسا دمِ ذبح
کہ ہر اک داغ بدن دیدۂ قربانی ہے
ہاتھ مین نامۂ اعمال کی جا روزِ جزا
یعنی بخشش کی سندِ داغِ پشیمانی۔

لے آہ کر مدد یہ کہان تک مخالفت
یا ہم رہین زمین پہ یا آسمان رہے

ہوتا وصالِ ذرّہ و خورشید کیا امیر
چار آسمان آٹھ پہر درمیان رہے

گلشن مین سرو فوج مین مثلِ نشان رہے
عالم مین سربلند رہے ہم جہان رہے

یارب حیلے شہرۂ حسنِ بتان رہے
نیچی نظر سے حسن کی اونچی دکان رہے

لازم ہے اُنکے رخ پہ نمودِ خطِ سیاہ
ممکن نہین کہ آگ کے نیچے دھوان ر

حاتم کا داستانون مین اتبک ہے تذکرہ
ہ کام کرکہ نا ن رہے

نیرنگ اُنکی شان تجلّی کی دیکھیے
اتنے ہوئے عیان کہ نظر سے نہان رہے

زیرِ زمین بھی آہ کی عادت ضرور ہے
قابو مین تا کلیدِ درِ آسمان رہے

شن مین مجھ سے ہو یہ تقاضائے اضطراب
کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

مجھسا نشانہ ڈھونڈھتی ہو پھر تیرِ یار
کیون رات دن نہ پشت خمیدہ کمان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہو گئے تمام
کشتی مین جیسے ساکن کشتی روان رہے

آیا کبھی ہما نہ سگِ یار اِس طرف
برسون لحد مین ڈھیر مرے استخوان رہے

اب دیکھین کیا دکھائے نشیب و فراز دہر
اتبک تو جس زمین پہ رہے آسمان رہے

بیکاری زمانہ سے بیکار کب ہو
ہم نبض دستِ شل کی طرح سے روان رہے

بیڑہ ہو پار عشق قترہ مین کٹے جو عمر
خنجر کی دھار پر مری کشتی روان رہے

صیّاد اِدھر خلاف اُدھر باغبان امیر
ہم بارِ خاطرِ قفس و آشیان رہے

لطف تب ہو کہ اِدھر ہاتھ مین بوتل آئے
اُس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالبِ مرگ بھی ہین منتظرِ یار بھی ہین
دیکھیے کون شبِ ہجر مین اوّل آئے

سخت جانون پہ لگا ضرب سمجھکر قاتل
تیغ مین بال کمر مین نہ تری بل آئے

چشم کحیل یار نے دم بند کر دیا
سُرمے کی گرد مین سے نکلے نہان رہے
مانند مردمک اُسے آنکھون مین دین جگہ
نسان جو آپ اپنی نظر سے نہان رہے
مین ہون حباب مجکو تعلّی سے کام کیا
گھر کی زمین گھر کا مرے آسمان رہے
اخفا طبیب سے ہے تپ عشق کا ضرور
نبض استخوان مین شمع کی صورت نہان رہے
لازم ہے ذکر دوست مناسب ہی ذکر دست
جبتک بدن مین جان دہن مین زبان رہے

ہستی مری مٹا نہ سکی نیستی ہی آہ
وہ ذکر خیر ہون کہ جو ورد زبان رہے

پوشیدہ خط سے جوہر حسن بتان رہے
پنے دھوئین مین آپ یہ شعلے نہان رہے
مجھ مین ہے وہ پر مین نہ سمجھا کہان رہے
قالب مین رہ کے روح کی صورت نہان رہے
ہم غافلان دہر کو اتنا ہوا نہ ہوش
تھا کون میزبان کہان میہمان رہے
ہے حسن مین بھی معنی روشن کا خاصہ
دل مین عیان ہے وہ نظر سے نہان رہے
دیر و حرم مین سجدہ در دوست پر کیا
تھے آستان یار پر حاضر جہان رہے
انسان کو چاہیے کہ دلون مین جگہ کرے
بو ہو کے اس چمن کے گلون مین نہان رہے
غربت مین موت آئی ہی تربت بھی خام ہو
کچھ بیکسی کا بعد فنا بھی نشان رہے
کہتا ہے وہ صنم کہ رہین ہم تمھارے گھر
لیکن یہ شرط ہے کہ خدا درمیان رہے
آئی ندا سے غیب گرا جب مین بیقرار
مشکل ہے اب زمین تہ آسمان رہے
تکلیف سے خضاب کی ہمکو نہ اے ہوس
کچھ روز دن پیر بھی سہی برسون جوان رہے
لیستی پہ ادب سے نہ کی آنکھ سامنے
کتنے درست ہوش دم امتحان رہے
شبنم ہمین خدا نے بنایا ہی تجکو مہر
تیرا جو ہو ظہور تو پھر ہم کہان رہے
راضی ہین ہمکو پھیر کے مُنھ ذبح کیجیے
باقی نہ کوئی حوصلۂ امتحان رہے
لاؤن بھلا کہان سے دل بے ملال مین
غمکدہ تو یہ ہے غم کہان رہے

توبہ کرنی تھی کہ بوچھار ملامت کی ہوئی
خوب ہی مجھ پہ برستے ہوئے بادل آئے
سر سے اوڑھو نہ دوپٹا مجھے کھٹکا یہ ہے
بنکے گھونگھٹ کہین چہرے پہ نہ آنچل آئے
پھول دکھلائی دیے مجکو جنون مین کانٹے
باغ بن بن کے مرے سامنے جنگل آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر
پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

مخمس غزل جناب فردوس مکان نواب محمد یوسف علیخان بہادر متخلص بہ ناظم والی مصطفے آباد عرف رامپور

کیا کیجیے وہ کہتے ہین ہر بات پر غلط
اظہار غم کیا تو کہا سر بسر غلط
یہ درد دل دروغ یہ زخم جگر غلط
مین نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہان غلط اور کسقدر غلط

طوفان جوش گریہ بے اختیار جھوٹ
آتش فشانی جگر داغدار جھوٹ
زور کمند جذب دل بیقرار جھوٹ
تاثیر آہ و زاری شبہاے تار جھوٹ
آوازۂ قبول دعاے سحر غلط

ہر روز ایک تازہ دکھاتے ہین ماجرا
ہر وقت چھوڑتے ہین شگوفہ کوئی نیا
جب آزمایئے تو نہ یہ سچ نہ وہ بجا
سوز جگر سے ہونٹھ پہ تبخالہ افترا
شور فغان سے جنبش دیوار و در غلط

ہان داستان شکوۂ بخت زبون دروغ
ہان دل کے پیچ و تاب سے سوز جنون دروغ
ہان فرط غم سے جوشش سیلاب خون دروغ
ہان سینے سے نمایش داغ درون دروغ
ہان آنکھ سے طراوش خون جگر غلط

ہین سب بناوٹ یہ ہمین تھرے نہ دیجیے
ساقی صبح ہو تو صبوحی نہ پیجیے

آنکھ جسکی کہ تری تیغ دو دم پر پڑ جائے
ایک دو اُسکو نظر صورت احول آئے
ہجر جانان مین کہان صورت آرام نصیب
نیند اُٹھون جو نظر خواب مین مخمل آئے
ہو محبت مین نہ تلخی کے سوا کچھ حاصل
ثمر اِس نخل مین آئے بھی تو حنظل آئے
جوش وحشت مین کرون کیون نہ مین صحرا کو گریز
آدمی کا جو نظر شہر مین جنگل آئے
ہر قدم پر ہون دل اہل تماشا پامال
اد طاؤس کو تیری سی جو چنچل آئے
وقت گریہ کسی گیسوے مسلسل کی ہے یاد
ج اشک آنکھ سے کیونکر نہ مسلسل آئے
ہون وہ بیمار کہ نفرت ہے دوا سے مجکو
درد سر ہو جو مرے سامنے صندل آئے
ہین وہ نادان جنھین دو روز کے جینے پہ ہے ناز
دیر کتنی ہے اجل آج نہین کل آئے
دود آہ دل پُر سوز جو ہم نذر کرین
چشم جانان کو پسند اور نہ کاجل آئے
ہون وہ وحشی جو کرون دشت نوردی شب
ہر قدم غول دکھانے مجھے مشعل آئے
ہے یقین خشک زبانین نہ رہین کانٹون کی
پاؤن چھالے لیے ہاتھ مین چھاگل آئے
ٹوٹ کر دل نے دکھائے اثر نالہ و آہ
ہے عجب شاخ شکستہ مین نئے پھل آئے

عشق زلف سیہ یار نے مارا ہے امیر
یہ کرے کو نہ کیون گور پہ بادل آئے

درد عارض ہو دوا کو تو بنٹے گل آئے
پاؤن گھس جائین جو سر تک مرے صندل آئے
دو قدم تم جو چلو خلق مین ہلچل آئے
سیر ہو حشر کا دن وقت سے اول آئے
ہائے ضعف آج اگر منھ سے نکالون آواز
جلد آئے جو مرے کان تلک کل آئے
وا رے شوق شہادت جو قیامت آئی
لوگ محشر کو ترے ہاتھ سے مقتل آئے
کفر کعبے مین نہ پھیلاؤ لڑا کر آنکھین
دیکھو عارض پہ کہین بہ کے نہ کاجل آئے
ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ نالہ جو کیا
سر کے سو ٹکڑے ہون تیوری پہ اگر بل آئے
وہ سیہ مست ہون ساقی کہ اگر پہلو مین
دل کو ڈھونڈھون تو مرے ہاتھ مین بوتل آئے

سر پیٹین آشنا کہ وہ جی سے گذر گیا
ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اُڑانی خبر غلط

اس شاعری پہ آپ کو اتنا نہ تلملیے
فقرون مین ہم نہ آئین گے گو خاک چھانیے
کیا فرض ہے کہ جھوٹ کو بھی سچ ہی جانیے
آیت نہین حدیث نہین جسکو مانیے
ہے نظم و نثر اہل سخن سربسر غلط

اُس بیوفا کو عشق جتانے سے کیا ملا
الزام اُٹھائے بیٹھے بٹھائے ہزارہا
کہتا نہ تھا امیر کہ اظہار ہے بُرا
یہ کچھ سُنا جواب مین ناظم ستم کیا
کیون یہ کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط

رُباعی

گھر کھُٹنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے
روتی ہے لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رُخصت ہو کر
یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

رُباعی

ہر گھر مین شرابی ہے الٰہی توبہ
ہر در پہ کبابی ہے الٰہی توبہ
مسجد سا مقام اور دور ساغر
کیا خانہ خرابی ہے الٰہی توبہ

رُباعی

زاہد ہو کر جو شغل مے چھوڑ دیا
اللہ رے فساد خون بدن پھوڑ دیا
فریاد ہے مجھ شکستہ دل کی یارب
توبہ کی دُرستی نے مجھے توڑ دیا

رُباعی

اورون کو تو دُنیا مین قضا نے مارا
دی زیست خدا نے پھر خدا نے مارا
پر صورتِ مرگ و زیست اپنی ہے جُدا
اُس لب نے جلایا تھا ادا نے مارا

رُباعی

دوڑ لیئے نہ ہاتھ کو بوسے نہ لیجیے   آجائے کوئی دم مین تو کیا کچھ نہ کیجیے

عشقِ مجاز و چشم حقیقت نگر غلط

تسخیر یار کے لیے یہ سب فریب ہین   صاحب شکار کے لیے یہ سب فریب ہین
سمجھا مین پیار کے لیے یہ سب فریب ہین   بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہین

اظہار پاک بازی و ذوقِ نظر غلط

بھولا سمجھ کے ہمکو جتاتے ہین گرمیان   کرتے ہین مہر جب کبھی ہوتے ہین مہربان
ہم بر سر زمین ہین وہ بالاے آسمان   لو صاحب آفتاب کہان اور ہم کہان

احمق نہین ہم اُسکو نہ سمجھین اگر غلط

صاحب کہو د بات کہ ہو کچھ تو دل نشین   جسکا نہ سر نہ پانوُن ہو اُسکا ہو کیا یقین
اس جھوٹ کی ہی بندہ نواز انتہا نہین   سینے مین اپنے جلتے ہو تم کہ دل نہین

ہمکو سمجھتے ہو کہ ہے انکی کمر غلط

شیطان بھی تمھارے فریبون سے مات ہے   تم دن کو دن کہو تو مین سمجھون کہ رات ہے
اظہار ذوقِ قتل کی ساری یہ گھات ہے   کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے

سینے کو اپنے اسکی سمجھنا سپر غلط

تم لاکھ قسمین کھاؤ نہ مانونگا مین کبھی   کیا جان اپنے ہاتھ سے کھونا ہے دل لگی
نادان بنا رہے ہو ہمین آپ واہ جی   مُٹھی مین کیا دھری تھی کہ جسکے لیے سونپی

جانِ عزیز پیشکشِ نامہ بر غلط

عیاریون سے بھی کوئی ہوتا ہے نیکنام   صاحب یہی ہے مکر تو بندے کا ہے سلام
یہ کون بک رہا ہے اگر ہم ہوے تمام   پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام

کہتے ہو جان دی ہی سرِ رہگذر غلط

مطلب یہ ہے کہ لوگ کہین لو وہ مر گیا   بیڑے مین عاشقون کے عجب کام کر گیا

آرام کہان دشت مین ہم لیتے ہین
تھمتے ہین ٹھہرتے ہین نہ دم لیتے ہین
وحشت ایسی رمیدگی ہے ایسی
آنکھون سے ہرن آ کے قدم لیتے ہین

رُباعی

شہرے کرم پیر خرابات کے ہین
جلسے وہین رندان خوش اوقات کے ہین
مُنکر تھے مگر یہ ذکر سُنتے سُنتے
زہاد بھی مشتاق ملاقات کے ہین

رُباعی

دُنیا سے عدم کی سمت جاتے جاتے
بگڑے ہوے کیا کام بناتے جاتے
آنا جانا تھا اپنا مانند نفس
تاخیر ذرا ہوئی نہ آتے جاتے

رُباعی

کیا لُطف اگر سارا زمانہ دیکھے
دیکھے تو نگاہ چشم دانا دیکھے
گر گلشن اُلفت مین گذر شل نسیم
آنا دیکھے نہ کوئی جانا دیکھے

رُباعی

کچھ تو ہمین گلشن سے اجی ہاتھ لگے
کھل جائے کنول دل کا کلی ہاتھ لگے
عارض نہ دکھاؤ اک نظر دیکھ تو لو
گر پھول نہین تو پنکھڑی ہاتھ لگے

رُباعی

خط یار نے کیا نامِ خدا لکھا ہے
القاب جُدا شوق جُدا لکھا ہے
ملجائے یقین ہے مرض غم سے نجات
نامہ نہین تعویذِ شفا لکھا ہے

رُباعی

مٹ جاؤنگا غم مین جان کھوتے کھوتے
اس غم سے ہوگا کوچ ہوتے ہوتے
ہی شمع صفت اگر یہی سوزش دل
گھل جائیگا تن تمام روتے روتے

رُباعی

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا
اُس پر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اُٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا
چھوڑا دیے پردے تو پسینا آیا

رُباعی

زیبا ہے جو دَم بھرتے ہین مردم اُسکا
قتّال زمانہ ہے تکلّم اُس کا
کیا تیغ دو دم ہے اُسکی تحریک دو لب
کیا نیمچہ ہے نیم تبسّم اُس کا

رُباعی

مُشکل سے تجھے او گُلِ رعنا پایا
کونین مین پھر کر ترا کوچہ پایا
دنیا عقبیٰ سے عاشقی حاصل کی
صُغرا کبُرا سے یہ نتیجہ پایا

رُباعی

آنکھون سے ہے رنگ مُے پرستی پیدا
پلکون سے ہے شان پیشدستی پیدا
کچھ حاجت مے نہین کہ ہے آپ سے آپ
ان پتلیون سے سیاہ مستی پیدا

رُباعی

سُنتا ہون ہوا جلوہ نما عید کا چاند
ہے اُسکی جُدائی تو کجا عید کا چاند
وہ ابروے پُرخم نظر آئے جو مجھے
البتہ یہ سمجھون کہ ہوا عید کا چاند

رُباعی

عاشق کو کہان شکیب شیدا ہوکر
دل زندۂ جاوید ہے مُردا ہوکر
پیوند زمین کرے جو مجکو گردون
گرد اُسکے پھرے خاک بگولا ہوکر

رُباعی

ایسا ہون مین باوفا جو ہون کشتۂ ناز
ہڈی سے بنے شانہ بس سوز و گداز
وہ شانہ یقین ہی ہمہ تن ہوکے زبان
دے روز دعا کہ عمر گیسو ہو دراز

رُباعی

ٹھنڈے یارون سے گرمجوشی کیسی گندم دکھلا کے جو فروشی کیسی
پھر جائینگی آنکھین جو پھری ہے تمسے نظر صدقہ آنکھونکا چشم پوشی کیسی

رُباعی

اے جانِ جہان یہ بیوفائی ہم سے اغیار سے اخلاص رُکھائی ہم سے
بیگانہ روش بیٹھے ہو اس طرح الگ گویا نہ کبھی تھی آشنائی ہم سے

رُباعی

ظاہر مین جو آزردہ تمھین پاتا ہون کچھ دل مین نہین دل کو یہ سمجھاتا ہون
ہوتا ہے کبھی اگلی محبت کا اثر سچ کہدو کبھی مین تمھین یاد آتا ہون

رُباعی

کہتے ہو کہ دل کوئی اُٹھالے ہم سے تمنے تو نئے رنگ نکالے ہم سے
پچتاؤگے آخر کو کہے دیتے ہین ہم دُنیا مین کہان چاہنے والے ہم سے

رُباعی

بالفرض حیات جاودانی تم ہو بالفرض کہ آبِ زندگانی تم ہو
ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تمکو لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو

قطعۂ تہنیت عقدِ دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر مع تاریخ

نواب باہمہ شرف الدولہ ذی حشم جسکی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ
تشبیہ نقش پاے مبارک سے دون اگر جھکے فلک پہ مہر فلک فخر سے کلاہ
فیضِ قدم سے راہ مین گوہر بنے خذف ذرے ہون آفتاب پڑے جسپہ صرف نگاہ
رونق تھی پادشاہی اختر نگر کی اور جبتک کہ آسمان و زمانہ رہتا کے تھے دو ماہ
اچھون کے اچھے ہوتے ہین سچ ہے جہان مین یہ آسمانِ جاہ تو اولاد مہر و ماہ

پہونچے جو ترے در پہ وہ ممتاز ہوئے
رکھا جو قدم سر پہ سرافراز ہوئے
یہ کعبہ کہان اور کہان ہم مجرم
سامان یہ قسمت سے خدا ساز ہوئے

رباعی

ہمکو تو پسند ہے طبیعت ایسی
نکلے اُلفت کرے عداوت ایسی
کمبخت نے کیا کہا ہے منصف یہ کہین
شاعر کو کہان نصیب قسمت ایسی

رباعی

گھر سے وہ برآمد کبھی در تک نہوئے
تحفے کیے منظور نظر تک نہوئے
نامہ نہ پڑھا جواب نامہ کیسا
قاصد کی خبر سُنی خبر تک نہوئے

رباعی

آئی ہے شبِ ہجر رولانے کے لیے
مین ایک نہین سب کے مٹانے کے لیے
اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکھین مری روتی ہین زمانے کے لیے

رباعی

کیا تیری جدائی مین ستم دیکھتے ہین
دیکھے نہ وہ دشمن بھی جو ہم دیکھتے ہین
اُس ظلم پہ اِس جور پہ خاموش رہے
ایسا تو جہان مین کوئی کم دیکھتے ہین

رباعی

خواہانِ طرب ہین جسے ادراک نہین
آرام تہِ گنبدِ افلاک نہین
پیمانۂ گردون مین کہان بادۂ عیش
جز دُردِ تہِ جام یہان خاک نہین

رباعی

غائب بہت اے جان جہان رہتے ہو
مانند نظر ہم سے نہان رہتے ہو
ہر چند کہ آنکھون مین ہو تم دل مین ہو تم
معلوم نہین یہ کہ کہان رہتے ہو

رباعی

ایضاً

مولوی ہادیعلی والا گہر عالی نژاد
ہے سرشت پاک آبِ کوثر و تسنیم سے
موجدِ اندازِ تحریرِ طلسمِ لکھنؤ
اور وصف انکے ہین باہر حیطۂ ترقیم سے
نظم اک غنچہ ہے انکی بوستانِ طبع کا
نثر اک گل ہے بہارِ روضۂ تعلیم سے
اب ہوئے ہین مخزن اخبار مین گوہر فشان
ہونگے مفلس مالدار اس پرچہ کی تقسیم سے
تجھ سے ہو تاریخ کا سائل اگر کوئی امیر
کہہ بھرا ہے ایک پرچہ گنج ہشت اقلیم سے

ایضاً

فکرِ تاریخ نمودم چو برائے مخزن
گفت در گوش دلم ہاتفے از غیب سخن
چار برگیر بتعداد حروف از مخزن
نصف یکبار بیفزا و دو بارش کم کن

قطعہ تاریخ وفات مادر جناب منشی کرم احمد صاحب خیرآبادی

چو اُم منشیِ دیوان اکرم
کرم احمد چو مقبولِ خدا باد
سفر اندر صفر نمود زین دہر
بچشم حور خاکش توتیا باد
جہان از رحلتش ویران شد و خلد
بیمنِ مقدمِ او گشت آباد
امیر این مصرعِ تاریخ بنوشت
بزیرِ دامنِ خیر النساء باد

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب معلی القاب نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی مصطفیٰ آباد عرف رامپور

مبارک ہو اے شاعرانِ سخندان
چھپا خسروِ ملکِ معنی کا دیوان
فصاحت بلاغت نزاکت لطافت
معانی پہ صدقے مضامین پہ قربان

ہین رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر
دونون در یگانۂ دریاے عزّ و جاہ

دونون کی شادیان ہوئین ایوان نے ملی زیب
گلشن کا رنگ جشن سے محفل پہ اشتباہ

عالم تمام خوان عنایت سے بہرہ یاب
محروم ایک فیض حضوری سے خیر خواہ

لیکن رہا سرور سے ہمدوش رات بھر
مشہور ہے جہان مین کہ دل سے ہی دل گواہ

دل سے تمام شب رہین باتین سرور کی
اشعار کچھ زبان پہ آئے دم پگاہ

وان دھوم عقد کی ہوئی یان فکر سلک نظم
دی ہاتف نے صدا کہ مبارک کرے الٰہ

پایا ہے اس چراغ سے اس شمع نے فروغ
اس شمع سے چراغ کی روشن ہوئی نگاہ

گل کو قریب نرگس شہلا کے لے گئی
نرگس کو لائی گل کے قرین باد صبح گاہ

تاریخ خامۂ دو زبان نے لکھی امیر
یہ مہ قرین زہرہ و زہرہ قرین ماہ

ایضاً

اے خوشا نواب والا مرتبت
جن کے رخ سے مقتبس ہر بار چاند

انکے دختر و طفل دونون ارجمند
ایک سورج ایک بے تکرار چاند

عقد دونون کے ہوئے دل نے کہا
آئے ہین گھر مین شرف کے چار چاند

قطعۂ تاریخ طبع صحیفۂ اخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مالامال حسن
لوٹنے کو در غلطان کو میانہ مل گیا

لوح پیشانی سے صفحہ ہو گیا عرش آستان
مشتری کو بہر سجدہ آستانہ مل گیا

دانت شرما کر نکل آئے صدف کے بحر مین
موج کو زلف پریشانی کا شانہ مل گیا

کیا صفحاے جتنے نقطے تھے وہ موتی بن گئے
ہنس کو مقسوم کا ایک ایک دانہ مل گیا

محو حیرت اُڑ کے جا بیٹھا نہال فکر پر
مرغ زرین قلم کو آشیانہ مل گیا

بندش صاف آئینہ ہو خود نمائی کے لیے
شاہد مضمون کو شوخی کا بہانہ مل گیا

حال سے ہو اوج نجم مشتری روشن امیر
جسکو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا

یہ بدیہہ ہو گئی تاریخ امیرؔ
شہر کیون گلشن ہو آئی بہار

تمہید جشن صحت بندگان والا مقام جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر باداے تہنیت عید صیام

مژدہ اے طالبانِ شاہدِ عیش
کہ ہوئی صبح عید شام امید
عید کا چاند چرخ پر نکلا
مل گئی قفل آرزو کی کلید
دور دورِ قرانِ سعد آیا
ہین ہم آغوش مشتری ناہید
یوسفِ عہد کو ہوئی جو شفا
مرتبے مین ہوئی دوبالا عید
دونون ہمرنگ کی اسے کیسے
جشن صحت اِدھر اُدھر ہے عید
عید سے عید ہی خوشی سے خوشی
ہے عجب ساعتِ سعید و حمید
اصل مقصود جشن صحت ہے
عید ماہِ صیام ہے تمہید
دھوم ہی ہر طرف مبارک ہو
وصل مین وصل اور دید مین دید
ہمہ تن چشم و گوش ہے عالم
کہ یہ عالم نہ دید ہے نہ شنید
دیکھکر بخشش و نوال حضور
چرخ پر کاسہ بن گیا خورشید
جوڑے زہرہ وشون نے وہ پائے
اطلسِ چرخ جنکے آگے مرید
فکرِ تاریخ کی جو مین نے امیرؔ
کیا ہی روح القدس نے کی تائید

ہوئی تاریخ جشن و عید بہم
جشن مین جشن اور عید مین عید

قطعۂ تاریخ جشن صحت

شرف وان مہر کو ہی یان عروجِ ماہِ دولت ہی
عجب صحت عجب جلسہ عجب شادی کی ساعت ہے

آمیر اُنکی تاریخ کہنے کے خاطر ہوا فکر مین جب کہ سر در گریبان
ندا غیب سے اُسکے کانون مین آئی
کہ انکار نواب یوسف علیخان

قطعہ تاریخ مثنوی مرزا حاتم علی بیگ صاحب مہر حسب فرمائش جناب میر محسن علی صاحب لکھنوی

لکھی جناب مہر نے کیا خوب مثنوی ایسی نہو ہمیشہ اگر خاک چھانیے
یخ مین آمیر تکلف ہے کیا ضرور راز و نیاز عاشق و معشوق جانیے

قطعۂ تاریخ وفات جناب شیخ وحید الزمان صاحب

توار کی شب جب کہ ستر ھوین ہے کی شیخ وحید عصر نے آج قضا
تاریخ کی فکر کی جو مین نے تو آمیر رضوان نے کہا کہ داخل خلد ہوا

قطعۂ تاریخ تہنیت سواری حضور پُرنور جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ

شکر ہے نواب کو صحت ہوئی پھر مرے خالق نے دکھلائی بہار
یکھکر اُسکی سواری کا تزک چشم نرگس بن کے شرمائی بہار
مد آمد جب سواری کی ہوئی دھوم اُٹھی آئی بہار آئی بہار
رنگ یہ اُسکی سواری کا جما بر رحمت کی طرح چھائی بہار
رتی ہے باد بہاری کے حضور ہر قدم پر جبہہ فرسائی بہار
شرفی کے پھول اپنی جیب مین بھر کے بیلے کے لیے لائی بہا

نور سے طور ہو گئی کوٹھی پر توِ حسن نے یہ چمکایا
کیون نہ خوش ہون محمدی مشرب عہد خلقِ محمدی آیا
اس سلیمان نے خلق سے اپنے خاتمِ دل یہ نقش بٹھلایا
جی اُٹھا جس سے چار باتین کین رنگ اعجازِ تازہ دکھلایا
چھلک گئے مے کشانِ بزم سوال جامِ جود و کرم جو چھلکایا
نئے سر سے جوان ہوا اقبال نخلِ دولت مراد بر لایا
ہے یہ سرتاج تاجدارون کا اِس پہ اللہ کا رہے سایا

واقعی ہی امیر سالِ جلوس
دورِ فلاحِ خلق آیا
۱۳۱۲

ایضاً

خلق کی تقدیر چمکی وہ ہوے مسند نشین نورِ فیضِ کبریائی سے جو مالا مال ہین
ڈھل گئی ہے نور کے سانچے مین تاریخ امیر آفتابِ آسمانِ دولت و اقبال ہین

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ محمد وحید الزمان صاحب سفیر دار الریاست ملک رامپور

آن گرامی گوہر قدسی نفس رحلت از دنیاے فانی چون نمود
گفت امیرِ خستہ جان سالِ رحیل صاحبِ ایمان سراپا خیر بود

ایضاً

اللہ نے جو وصف عطا انکو کیے تھے وہ آ نہین سکتے ہین قیاسِ بشری مین
رحلت کی امیر انکی کہی مین نے یہ تاریخ باللہ ملک تھے وہ لباسِ بشری مین

ترجیع بند

قاصدِ خوش خبر از رحمتِ غفار آمد بخت بیدار شد و دولت بیدار آمد

کسے سالِ ہمایون ہاتھ آتا ہے آمیر ایسا
مہینا عید کا نوروز کا دن روزِ صحت ہو

قطعۂ تاریخ وفات فردوس مکان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر انار اللہ برہانہ

در فراقِ ناظمِ مصرِ بیان یوسف لقا
جوش زد سیلاب خون از دیدۂ گریانِ من

آب شد دل رفت و حال از دست شد دست از کار رفت
نقش او جملہ برہم زد سر و سامانِ من

تیرہ شد چون شام ماتم در نظر این خاکدان
چاک شد مانندِ دامانِ سحر دامانِ من

شکر منتہاے او ایمانِ خود دانستہ ام
ذکر او تا بودہ ام بودست حرزِ جانِ من

بسکہ از شور و فغانم محشری برپا شدہ است
میشود شورِ قیامت ہر نفس قربانِ من

گریہ ام در ماتمش رنگِ فراوانی گرفت
می چکد طوفانِ نوح از گوشۂ دامانِ من

بہرِ سالِ آن عزیزِ مصرِ دلہا گفت آمیر
مسندآرائے جنان شد یوسفِ دورانِ من

قطعہ تاریخ تہنیت جلوس میمنت مانوس جناب معلے القاب نواب محمد کلب علیخان بہادر والی ملک مصطفےٰ آباد عرف رامپور

آفتابِ سپہرِ حشمت نے
تخت پر جب جلوس فرمایا

فرطِ بالیدگی سے وقتِ جلوس
پایۂ عرش تخت نے پایا

عرشیون نے کہا مبارک ہو
فرشیون کے سرون پہ یہ سایا

سایہ اُس سایۂ الٰہی کا
ابرِ رحمت کی طرح سے چھایا

تختِ دولت پہ ماہِ دولت نے
مہر ہو کر جلوس فرمایا

مہر کا رنگ ہو گیا پھیکا
ماہِ کامل فلک پہ شرمایا

نذر کو آسمان دُرِ انجم
طبقِ ماہتاب مین لایا

ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

تہنیت رعد نے چلا کے سنائی کیسی
ہان مین ہان کوندھ کے بجلی نے ملائی کیسی
شکل اُمید مقدّر نے دکھائی کیسی
تھی تمنا جو تمھین آج بر آئی کیسی

ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسار آمد

تند اس طرح کا جیسے کسی محبوب کی خو
شور ایسا کہ نہین صور سے کمتر سر مو
وہ سیاہی کہ پریشان ہو جس سے گیسو
کثرت ایسی کہ فلک کا بھی دبا ہے پہلو

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

چاہیے دورِ مے ناب ہو پیمانہ چلے
خانقہ مین ہو جو زاہد سوے میخانہ چلے
مقدرت ہو کہ نہو کام چلے یا نہ چلے
زور جتنک کہ چلے بادۂ مستانہ چلے

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسار آمد

طرفہ اِس ابر کی ہو زیر فلک جلوہ گری
ہم سمجھتے ہین کہ پر کھول کے آئی ہے پری
زاہد خشک بھی دیکھین گے تماشائے تری
کشت اُمید ہوئی بادہ پرستون کی ہری

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

خشک سالی کے سبب قحط پڑا تھا گھر گھر
صورتِ عیش نہ آتی تھی زمانہ کو نظر
فضل خالق نے کیا کھل گئے اُمید کے در
کہدو ہر کاروں سے میخوار و نکو کر دین یہ خبر

تند و پُر شور و سیہ ز ہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

قطرہ زن آمد و بادست گہر بار آمد ہمچو سیلاب بہاران سوے گلزار آمد
تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

ہر روش اوسہی سامان نظر آتے ہین جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سرد ہوا کھاتے ہین رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین
رو سیہ مست زکہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

گلستان مین نئی ترکیب جو مجلس کی ہوئی پھر ہوا سرد چلی وجہ یہی اصلی ہوئی
تازہ اُمید گل و لالہ و نرگس کی ہوئی نہین معلوم یہ مقبول دعا کس کی ہوئی
تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

لو تماشاے گل و سنبل و سوسن کو چلو دیکھنے شاہد مقصود کے جوبن کو چلو
سیر کا وقت ہے گردان کے دامن کو چلو بیٹھنا گھر مین مناسب نہین گلشن کو چلو
تند پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے
تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

زینتین مے کی دکانون کی خدا داد ہوئین اُڑ چلین تیتلین ایسی کہ پریزاد ہوئین
خاطرین قید غم دہر سے آزاد ہوئین بھٹیان بادہ فروشون کی پھر آباد ہوئین

مسجود اہلِ شرع ہو جبتک خدا کا گھر
جبتک نمازیون کے جھکین مسجدون مین سر
جبتک کہ معتکف رہین محراب مین بشر
جبتک وظیفہ خوان رہین زاہد ہر سحر
یارب صفِ انام کا تو پیشوا رہے
آفاق مقتدی رہے تو مقتدا رہے

جبتک کہ باغ دہر مین پھولین پھلین شجر
جبتک دماغ و چشم کو دین نکہت و ثمر
نسیم سے جبتک کہ ہر سحر
شبنم ہو گوش گل کے لیے جبتک گہر
خندان گلِ مراد ہو فضلِ خدا رہے
نخلِ مراد مین ثمرِ مدعا رہے

جبتک کہ ابر تر سے چمن فیضیاب ہو
جبتک کہ ماہ آئینۂ آفتاب ہو
جبتک صدف مین گوہرِ باآب و تاب ہو
جبتک کہ سنگ معدنِ لعلِ خوش آب ہو
ہر وقت دُر فشان کفِ جود و سخا رہے
اس ابر سے جہان چمن دلکشا رہے

جبتک کوئی زمین ہو کوئی آسمانِ علم
جبتک کہ بحث علم کرین طالبانِ علم
جان بخش سامعین سخن جانفزا رہے
طرزِ کلام عیسیِ معجز نما رہے

جبتک کہ فوجِ نجم پہ ہی تیغ مہر تیز
جبتک کرے بہار سے فصلِ خزان گریز
اضداد اربعہ مین رہے جب تلک ستیز
جبتک دلون کو آب کرے خونِ رستخیز
فرقِ حسود زیرِ سُمِ بادپا رہے
شمشیر تیرے عدل کی کشورکشا رہے

جبتک جہان مین گردشِ لیل و نہار ہے
شب جب تلک کبھی کبھی دن آشکار ہے

رخ جو ہین زرد وہ گلنار نظر آئین گے
لالہ رو صاحبِ آزار نظر آئین گے
جتنے زہاد ہین میخوار نظر آئین گے
زعفران زار چمن زار نظر آئین گے

تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

اب نہ پوچھو یہ کہ احوال یہان کا کیا ہے
آگے کیا رنگ تھا اب رنگ جہان کا کیا ہے
کر سکے شکر یہ مقدور زبان کا کیا ہے
یہ تصرف جو نہین پیر مغان کا کیا ہے

تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

جتنے میکش ہین اکمیر انکو سنا دے یہ پیام
کہ انھین کے لیے یہ عیش کے سامان ہین مدام
دین دعا کلب علی خانِ بہادر کو تمام
فیض سے انکے سناتا ہے یہ تمکو لبِ جام

تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

ترکیب بند در تہنیت عید الفطر

جب تک کہ روز عید مسرت فزا رہے
جب تک کہ قبلہ مرجع خلقِ خدا رہے
جب تک کہ کعبہ قبلۂ اہلِ صفا رہے
مسجود جب تلک حرمِ کبریا رہے

قربان ہو تجھ پہ عید سعادت فدا رہے
بالاے فرق سایۂ بالِ ہما رہے

جب تک کہ جرم شمس و قمر مین ضیا رہے
جب تک جہان مین چار عناصر کی جا رہے
جب تک فروغ زہرۂ نورِ سہا رہے
جب تک کہ خاک و آتش و آب و ہوا رہے

مثل زمین سپہر ترے زیر پا رہے
سر پہ مدام سایۂ دستِ خدا رہے

خورشید تو وہ سب ترے آگے سُہا رہے
نام آورون کے نام رہے بھی تو کیا رہے

یارب ہمیشہ دولت و حشمت زیادہ ہو
فرحت رہے مدام مسرت زیادہ ہو
ہر روز زور بازوے قدرت زیادہ ہو
عالم ہو زیر حکم حکومت زیادہ ہو
حاصل ہر اک مراد ہو حامی خدا رہے
ظل رسول سایۂ مشکلکشا رہے

جبتک کہ ہاتھ پانون کو قوت نصیب ہے
جبتک دل و دماغ کو طاقت نصیب ہے
کانون کو جب تلک کہ سماعت نصیب ہے
آنکھون کو جب تلک کہ بصارت نصیب ہے
جان و دل امیر تجھی پر فدا رہے
اُسکو کسی سے کام نہ تیرے سوا رہے

تاریخ طبع سابق از سید فضل رسول خان مرحوم تعلقہ دار سندیلہ تلمیذ حضرت امیر مغفور لکھنوی

کہان ہین مصحفی و غالب کہان ہین ذوق و نصیر
کہان ہین ناسخ و آتش کہان ہین رند و وزیر
چھپا ہے مطبع مین دیوان امیر احمد کا
کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر
کرین مطالعہ اُسکا بدیدۂ انصاف
کھنچے کسی سے مضامین کی ایسی کب تصویر
جو واسطی کو ہوئی فکر از پئے تاریخ
کہا زبان قلم نے طفیل فیض اسیر

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ دیوان فصاحت بنیان بلاغت توامان من تصنیف انیف افصح الفصحا امیر الشعرا اُستاذ الاساتذہ مقتدانا مولنا حضرت مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ القدیر مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین حسب الارشاد معلے القاب عالیجناب منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع دام اقبالہ باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء بار ہشتم طبع ہوا

جبتک کہ گرم معرکۂ گیر و دار ہے   کچھ جبر جب تلک کہ ہی کچھ اختیار ہے

دولت تری زیادہ ہو حشمت سوا رہے
اقبال حاضر در دولت سرا رہے

جبتک کہ عشق گل سے ہی بلبل کے دل مین داغ   جبتک ہی فاختہ کو تمنائے سرو باغ
پروانہ جب تلک کہ رہے عاشق چراغ   آشفتہ عشق مہ سے ہی تا کبک کا دماغ

عارض پہ جان جن و بشر کی فدا رہے
دل دو جہان کا بستۂ زلف دوتا رہے

جبتک دہن کو میم عدم نکتہ دان کہین   جبتک کہ چاند چہرے کو روشن بیان کہین
جبتک نگاہ یار کو شاعر سنان کہین   ابرو کو اور مژہ کو خدنگ و کمان کہین

مثل کمان نہ جو ترے آگے جھکا رہے
اُس کا جگر نشانۂ تیر قضا رہے

جبتک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے   تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے
جبتک ہرن کی ناف مین خون مشک تر بنے   جبتک کہ شیشہ سنگ سے گل سے ثمر بنے

بوے گل طرب سے دماغ آشنا رہے
شیشہ شراب عیش سے دل کا بھرا رہے

جبتک کہ بوستان مین ہی گل مین رنگ و بو   جبتک کہ صحن باغ مین جاری ہی آب جو
جبتک صبا جہان مین پھرتی ہی چار سو   جبتک کہ گل ہے جام ہر اک غنچہ ہے سبو

صحت نصیب باغ جوانی ہرا رہے
اس بوستان کی معتدل آب و ہوا رہے

جہان مین حکم کا سکہ بٹھا دیا   نوشیروان کا عدل دوبارہ دکھا دیا
اُس در پر گنج گوہر و سیم و طلا دیا   نام جم و سکندر و دارا مٹا دیا

نام کتاب	قیمت
بہارستان سخن۔ اِس مین تین اُستادون کا کلام ہے ہمطرح وہم ردیف وہم قافیہ غزلین شیخ امام بخش ناسخ۔ ۲۔ خواجہ حیدر علی آتش ۳۔ مہدی حسین خان آ د بڑے معرکہ کا مجموعہ ہے۔ ہر ایک استاد نے زور طبیعت دکھایا ہے بہمدیگر ترجیح ظاہر ہے کہنا دشوار ہے۔	۱۰/
دیوان رند۔ مسمّٰی بہ گلدستۂ عشق کلام نواب سید محمد خان رند شاگرد خواجہ حیدر علی آتش۔	۱۰/
دیوان گویا۔ از طبع اوستاد الدار فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ حیدر	۵/
دیوان غافل۔ کلام منور شاگرد آتش و تاریخ منور خان غافل۔	۶/
دیوان ذوق۔ از نتیجۂ فکر سخنور کامل شیخ ابراہیم ذوق	۱/
دیوان لطف۔ پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ مسدس و رباعیات مخمسات حافظ لطف علیخان بریلوی۔	۳/
[illegible] نعت سروری۔ غزلیات تمام ردیفون کی از گرانبہاے طبع بلند مفتی غلام سرور لاہوری۔	۱/
دیوان نیاز۔ از روشنی صافی طبع نازک پسند شاہ نیاز احمد بریلوی نیاز	۳/
دیوان شہیدی مصنفۂ کرامت علیخان شہیدی تخلّص۔	۵/
دیوان غالب دہلوی۔ کئی مرتبہ مختلف مقامات مین چھپا اور ہر جگہ ... تو خدا بخش خریداران کی طرح کیمطابق نہ ہوئے عالی دماغ مرزا اسد اللہ خان دہلوی کا کلام ہے جسکا مثل ہندوستان مین نہین ہے یہ مطبوعہ [illegible] انتظامی سے نقل ہوا	
دیوان [illegible] اُستاد کامل آفتاب الدولہ تخلص قلق۔	
دیوان جرّار مصنفہ حسین بیگ جرّار۔	
کلیات واسطی	
دیوان ظہیر فاریابی	

قطعۂ تاریخ طبع سابق از مورخ کامل منشی بھگواندیال صاحب عاقلؔ ایجنٹ مطبع

یہ حضرتِ امیر کا دیوانِ جانفزا
شایع ہوا ہو نامِ خدا کیا بہ زیب و زین
عاقلؔ ہو سالِ ہجری کی بیکار جستجو
لکھو باخلوصِ دل یہ کہ ہو نظمِ دلفریب ۱۳۱۳ھ

دیگر ولہ

سرورِ روان روح پرور یہ ہے
کلامِ امیرِ سخنور یہ ہے
گر فکر عاقلؔ ہے تاریخ کی
تو لکھو عجب نظمِ دلبر یہ ہے ۱۳۱۳ھ

ایضاً عیسوی

چھپا مفتی امیر احمد کا یہ دیوان کیا اعلیٰ
کہ ہر اک شعر اسکا بس فصاحت میں ہے بے ہمتا
عبث کرتے ہو عاقلؔ فکر تاریخ مسیحی کی
لکھو تم شوق سے زیبا عجب نظمِ معیشت زا

* * *

نام کتاب	قیمت
دیوان سحر سامری	۷ر
دیوان مردان صفی	۵ر
دیوان سخن دہلوی	۱۴ر
دیوان خواجہ میر درد شاعر صاحب باطن	[illegible]
ذو لسانین مجمع البحرین	عہ ر
آسیر سخن	۵ر
دیوان بہار عرب	۲ر
چمنستان جوش۔ دیوان نواب محمد حسن خان جوش از فرزندان نواب حافظ رحمت خان۔	۱۰ر
مجمع الاشعار۔ غزلہائے اردو و فارسی اساتذہ۔	۲ر
[illegible] و فارسی	۳
	عہ ر
[illegible] نعت جسمین چیدہ چیدہ اساتذہ کی ہیں۔	۱ر
عبقتعہ خیر البشر	۲ر
	۱۲ر

نام کتاب	قیمت

کتب کلیات و دواوین فارسی

نام کتاب	قیمت
کلیات حزین مجموعہ نوادر روزگار سے ہے جس میں چند رسائل ہیں۔ ۱۔ سوانح عمری حضرت مصنف ۲۔ تواریخ سلاطین ۳۔ قصائد نعتیہ ائمہ اطہار علیہم السلام ۴۔ دیوان مصنف ۵۔ مثنویات صفیر دل و چمن [illegible] ۶۔ مثنویات خرابات ۷۔ فرہنگ نامہ ۸۔ تذکرۃ العاشقین مصنفہ علامہ عدیم النظیر شیخ محمد علی حزین۔	عا ۱۲
کلیات خاقانی جسمیں قصائد [illegible] و [illegible] کلیات و رباعیات کا پورا ذخیرہ ہے۔ ایسا کلیات اس جامعیت کے ساتھ کیا ہے جو اس مطبع میں محشی ہو کر مع حل معانی اشعار عربی کے دو جلدوں میں چھپا ہے۔	